راجندر سنگھ بیدی

ساتھ کیلے

سنگم پبلشرز لمیٹڈ لاہور

اس مجموعے کے بیشتر کھیل مصنف نے آل انڈیا ریڈیو کی ملازمت کے دوران میں لکھے ہیں۔ اس لئے انہیں کتابی صورت میں لاتے ہوئے مصنف اس ادارے کی ادب نوازی کا سپاس گذار ہے۔

مصنف اور ناشران پنج دریا پبلشرز لاہور کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے ڈراما "خواجہ سرا" کو اس مجموعے میں شامل کر لینے کی اجازت دی۔

●

کھیل "تمیمنٹ" کا مرکزی خیال PAVALENKO کی ایک کہانی سے لیا گیا ہے۔

خواجہ سرا

کاشفہ ، اُڑدابیگنی محل میں ڈیوڑھیوں کی تنقیح کرتی ہے

قباد ، خواجہ سرا

مرزا کوچک سلطان ، نواب ثالث زمانی بیگم کا چھوٹا بھائی

نواب ثالث زمانی بیگم ،
نواب ننھی بیگم ، بیگمات نواب کاؤس شاہ

نواب کاؤس شاہ

دارو غنی

بابا طاہر ، شاہی طبیب

تین ڈولی بردارنیاں ، سقنی ، نوکر چاکر

وقت ۔ زوالِ مغلیہ خاندان

پہلا منظر

حرم کا بیرونی دروازہ سنگِ مرمر کا بنا ہوا ہے اور مغلیہ صنعت کا اچھا نمونہ ہے۔ دروازے کے عین بغل میں ایک پانی کی کھال دکھائی دیتی ہے جس سے پانی نیچے باؤلے ـــ ایک حوض میں گر رہا ہے کبھی کبھی کوئی سقنی پانی بھر کر حرم میں لے جاتی ہے۔

پردہ اُٹھنے پر اڑدابیگنی ایک پاؤں باؤلے پر رکھے، داہنے ہاتھ کی کہنی گھٹنے پر ٹکائے اسی ہاتھ کے انگوٹھے اور انگشت شہادت میں اپنی ٹھوڑی لئے خلا میں گھور رہی ہے۔ اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور دوپٹہ لاپروائی سے گلے میں ڈالا ہوا ہے ـــ وہ فقط ایک قمیص اور ایک چوڑیدار پائجامہ پہنے ہوئے ہے۔

اڑدابیگنی کو اس جگہ اور اس حالت میں کھڑے کچھ دیر ہوتی ہے کہ داروغنی، ایک اُدھیڑ عمر سیاہ فام عورت ایسے ہی لباس میں اس طرف سے گذرتی ہے۔ اُڑدابیگنی اس وقت گنگنا رہی ہے۔

اڑدابیگنی :-

دانی کہ چہ مدتیست اے دلبر ما ۔۔۔ با ایں جہتے نرفتہ از بر ما

خود کس را نفرستی و نپرسی ہرگز ۔۔۔ تا بتو چہا می گذرد بر سر ما

(داروغنی ہانپتی ہوئی آتی ہے)

داروغنی :- اڑدابیگنی ـــ اُڑدابیگی ـــ کاشفہ! اری! تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو؟

اُڑوا بیگنی ۔ (چونک کر) کیوں ؟ کیا ہے داروغنی بی ؟

داروغنی ۔ کیا ہے ؟ تعجب ہے ۔ محل میں زنانہ سواریاں آیا چاہتی ہیں اور تم پکھال کے پاس کھڑی کیا مزے سے کہہ رہی ہو ۔۔۔ کیا ہے ؟ ۔۔۔ اری آج ڈولیوں کی تنقیح نہیں ہوگی کیا ؟

اُڑوا بیگنی ۔ اوہ ! ڈولیاں بھی آنیوالی ہیں ؟ ۔۔۔ داروغنی بی ، اللہ جانے آج مجھے کیوں چکر سے آرہے ہیں ۔ رنگا رنگ حلقے میری آنکھوں کے ارد گرد پھیل رہے ہیں ۔۔۔ یہ باؤلا ہے نا ۔۔۔ پانی کی پکھال ۔۔۔ اور بس ، اس سے آگے مجھے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا ۔ تنقیح کیا ہوگی ، خاک ؟

داروغنی ۔ چکر سے آرہے ہیں ۔۔۔ اُوئی ! اب میں نے جانا کیوں ہوائیاں چھوٹ رہی ہیں تمہارے چہرے پر ...... قباد کو دیکھے کے دن ہوئے ہیں تمہیں ؟

اُڑوا بیگنی ۔ قباد ۔۔۔ قباد ۔۔۔ للہ اس کا ذکر نہ کرو ، داروغنی بی ! ..... تم نے قباد کا نام لیا اور میرے دل میں ایک ہوک سی اُٹھی ۔ اب تم سے کیا چھپاؤں خالہ ؟ گھڑیوں ایک ٹک دیکھتی رہتی ہوں گولنداز وں کے محلے کی طرف ۔۔۔ مہینوں سے قباد نے وہاں آنا چھوڑ دیا ہے اور یہاں وہی رسم وفا ہے اور وہی خلجان ! ...... دیکھو خالہ ! اگر کوئی بار بردار نی نظر پڑتی ہے تو اسے کہہ دو گلی سے میری کیانی اچکن اور انگرکھا لے آئے ....

ذرا جلدی آجائے ۔ ڈولیاں آرہی ہیں (گھبرا کر) گھنٹیوں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں .....

(گھنٹیوں کی دھیمی دھیمی آوازیں سنائی دیتی ہیں)

داروغنی ۔ قباد کو دیکھوگی ۔۔۔ کا شفہ ! تو تمہارے دل میں اور ٹیسیں اٹھیں گی ۔۔۔ نادان

چھوکری، نیا فرمان دیکھ لیا تم نے ؟

اڑوا بیگنی۔ نہیں تو۔ ۔ ۔ نئے فرمان میں خاص کوئی مُدّہ ہے ؟

دارو غنی۔ ہے تو وہی روز مرہ ـــــ لیکن ایک بات ہے۔ مرزا دبیر کو احسن الدولہ کا خطاب عنایت کیا گیا ہے اور خلجی سردار قولیش کو ایک ہزاری منصب۔ اور ہاں محل میں ایک نیا خواجہ سرا آرہا ہے جو تمہیں ...... اری! میں کیا کسی پتھر کے بُت سے باتیں کر رہی ہوں ؟

(گھنٹیوں کی آوازیں اور قریب ہو جاتی ہیں)

اڑوا بیگنی۔ مجھے اس وقت کچھ ہوش نہیں ہے خالہ! ـــــ اور ڈولیاں آرہی ہیں۔

دارو غنی۔ اب کس سے کہوں تمہاری اچکن لانے کے لئے ؟ نہ یہاں سقنی دکھائی دیتی ہے اور نہ بار بیدارنی۔ البتہ وہ خیر صلا والی گھوم رہی ہے ـــــ بے حیا کی بلا دور، یہ لونڈی پھر لگائی بجھائی کرنے آئی ہوگی ـــــ اری او خیر صلا والی!

(وقفہ)

اوں ہُوں! کیسی چھنٹی ہوئی عورت ہے۔ کس مزے سے رنگ جماتی ہے جیسے میری آواز ہی نہیں سُنی۔ نہیں جانتی میں اس کی قبر تک سے واقف ہوں ـــــ اجی سرکار! ایک عرض بندی کی بھی سنیے گا، اے ہے !

اڑوا بیگنی۔ خالہ! تم خود جاؤ اور لے آؤ ـــــ سواریاں بھی آگئیں ـــــ جا جلدی ذرا ... اچھی بہن ......

(دارو غنی جاتی ہے اور مطلوبہ لباس لے کر لوٹ آتی ہے۔ اس وقت اڑوا بیگنی سخت گھبراہٹ میں کپڑے پہننا شروع کر دیتی ہے)

(دارو غنی سے) پہنا دو ـــــ باندھ دو تکمہ ادھر بھی ـــــ ہاں ہاں، بس دارو غنی بی

ڈولی آگئی ——

(گھنٹی کے ساتھ پہلی ڈولی سامنے آتی ہے)

دارو غنی۔ لو، پردہ تھام لو۔

اُڑدا بیگنی۔ بلند اقبال نواب ثالث زمانی، ان کی صاحبزادی، چھٹی نویسنی اور آچا ہیں
اللہ رسول کی امان! بیگم! لونڈی سلام عرض کرتی ہے۔

نواب ثالث زمانی۔ کہو کاشفہ! اچھی تو ہو؟ یہ میرے ساتھ صاحبزادی اور دوسری ان کو
پڑھانے والی آچا ہیں۔ یہ نئی ہی آئی ہیں لکھنؤ سے (آچا سے) آچا بی! یہ اڑدا بیگنی
ہیں۔ ان کا کام یہاں ڈولیوں کی تنقیح ہے۔ ہر روز ادھر آنے سے پہلے ان سے
ملاقات ہوا کرے گی تمہاری۔

اُڑدا بیگنی۔ خوش آمدید! یہ تو بہت اچھا ہوا۔ محل کی رونق میں اور بھی اضافہ ہوا۔ اللہ صاحبزادی
نیک اختر کو عمر دراز عطا کرے۔ ان کے صدقہ ہمیں بھی بڑے بڑے آدمیوں کا نیاز
حاصل ہوا۔

نواب ثالث زمانی۔ اور کاشفہ! تمہاری والدہ نواب اچھی ہیں نا؟

اُڑدا بیگنی۔ حضور کی لاانتہا کرمفرمائیوں کی بدولت اچھی ہیں۔ وہ آپ کا ارشاد کردہ جوشاندہ
پلا دیا تھا اور اب تو کھانسی کو افاقہ ہے۔۔۔۔ اور ہاں فرمائیے —— مرزا کوچک
اچھے ہیں؟ پچھلے دنوں دشمنوں کی طبیعت کے ناشاد ہونے کا خط آیا تھا۔

نواب ثالث زمانی۔ ہاں کاشفہ —— بھائی مہم پر جاتے ہی نصیب دشمناں بیمار ہو گئے
بہت بارشوں کی وجہ سے بنگلہ کی زمین سے نکلنے والے بخارات کی لپیٹ میں آ
گئے۔ اب ان دنوں فتحیاب ہو کر لوٹا ہی چاہتے ہیں —— چھٹی نویسنی کو
انہیں ہی خط لکھنے کے لئے لائی ہوں۔

(دوسری ڈولی سامنے آتی ہے)

داروغنی ۔ لو پردہ تھامو، اُڑدابیگنی !

اُڑدابیگنی ۔ بخت بلند نواب ننھی بیگم —— اللہ رسول کی امان! بیگم غلام تسلیمات عرض کرتی ہے (سخت حیران ہوکر) قباد!! —— قباد!!

نواب ننھی بیگم ۔ ہاں اڑدابیگنی ۔ یہ ہمارے نئے خواجہ سرا ہیں ۔ آئیں ہائیں! یوں ششدر کیوں رہ گئیں ۔ جانے بس بُت ہوگئیں تم ۔ نئے فرمان میں نام نہیں دیکھا خواجہ قباد کا —— ؟ تعجب ہے —— داروغنی !

داروغنی ۔ ہاں نواب صاحبہ —— نام تو کب کا شائع ہوچکا تھا ۔ لیکن خدا جانے اُڑدابیگنی کو کیوں نہیں بتایا گیا ؟ میں تو آج بھی اسے فرمان سنا رہی تھی لیکن ......

(ڈولیاں حرم میں چلی جاتی ہیں)

اُڑدابیگنی ۔ ڈولیاں چلی گئیں —— قباد —— قباد خواجہ سرا ہوگیا ۔ داروغنی! تمہاری کاشفہ پاگل ہوجائے گی —— قباد نے یہ کیا کیا —— قباد نے یہ کیا کیا

داروغنی ۔ تم نہیں جانتیں کاشفہ —— قباد کو تم سے کتنی محبت تھی ۔ وہ تمہارے کتنا قریب ہونا چاہتا تھا وہ چوگان محبت میں تم سے گوئے سبقت چھین لے گیا ہے ۔ تمہاری محبت کا یہ عالم ہے کہ شاہی محل سے نکل کر گولندازوں کے ہاں تک بھی نہ پہنچ سکیں جہاں وہ ساری ساری رات منڈلایا کرتا تھا اور نواب ثالث زمانی کو اکثر شجاعت خاں کے بھوت کا دھوکا ہوتا —— کئی اندھیری راتیں، کئی چاندنی راتیں گذر گئیں اور وہ برابر گولندازوں کے ہاں آیا کیا —— اور تم، تم پانی کی کھال سے آگے نہ بڑھ پائیں —— !

اُڑدابیگنی ۔ قباد! تو نے یہ کیا کیا —— تم نے محبت پر اپنا سب کچھ قربان کردیا ۔ قباد تو ہمیشہ

سچی اور پاک محبت کا نام لیا کرتا تھا ـــــ سچی اور پاک محبت جس میں جسم کو کوئی دخل نہیں ـــــ قباد! میں پاگل ہو جاؤں گی۔

داروغنی - اب شجاعت خاں کے بھوت کو گولنداروں کے ہاں منڈلانے کی کوئی ضرورت نہیں - اب وہ نواب ثالث زمانی بیگم کے بغلی کمرے کے پاس جہاں اُردا بیگنی کا حجرہ ہے منڈلایا کرے گا ـــــ تو کاشفہ! میرے خیال میں وہ شجاعت خاں کا بھوت آرہا ہے۔ شجاعت خاں کا بھوت! ـــــ میں جاتی ہوں۔

(ایک طرف غائب ہو جاتی ہے دوسری طرف سے قباد آتا دکھائی دیتا ہے)

اُردابیگنی قباد ـــــ قباد!

قباد۔ (قریب ہو کر) کاشفہ میری اپنی کاشفہ!

اُردابیگنی۔ قباد تم ہو ـــــ قباد! میرے کمسن محبوب ـــــ تم نے یہ اقدام کیوں کئے۔ تم نے یہ اقدام کیوں کئے ـــــ بتاؤ بتاؤ!

قباد - اپنی کاشفہ کے قریب ہونے کے لئے ـــــ قریب تر ہونے کے لئے وہاں محل کے نیچے منجمد کر دینے والی سردی تھی کاشفہ! وہاں پانی اور کیچڑ تھی جس میں سردیوں کی لمبی راتیں پھنس کر رہ جاتی تھیں۔ یہاں مونگ اور سن کی فصلیں ہیں اور تمہارا گرما دینے والا حسن کاشفہ!

اُردابیگنی۔ آہ قباد! میرے معصوم محبوب! تو نہیں جانتا تو نے کیا کیا ہے؟ تیری معصومیت کے صدقے! میں تیری قربانی کا جواب قربانی سے دوں گی۔ لیکن ـــــ (نفرت سے) خواجہ سرا قباد! مجھے یقین نہیں آتا کہ تم ایسی ذلیل حرکت پر کیسے اُتر آئے؟ ـــــ تم عورت ہی ہوتے ـــــ اب تم مرد ہو نہ عورت۔ تم کیا ہو تم کچھ بھی نہیں ہو۔ (محبت سے) لیکن آہ! قربان جاؤں تمہارے بھولپن

کے میرے قباو ب۔۔۔ اُدھر وہ مجھے اپنا ہاتھ۔۔۔۔۔ (چیخ مار کر) آہ! مجھے اس سے کتنا ڈر آتا ہے۔ اس برف ایسے ٹھنڈے اور منجمد ہاتھ سے۔۔۔۔۔!

قباد۔ (آواز بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے) اسے ہے کاشفہ!

اُڑدا بیگنی۔ اُوف میرے اللہ! تمہارا لہجہ کس تیزی سے بدل رہا ہے اس سے پہلے تم کتنے دُبلے پتلے انسان تھے۔ اب گوشت تمہارے جسم اور تمہاری گردن پر جمع ہو رہا ہے (روتے ہوئے) قباد! مونگ اور سن کی ان فصیلوں میں نواب بلند بخت آئے، نواب کاوس شاہ آئے اور مرزا لئے کوچک سلطان بھی آتے ہیں۔۔۔۔ لیکن تم ایسے آئے کہ گولنداز دل کے ہاں کی کیچڑ بھی ساتھ ہی لیتے آئے، جس میں کاشفہ کا گرما دینے والا حُسن بھی سردیوں کی لمبی راتوں کی طرح پھنس کر رہ جائے گا۔۔۔۔۔

قباد۔۔۔۔۔ قباد۔۔۔۔۔ تم نے یہ کیا کیا؟

قباد۔ میں تم سے کل کی بات کہتی ہوں۔۔۔۔ کہتا ہوں، کاشفہ۔۔۔۔ کل جو کہ اب عدم آباد والوں کا حصہ ہو چکا ہے۔ کل جبکہ مجھ میں مرد کا صائب حسد زندہ تھا اور جب میں نے مرزا لئے کوچک کو دست بدست لڑائی میں زخمی کیا تھا اور ابھی اپنے نئے بیٹے کی تعلیم پانے کے لئے خواجہ سراؤں کے ہاں نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔ مرزا لئے کوچک نے حضرت علی کی نیاز کے روز ایک مشروع کا تھان اور مونگے کی مالا دی اور وہ میری برداشت سے باہر تھی۔ میں جانتا تھا کہ تم بھی مشروع میں ملبوس ہو کر اور مالا میں محض ایک مونگا بن کر لٹک جاؤ گی۔۔۔۔ خواجہ سراؤں کی آمدنی کے پیش نظر مجھے خیال تھا کہ میں تمہیں ایک موتیوں کی مالا نذر کر سکوں گا موتی جو مونگے سے گراں تر ہوتے ہیں اور تم موتی بن کر لٹکنا زیادہ پسند کرو گی۔۔۔۔۔۔

اُڑدا بیگنی۔ تم کس قدر بھولے ہو قباد! عورت خواہ مونگا بنکر لٹک جائے خواہ موتی بن کر لٹکنا

وہیں رہتا ہے۔ میرے محبوب! عورت دولت نہیں چاہتی۔ جاہ و حشمت کی طلبگار نہیں ہوتی۔ وہ محبّت چاہتی ہے لیکن..... لیکن محبت کسے کہتے ہیں۔ یہ تم نہیں جانتے، شاید یہ میں بھی نہیں جانتی۔

قباد۔ مجھے تم سے محبت ہے ــــ پاک اور بے لوث محبت! میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں بھی مجھ سے بے غرض محبت ہوگی۔ تم میری قربانی کا جواب قربانی سے دینے کا وعدہ کرتے ہوئے وفا کی لاج بھی رکھ رہی ہو اور نفرت بھی جتا رہی ہو...... لیکن اس میں تمہارا کیا قصور ہے کاشفہ! ......

اڑدا بیگنی۔ جسے تم محبت کہتے ہو، وہ محبت نہیں ہے ــــ رفاقت ہے۔ جیسے دو مسافر ایک ہی منزل کو روانہ ہوں اور انہیں منزل کے ایک ہونے کی وجہ سے ایک طرح کی محبت ہو جائے جیسے ایک انتہائی بدصورت انسان کی صورت سے کوئی اتنا مانوس ہو جائے کہ اس سے خوف کھانے کی بجائے اس سے انس ظاہر کرنے لگے...... لیکن تمہارے اس فعل کے پیچھے جو خلوص ہے، میں اس کی قدر کرتی ہوں ــــ قباد!...... لیکن...... قباد ــــ

قباد۔ (روتے ہوئے) میں کچھ نہیں جانتا ــــ میں اس وقت نہیں جاننا چاہتا کہ میں نے کیا کیا ہے، کاشفہ! ــــ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ میں تمہیں چاہتا ہوں ــــ اور........

(پردہ)

دوسرا منظر

حرم کا اندرونی منظر - نواب ثالث زمانی کے محل کا ایک کشادہ سا کمرہ جس کا ماحول پردوں اور ہر قسم کے ساز و سامان کے اعتبار سے نہایت پُر تکلف ہے۔ سامنے دو تین سیڑھیاں ایک بڑے مسند کے ساتھ ملحق ہوتی ہیں۔ اس مسند پر بیسیوں گاؤ دم تکیئے اور کئی ایک پیچواں اور کٹوریاں دکھائی دے رہی ہیں۔

پردہ اٹھنے پر دروازے کے قریب باریدارنیاں حکم کی منتظر کھڑی نظر آتی ہیں۔ اور بیگمات کھڑکیوں سے نیچے ایک جلوس کو دیکھ رہی ہیں۔ یہ جلوس مرزائے کوچک کے محلوں میں فاتحانہ داخلے کے سلسلہ میں ہے۔ اس لئے نفیریوں اور شادیانوں کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دیتی ہیں

ایک آواز :- نواب کوچک سلطان فاتح بنگلہ زندہ باد!

دوسری آواز :- دولت کاؤس شاہی پائندہ باد!

ساتھ کے کمرے میں عورتیں گا رہی ہیں

"دیوے مبارکبادیاں رہی مائی جم جم نت نت"

نواب ننھی بیگم - (کھڑکی سے سر نکالتے ہوئے) مبارک ہو بہن ثالث —— سچ کہتی ہوں، مجھے تو تم پر رشک آتا ہے۔

داروغنی - بیگم سچ فرماتی ہیں —— اللہ کرے نواب کوچک کا سا بھائی ہر کسی کا ہو

اڑوا بیگنی - میں پہلے نہ کہتی تھی بیگم —— مرزا کوچک بڑے شہزور آدمی ہیں اور بنگلے کی مہم ہیں

ضرور کامیاب رہیں گے۔

نواب ثالث زمانی - اپنوں کو خوشی نہ ہوگی تو کیا دوسروں کو ہوگی؟ جب کوچک بھائی یہاں پڑے انڈے سر غبیوں کے لڑایا کرتے تھے تو نواب صاحب کا یہ خیال ہو چلا تھا کہ یہ بس انڈے لڑانے ہی تو جانتے ہیں۔

نواب ننھی بیگم - ان کی کیا بات کرتی ہو ثالث بہن! بیٹھے بٹھائے پھبتیاں کسنا تو ان کا کام ہی ہے ـــــ اور جو میں ان سے اِتّی وہ نہ کروں تو سہروز میرے سر پر چکی دلا کریں۔ سچ!

ثالث زمانی - ہاں ننھی ـــــ وہ تو ان کی بات ہی ہے۔

ننھی بیگم - اری بی قباد! ـــــ جا تو میرا پاندان اٹھالا۔

خواجہ قباد - جاتی ہوں بیگم صاحبہ ـــــ ہاں تراش بھی لاتی ہوں۔ سموسہ گلوری لاؤں یا لُقّی؟

ننھی بیگم - میرے لئے تو سموسہ لے آؤ یا تعویذی اور ـــــ ثالث بہن کیا لیں گی؟

ثالث زمانی - بیڑا لُونگی اور کیا؟ ـــــ لیکن دیکھو اتنا چونا نہیں لگانا جتنا اُس روز لگایا تھا مُنھ کا ایک کلہ آج تک سُوجا ہوا ہے۔

خواجہ قباد - بیڑا وہ کاٹ کے لاؤں گی کہ بیضہ مانند پڑ جائے اور نہیں تو ـــــ

اُڑدا بیگنی - (آہستہ سے) قباد! خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو.....

ننھی بیگم - اور دیکھو بی قباد! ـــــ آج آخری چہار شنبہ ہے انگوٹھی اور چھلّے بھی لیتے آنا آج خیر سے کوچک میاں کو بھی ایک انگوٹھی دوں گی۔

(قباد جاتا ہے)

ثالث زمانی - اور ہاں دو گی کیوں نہیں؟ پچھلی دفعہ سن ہو رہا تھا کہ آپا ننھی بیگم مجھ سے ناحق تنی رہتی ہیں۔

اُڑدا بیگنی - وہ تو ایسے نہیں ہیں بیگم جو ذراتی سی بات پہ منہ کو آئیں ـــــ وہ جو کام بھی

کریں ایک قرینے کے ساتھ۔ انڈے لڑاویں تو اس میں بھی شاہانہ شان ٹپکے ـــــ
جن میں بازو کا زور ہوتا ہے وہ نہیں ہوتے خفا ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر ـــــ
ثالث زمانی ۔ ہاں کاشفہ ـــــ لو کوچک میاں آگئے ۔
(استقبال کے لئے اٹھتی ہے اور سیڑھیوں سے نیچے آتی ہے ۔
ایک طرف سے کوچک میاں داخل ہوتے ہیں۔ ہاروں سے لدے پھندے ہیں۔ سر پہ دوپلی آڑی رکھی ہوئی ہے۔ ذرا بانکے دکھائی دیتے ہیں۔ ہاتھ میں ہمیشہ کی طرح ایک انڈا ہے)
مرزائے کوچک ۔ آداب عرض کرتا ہوں آپا ـــــ اور چھوٹی آپا کو بھی تسلیمات عرض ہیں ۔
ننھی بیگم ۔ (نیم دلی سے بڑھتے ہوئے) کوچک میاں کو بنگلہ کی فتح مبارک ہو!
(کوچک میاں جھک کر سلام کرتے ہوئے ہاروں کا بوجھ اتار کر ایک طرف رکھ دیتے ہیں ۔ نواب کاؤس شاہ داخل ہوتے ہیں)
ثالث زمانی ۔ اب طبیعت کیسی ہے کوچک میاں؟ ـــ سنا تھا پچھلے دنوں طبیعت خراب تھی
نواب کاؤس شاہ ۔ خیر سے بھلا چنگا ہے ۔ ایک دن کچھ سر درد ہوا تھا اور بس ـــــ تم عورتیں بھی خوب رائی کا پہاڑ بنا لیتی ہو واللہ!
مرزائے کوچک ۔ ٹھیک کہتے ہیں نواب
ننھی بیگم ۔ اونہہ! آپ کی تو عادت ہے کہ بات منہ سے نکلی نہیں اور پکڑ لی
نواب کاؤس شاہ ۔ اچھا بھلا جو منہ میں آئے کہہ جاؤ ـــــ
ننھی بیگم ۔ اچھا، تو میں چپ ہو جاتی ہوں ۔ میری باتیں کہاں اچھی لگتی ہیں آپ کو ـــــ!
کاؤس شاہ ۔ ثالث کو بہت بولنا چاہیئے اور وہ چپ ہیں ـــــ مبارک باد بھی نہیں دے سکیں بھائی کوچک کو ـــــ

ثالث زمانی (گلے میں رقت ہے) مجھ سے بولا نہیں جاتا ــــــ

نواب کاؤس شاہ۔ اوہ! اتنی خوشی ہے واللہ کہ رو رہے ہیں

(سب ہنستے ہیں)

ثالث زمانی۔ یہ آپ ہی تھے جو کہتے تھے کہ بس انڈے لڑانے ہی آتے ہیں کوچک میاں کو

کاؤس شاہ۔ اوہ! رگ یہ دکھ رہی ہے ــــ؟

مرزا کوچک۔ وہ تو مذاق میں تھا ــــ آپا جان!

ثالث زمانی۔ جی ہاں، جانتی ہوں

نواب کاؤس شاہ۔ یہ لو ــــ ارے بابا! ان عورتوں سے خدا بچائے۔ یہ وہ ہیں جو کنوئیں میں گھسے ہوئے عاجز کا نکیلا پٹھ سے کر پہنچ جاتی ہیں ــــ ارے بابا! ابھی نخی سر ہو رہی تھیں اب تم جوتے لگاؤ۔

ثالث زمانی۔ آئے ہائے! میں کیوں دشمنوں کے جوتے لگانے لگی؟

نواب کاؤس شاہ۔ ہاں ہاں! "دشمنوں" کو کیوں لگانے لگی؟

(سب ہنستے ہیں)

مرزا کوچک۔ تم تو اپنی اپنی ــــ گویا برسوں کی بے بیٹھے ہو

کاؤس شاہ۔ اللہ ہی بچائے۔ اب تو کفر کی چیل نکلی ہیں ــــ

ننھی بیگم۔ خود ہی واویلا کرتے ہیں اور خود ہی ڈرتے ہیں ــــ مگر ان سے کون کہے؟

مرزا کوچک۔ (ہنستے ہوئے) اور کہہ بھی دیا ــــ کیا ادا ہے۔

ننھی بیگم۔ چلو چھوٹے میاں ــــ آج ہی آئے اور آج ہی ......

ثالث زمانی۔ ارے چھوٹے میاں ــــ کوئی بنگلہ کی ہو ــــ

کاؤس شاہ۔ ڈبگیں چل نکلیں گی بیگم ــــ یہ خیال شریف میں رہے۔

ننھی بیگم ۔ مشکل سے جان چھڑا کر آیا ہے اور بہن ثالث اسے پھر بنگلہ کی یاد دلا رہی ہیں ـــــ کچھ ستانے تو دو ـــــ

کاؤس شاہ ۔ یہیں بنگلہ کا رن نہ پڑ جائے سبے مجھے تو ڈر آتا ہے

ثالث زمانی ۔ اور نہیں تو کاشفہ کو کہتی ہوں ـــــ وہ کچھ سنائے

اُڑدا بیگنی ۔ (شرماتے ہوئے) بیگم صاحبہ ! مجھے گا نا نہیں آتا ۔

کوچک سلطان ۔ (حیران ہو کر) اُڑدا بیگنی ـــــ کاشفہ ! (اپنے آپ سے) کیا رنگ نکالا ہے ! کاشفہ ! ـــــ یہ تیری محبت تھی جو ـــــ

ثالث زمانی ۔ چل ہٹ ! گانا نہیں آتا ۔ چار پانچ روز سے وہ سر کھایا ہے ..... وہ مشق کی ہے کہ ...... اور اب ـــــ

ننھی بیگم ۔ منہ پہ تعریف گالی برابر ہوتی ہے ۔ لیکن کہاں اُڑدا بیگنی اور کہاں عمر خیام کی رُباعیات ـــــ اللہ کی دین ہی تو ہے ـــــ اور پھر کیا گلا پایا ہے !

ثالث زمانی ۔ ایرانی نژاد ہے آخر ـــــ اس کے دادا کو ابھی تک لشکری نہیں آتی ۔

کاؤس شاہ ۔ اُڑدا بیگنی ـــــ گاؤ ، ہم تمہیں دو شالا دیں گے

مرزائے کوچک ۔ مشروع کا تھان دیں گے

اُڑدا بیگنی ۔ (مرزائے کوچک کی طرف دیکھتے ہوئے) پہلے ہی حضور کی جوتیوں کے صدقہ کیا تھوڑا ہے ؟

کاؤس شاہ ۔ داروغنی ـــــ

داروغنی ۔ حکم سرکار !

کاؤس شاہ ۔ اس کٹوری میں تمباکو کم ہے ۔ جا اور تمباکو لے آ (قدموں کی آواز)

خواجہ قباد ۔ (داخل ہوتے ہوئے) لیجیے حضور پاندان !

کاؤس شاہ ۔ بیگم بنیا خواجہ سرا کیسا ہے ؟

ننھی بیگم - اچھا ہے! ! ایک طرف ہوکر اکیلے میں بتاؤں گی

مرزلٹے کوچک - اور ہم کیا پرائے بیٹھے ہیں جو ہم سے چھپاتی ہو، آپا؟

ثالث زمانی - تعجب ہے ـــــ !

ننھی بیگم - ایسی بھی باتیں ہیں.... جو مردوں سے چھپانے لایق ہوتی ہیں -

ثالث زمانی - گویا نواب تو کوئی وُہ ہیں ـــــ

(ہنستے ہیں)

کوچک سلطان - تھکا ہوا ہوں ـــــ بھئی کوئی بات ہو جائے -

ثالث زمانی - کاشفہ کا گانا

کاؤس شاہ - فرمائشی ؟

ثالث زمانی - ہوسکتا ہے کیا کاشفہ بی ؟

اُڑوا بیگنی - ہوسکتا ہے سرکار، لیکن ......

ننھی بیگم و ثالث زمانی - لیکن ویکن ہم نہیں جانتے ہیں -

خواجہ قباد - نواب صاحب! ـــــ بندی تعویذی پیش کرتی ہے

کاؤس شاہ - واللہ خوش کر دیا ـــــ لاؤ تعویذی ـــــ

ثالث زمانی - کیا گلوری ہے !

خواجہ قباد - نواب صاحب ـــــ بندی تُقمی پیش کرتی ہے

ننھی بیگم - لاؤ تو بی قباد ـــــ

کوچک سلطان - اوہ قباد! (حیرانی چھپاتے ہوئے) تم ہو قباد ـــــ گولنداذوں کے ہاں منڈلانے والے ـــــ !

خواجہ قباد - جی، میں ہی ہوں ـــــ وُہ قباد ـــــ

کوچک سلطان۔ ہوں ۔۔ تو گویا تم زندہ ہو۔ ! تمہارا گھاؤ ابھی تک رِس رہا ہے (خوش ہو کر)
لیکن ۔۔۔ نہیں ۔۔۔ تم زندہ نہیں ہو۔ واللہ کیا صورت نکالی ہے!

(ہنستا ہے)

آخر تم نے میرا کہنا مان ہی لیا۔ کیا سعادت ہے!

خواجہ قباد ہاں نواب صاحب! مان لیا..... لیکن .. لیکن .. آہ!..... لیجئے ۔۔ یہ سموسہ گلوری!

کوچک سلطان ۔ شکریہ! تم کتنے اچھے دکھائی دیتے ہو قباد ۔۔۔ میں نے کہا تھا کہ اپنی شکست کا بدلہ لوں گا۔ سو میں نے لے لیا ہے۔

خواجہ قباد ۔ اس کے لئے بھی بندی شکریہ ادا کرتی ہے ۔۔۔

کاؤس شاہ ۔ ارے بابا! تم کن ذاتیات میں پڑ گئے ہو۔؟

ثالث زمانی ۔ اب سنو گے بھی اپنی دلپسند چیز ۔۔۔؟

کاؤس شاہ ۔ ارے بھائی وہ گاؤ ۔۔۔

اے نمکپاش خدا کے لئے چٹکی نہ دے

کوئی دم اور تڑپنے کا مزا رہنے دے

ثالث زمانی ۔ ہاں ہاں ۔۔۔ کچھ تو ہاتھوں میں مرے دزد حنا رہنے دے ۔۔۔ اور اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ ۔۔۔ علاج تشنگیم کے شود ز آتش عشق

نھی بیگم ۔ یوں فیصلہ نہیں ہو سکے گا۔ اچھا ہے، کاشفہ کو وہی چیز گانے کے لئے دی جائے جو اس نے اپنی مرضی سے تیار کی ہے۔

داروغنی ۔ (داخل ہوتے ہوئے) حضور! لیجئے نئی کٹوری ۔۔۔

کاؤس شاہ ۔ تمبا کو کافی ہے ۔۔۔ داروغنی ۔۔۔

داروغنی۔ سرکار!

ثالث زمانی کاؤس شاہ ۔ سازندے ہیں نا ——؟

داروغنی۔ یہی دروازے کے پاس حکم کے منتظر کھڑے ہیں۔

کاؤس شاہ ۔ بھیجدو اندر اور سنو —— دروازہ بند کردو ۔

داروغنی ۔ بہت اچھا سرکار ۔ (جاتی ہے)

کوچک سلطان ۔ (ہنستے ہوئے) خواجہ قباد —— خواجہ قباد ——

کاؤس شاہ ۔ کاشفہ! اب کہو گی بھی کچھ —— سازندے آگئے ۔

اُڑدابیگنی ۔ جو ارشاد —— (گاتی ہے)

ساقی نظرے بہ یکساں بہر خدا
بشکن بُت بوالہوساں بہر خدا

(پہلے مصرعہ کی ادائیگی میں اتنی انتجا ہے کہ کوچک سلطان اسے سن کر بےخود ہو جاتے ہیں اور داد میں سر دُھننے لگتے ہیں)

کوچک سلطان ۔ واہ وا —— حالت غیر کردی —— کاشفہ —— واہ ——

اُڑدابیگنی ۔ (گاتے ہوئے)

ساقی نظرے بہ یکساں بہر خدا
بشکن بُت بوالہوساں بہر خدا
ماماہیٔ مردہ ایم و تو آبِ حیات
ما را بوصال خود رساں بہر خدا

(کچھ دیر سب بےخود اضطراب رہتے ہیں —— گویا گانے کی اس سے بڑی تعریف نہیں کر سکتے)

کوچک سلطان ۔ واہ وا ـــ واہ ہی واہ ـــ کیا میٹھا گانا تھا ـــ سفر کی تھکان جاتی رہی

کاؤس شاہ ۔ خدا قسم! کیا گلا پایا ہے ـــ اور بول کیا تھے، نشتر تھے

نھی بیگم ۔ نشتر ؟ ـــ اوہو! نشتر ہی تھے کہیں

کاؤس شاہ ۔ جانے نھی بیگم خود بہت اچھا گاتی ہیں

نھی بیگم ۔ نہیں یہ تو نہیں لیکن نشتر ـــــ

کاؤس شاہ ۔ اماں چھوڑو اس کو اب

ثالث زمانی ۔ بھئی اب چلا جائے ـــ کھانے میں دیر ہو رہی ہے ۔ داروغنی کب سے منتظر ہے بیچاری ۔

کاؤس شاہ ۔ چلو چلیں ـــــ

نھی بیگم ۔ ہاں بھئی، اب بہت دیر ہوگئی ـــ اٹھو، لو کوچک میاں، یہ چار شنبے کی انگوٹھی ہے ۔ تم نہیں چلو گے کیا ؟

کوچک سلطان ۔ انگوٹھی کے لئے شکریہ آپا ـــ اس پر کیا لکھا ہے ـــ شیر بنگلہ (کھسیانی سی ہنسی ہنستے ہوئے) اجی کہاں، آپا ـــ میں اس خطاب کا سزاوار نہیں ہوں ـــ اور ہاں میں کھانے پر بھی نہیں جا سکتا ۔ ذرا آرام کروں گا ۔ کاشفہ مجھے کوئی ہلکا پھلکا گانا گا کر سلا دے گی ۔ اور قباد ـــ بی قباد ـــ تم بھی یہیں ٹھیرو

(باقی سب چلے جاتے ہیں)

کوچک سلطان ۔ سناؤ بھائی قباد ! اب تم بتاؤ شکست تمہاری ہوئی یا میری ؟

خواجہ قباد ۔ اے حضور، شکست ہمیشہ ہم غلاموں ہی کی ہوتی ہے

اڑوا بیگنی ۔ نواب صاحب ! خدارا یوں بات نہ کیجئے ۔ قباد آپ کی ہاں میں ہاں ملائے

چلا جائے گا جو کچھ کہ وہ کر رہا ہے اور جو کچھ کہ وہ کر چکا ہے اس کی نوعیت قباد خود بھی سمجھنے سے قاصر ہے۔

خواجہ قباد۔ اسے ہے تم کیا کہہ رہی ہو کاشفہ! ـــ جیسے میں بچہ ہی تو ہوتی ہوں۔

کوچک سلطان۔ (احساس فتحمندی سے) میں کاشفہ سے محبت کرتا تھا اور تم بھی کاشفہ سے محبت کرتے تھے۔ ہمارے دونو کے درمیان ایک ہی بات مشترک تھی ـــ اس لئے تمہیں اس بات کا فخر بھی حاصل ہو سکا کہ میرے ساتھ بات کر پاؤ ـــ میں نے تمہاری حوصلہ افزائی کی ـــ اور تمہیں کاشفہ کے قریب ہونے کا طریقہ بتا دیا۔ (ہنستا ہے)

اب تم کاشفہ کے کس قدر قریب ہو گئے ہو ـــ کس قدر قریب!

خواجہ قباد۔ کاش میں قریب نہ ہوتی ـــ بالکل کاشفہ ہو جاتی لیکن ......

نواب کوچک۔ (قہقہہ لگاتا ہے) ہا ہا ہا ہا ـــ

اُڑدابیگنی۔ (بلند آواز سے) خاموش! نواب صاحب ـــ آپ کو ندامت سے سر جھکا دینا چاہیے۔

(مرزا کوچک پر کٹوری پھینکتی ہے جو فانوس سے بچتی ہوئی نیچے گر جاتی ہے)

نواب کوچک:۔ اوف ـــ لیکن بچ گیا۔ اتنی جرأت کاشفہ ـــ بیس ہزار کا فانوس توڑنے لگی تھیں ـــ

اُڑدابیگنی۔ (غصے سے) اب قباد میں مرد کے حسد اور مرد کے انتقام کو کچل کر آپ قہقہے لگاتے ہیں۔ وہ دن یاد نہیں جب آپ کا عمامہ مبارک قباد کے ہاتھوں بدر رو میں لڑھک رہا تھا ـــ آپ اسے ذلیل کرتے ہیں اب جیسے آپ نے مرد بھی نہیں رہنے دیا ـــ اور جو نہ عورت ہے! کاش آپ کسی مرد سے ہی باتیں کرتے تو وہ اس

پھرے ہوئے شیر بنگلہ کو ردباہ اودھ میں تبدیل کر دیتا۔ آپ کسی عورت سے
باتیں کرتے تو وہ آپ کو دوپٹہ اڑھا ڈگڈگی پہ نچا بھیجتی ——

مرزا کوچک۔ (بلند آواز میں) کاشفہ! تم ایک دو پیسے کی چھوکری ایسے منہ کو آتی ہو ——

اُڑدا بیگنی۔ معاف کیجئے —— آپ کی طرح کسی بہن کی بدولت وو شالے نہیں پھڑکاتی پھرتی
—— اور جب ایک دو پیسے کی چھوکری کو منہ لگایا جاتا ہے تو وہ آپ کی والدہ
مرحومہ سے بھی زیادہ ذی وجاہت ہو جاتی ہے ——

مرزا کوچک۔ ہوں! —— میں اپنی دانست میں قباد کو مار چکا تھا لیکن اب دیکھتا
ہوں قباد مرا نہیں —— قباد اُڑدا بیگنی کے دل میں بدستور زندہ ہے۔

خواجہ قباد۔ (خواجہ سرایانہ انداز میں) اجی حضور! خفا نہ ہو جیئے —— کیا کبھی بے لوث
محبت بھی فنا ہوتی ہے

مرزا کوچک۔ (دانت پیستے ہوئے) بے لوث محبت! (بلند آواز سے ہنستا ہے)
(طنزاً) اور کاشفہ کتنی حسرت کے ساتھ گاتی ہے

مارا بوصالِ خود رساں بہرِ خدا

اُڑدا بیگنی۔ (خجل ہو کر) اس کا یہ مطلب نہیں کہ ....

مرزا کوچک چھ دن کی تیاریاں —— اور اس کا یہ مطلب نہیں! میں نے تمہارے
دل کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھ لیا ہے کاشفہ۔ اب تم مجھ سے نہیں چھپ سکتیں۔ اگر ابھی تک
قباد میرے راستے میں حائل ہے تو میں اسے جلا دوں گا۔ راکھ کر دوں گا ——
(اُٹھتا ہے اور خنجر لے قباد کو مارنے کے لئے دوڑتا ہے)

خواجہ قباد۔ اے خدا کے لئے مجھے بچاؤ' کاشفہ بی —— خدا کے لئے —— رسول کریم
کے لئے۔

اُڑدا بیگنی - یہ خونی پنجہ مجھ پہ اُٹھے کوچک میاں —— پھر قباد کو ہاتھ لگانا —— میرے پیچھے ہو جاؤ، قباد - تمہارا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا - پہلے میری آنتیں باہر آئیں گی پہلے میں دو نیم ہو جاؤں گی اور پھر مرزا کے کوچک کی "ذوالفقار" تمہیں چھوئے گی۔

(قباد ہانپنے لگتا ہے اور اُس کی "اللہ اللہ" کی آوازیں سنائی دیتی ہیں —— شور سن کر نواب ثالث زمانی بیگم داخل ہوتی ہیں)

ثالث زمانی - کوچک میاں —— شیر بنگلہ! تمہیں عورت پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے شرم نہیں آتی —— ؟

کوچک سلطان - عورت نہیں آپا جان! یہ وہ مرد ہے جو عورت کی پناہ لے رہا ہے۔ —— قباد!

ثالث زمانی - یہ اور بھی باعث ننگ ہے - آج بنگلہ سے لوٹتے ہوئے تمہارے یہ اقدام ہوں کہ ایک خواجہ سرا پر ہاتھ اٹھاؤ —— کیا یہ کوچک سلطان کی شان کے شایاں ہے؟ چل اُٹھ، خاصے پر میرے ساتھ چل ——

(باہر نکل جاتے ہیں)

خواجہ قباد - کاشفہ! میں تمہارا کتنا ممنون ہوں —— کتنا م......

اُڑدا بیگنی - چل ہٹ میں تمہارا مُنہ دیکھنا نہیں چاہتی ——

خواجہ قباد - کاشفہ —— کیوں؟ تم نے اپنی زندگی کو جوکھم میں ڈال کر مجھے بچایا —— اب میرا مُنہ دیکھنا نہیں چاہتیں —— کاشفہ ——

اُڑدا بیگنی - چلی جاؤ —— جاؤ، بی قباد —— مجھے تم سے نفرت ہے ——

(پردہ)

تیسرا منظر

محلسرا کا ایک اور کمرہ۔ قریب قریب ایسا ہی جیسا دوسرے منظر
میں نظر آتا ہے۔ ایک لونڈی گا رہی ہے۔

دل کہے ہے کہ مجھے روزنِ سینہ سے نکال ورنہ خوں ہو کے میں آنکھوں سے نکل جاؤں گا
گر پڑا آگ میں پروانہ دمِ گرمیٔ شوق سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت کہ جل جاؤں گا

کاؤس شاہ۔ (دہراتے ہوئے) — سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت کہ جل جاؤں گا —— واہ!

ننھی بیگم۔ کیا خوب غزل ہے

(خواجہ قباد دوڑا ہوا آتا ہے)

خواجہ قباد۔ بیگم —— بیگم —— اے قبلہ نواب صاحب ——

ثالث زمانی۔ کیا ہے بی قباد؟

ننھی بیگم۔ کیا ہے بی قباد؟

کاؤس شاہ۔ اری کیا ہوا؟

خواجہ قباد۔ اجی سرکار! داروغنی سے پوچھئے —— خیر صلا والی سے —— اچھا سے ——
بندی عرض کرتی ہے —— ہائے آگ لگے ایسی جوانی کو، موئی جوانی ——

نواب کاؤس شاہ۔ اری کچھ کہے گی بی؟

ننھی بیگم۔ کیا ہوا جوانی کو —— جو اسے کوسنے دیئے جا رہی ہو؟

خواجہ قباد۔ اے بیگم کیا بتاؤں —— کاشفہ بی دروازے میں کھڑی تھی —— کہہ رہی تھی
—— اب آپ سے کیا چھپاؤں —— اب جبکہ کاشفہ بالکل مرنے کے قریب

ہے تو آپ کیا کہیں گے۔ اجی وہ کہہ رہی تھی' قباد' مجھے تم سے عشق ہے۔

کاؤس شاہ۔ تبھی تو مرنے چلی ہے ـــــ

ثالث زمانی۔ خواجہ قباد سے محبت ہے ـــــ اڑوا بیگنی کاشفہ کو ـــــ

(ہنستے ہیں)

کاؤس شاہ۔ کاشفہ کی سی پری کو دیوزاد قباد سے محبت ہے۔ تو گویا یہ دیو پری کا قصہ ہے

(ہنستے ہیں)

ثالث زمانی۔ اور درمیان میں آدم بُو ـــــ

ننھی بیگم۔ جیسے عموماً مکھی بنا کر دیوار پر چپکا دیا جاتا ہے۔

ثالث زمانی۔ بیگم' مکھی نہیں ـــــ

خواجہ قباد۔ (بدستور ہنستے ہوئے) جی نہیں ـــــ اُسے محبت ہے۔ بے لوث محبت!

(سب ہنستے ہیں)

خواجہ قباد۔ عرض کیا حضور ـــــ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ ہمیں بچپن ہی سے ایک دوسرے سے محبت ہے۔ ہم ازلوں کے احاطے میں اکٹھے کھیلے' اکٹھے پلے اور پل کر جوان ہوئے۔ ابھی کاشفہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ میری ہو چکی تھی۔

(سب مکرر ہنستے ہیں)

نواب ثالث زمانی۔ بس ٹھیک ہے' اب تم قبر میں جاؤ تو پھر شادی ہو جائے گی۔

خواجہ قباد۔ اے سرکار! ـــــ اجازت ہو تو کہوں ـــــ کاشفہ کی ماں نے کہا تھا میری ماں کو ـــــ اگر لڑکی پیدا ہوئی تو تمہارے قباد کو دے دوں گی اور اگر ہوا لڑکا تو پیر غضنفر کے مجاوروں کے حوالے کر دوں گی ـــــ لیکن یہ قصے لمبے ہیں' یہ باتیں پھر ہو جائیں گی ـــــ حضور! کاشفہ سے باتیں کرتے ہوئے نواب کو چیک کا ذکر

آیا — تو نہ جانے وہ کیا ہوا — غشی جو آتی ہے تو دھم سے نیچے آرہتی ہیں۔

کاؤس شاہ۔ اوہو، تو شاہی طبیب کو کیوں نہیں بلایا؟

خواجہ قباد۔ عرض بندی کی یہ ہے کہ حکم نہ تھا سرکار کا۔

کاؤس شاہ۔ جاؤ، کاشفہ کو یہاں لے آؤ — اٹھاکر، جلدی سے — اور داروغنی یا باربرداری جو کوئی بھی نظر پڑتی ہے اسے کہو کہ شاہی طبیب کو بلالائے۔ اب تو حکم ٹھیک سے ہے — ؟

خواجہ قباد۔ جی، جی! حضور، جاتی ہوں۔ خدا آپ کا اقبال بلند کرے، خدا آپ کے...

(جاتا ہے)

کاؤس شاہ۔ یہ بات کیا ہوئی آخر؟

ننھی بیگم۔ آنکھوں سے دیکھے انسان تو صاف پتہ چلتا ہے

ثالث زمانی۔ تو ہماری آنکھوں میں کیا چھاپڑ گیا ہے؟ — اور میری طرف کیوں دیکھتی ہو

ننھی بیگم — اس سے تو صاف کہہ دو تو اچھا ہے

کاؤس شاہ۔ ارے بھئی، آپس میں کیا رازداری ہے!

ننھی بیگم۔ میں کوئی دشمنی کی نہیں کہتی، بھلے کی ہی کہتی ہوں تاکہ معاملہ بہت دور جانے سے پہلے ہی تم لوگوں کے کان ہو جائیں — کوچک میاں کو اُڑدا بیگنی کاشفہ سے محبت ہے —

ثالث زمانی۔ دیکھو، اُلٹی بات تو نہ کرو — چاند پر مت تھوکو، کہے دیتی ہوں۔ کاشفہ کو کوچک میاں سے کوئی بات ہوگی۔ کوچک میاں کی پروا کرتی ہے بیزار —

کاؤس شاہ۔ ہیں! ایک اُڑدا بیگنی کو اتنی جرأت کہ کوچک میاں سے آنکھیں لڑائے،

ننھی بیگم۔ چھنال! اور کٹنیوں کے ذریعے نامہ و پیام ہوتے ہیں۔ کاشفہ کی بوڑھی ڈھڈھو

ماں کی پانچوں گھی میں رہی ہیں پچھلے دنوں ——— اے بڑی فضیحتا ہے وہ دلالہ ——

کاؤس شاہ - (بلند آواز سے) بیگم! چراغ تلے اندھیرا - تم میں سے کسی نے بات بھی نہیں کی، سو رہی تھیں کیا ——— ؟

ننھی بیگم - اے گویا آپ میری باتیں سنتے ہیں -

کاؤس شاہ - کوچک میاں کے ختنے درست کر دیئے ہوتے ———

ننھی بیگم - وہ ثالث کے بھائی ہیں -

کاؤس شاہ - (زیادہ خفا ہو کر) کاشفہ کو محل بدر کر دیا ہوتا ———

ننھی بیگم - وہ کوچک میاں کی محبوبہ ہے

ثالث زمانی - پھر وہی بات ننھی بیگم ———

(قدموں کی چاپ ——— کوچک میاں بھاگتے ہوئے داخل ہوتے ہیں)

مرزا کوچک سلطان - (ہانپتے ہوئے) کاؤس بھائی، کاؤس بھائی ——— میں آپ سے ایک بات کہنے آیا ہوں - گردن زدنی ٹھہراؤ یا کچھ اور ——— میں بلا تمہید کہتا ہوں مجھے کاشفہ 'اُڑدا بیگنی' سے محبت ہے ———

ننھی بیگم - یہ رہا تمہارا چاند ——— ثالث زمانی بیگم!

ثالث زمانی - تو یہ نہیں ہو سکتا ——— کاشفہ نے کوئی تعویذ پلا دیا ہوگا

کاؤس شاہ - تمہیں کاشفہ سے محبت ہے ؟

ثالث زمانی - تمہیں کاشفہ سے ———

کوچک سلطان - محبت ہے !

کاؤس شاہ - (بلند آواز میں) کہیں تمہارا سر تو نہیں پھر گیا کوچک میاں ؟

کوچک سلطان - (بدستور گھبراتے ہوئے) میں کیا کہہ رہا ہوں یہ میں خود بھی نہیں جانتا ———

بلٹدا سے بچایئے ـــــ وہ نو لکھے کے قریب بیہوش پڑی ہے۔ بلٹدر۔۔۔

(اس اثنا میں خواجہ قباد ہانپتا ہوا آتا ہے)

خواجہ قباد۔ یہ ہے کاشفہ! ـــــ اے حضور! اسے کسی طرح ہوش میں لایئے' ہائے میں لٹ گئی ـــــ

نواب ثالث زمانی۔ داروغنی ـــــ

داروغنی۔ جی سرکار

ثالث زمانی۔ جا تو ذرا طاقچی پر سے وہ مراد آبادی ڈبیا لے آ۔ اس میں لخلخہ ہے۔ بہن ننھی ـــــ تو اٹھ ـــــ داروغنی کی بینائی کمزور ہے ذرا

(ننھی بیگم جاتی ہیں)

کاؤس شاہ۔ اس کے ہات اندر کو مڑے ہوئے ہیں

کوچک سلطان۔ (بدحواسی میں) دانت بھنچے ہوئے ہیں ـــــ

ثالث زمانی۔ آئے ہائے' کتنی گلفام تھی ـــــ اب منھ پر سیروں ہلدی بکھر رہی ہے۔

ننھی بیگم۔ (آتے ہوئے) اس کی ماں کو اطلاع دے دو۔ آئے ہائے! پھول ایسی بیٹی ہاتھوں سے جا رہی ہے۔

کاؤس شاہ۔ ہاں ہاں داروغنی جاؤ ـــــ دیکھتی کیا ہو؟

داروغنی۔ جاتی ہوں سرکار!

خواجہ قباد۔ آئے ہائے ـــــ میری عمر بھر کی کمائی ـــــ

کوچک سلطان۔ جلدی کرو ـــــ جلدی کرو ـــــ کوئی نہیں آتا

ننھی بیگم۔ یہ لیجیئے لخلخہ ـــــ اور بید مشک ـــــ اور نہ جانے کیا کیا ہے اسمیں۔ دیکھیے ثالث'

ثالث زمانی۔ روئی کا ایک پھاہا چاہیئے۔

کوچک سلطان - اس وقت روئی کہاں سے ملے گی؟ اس لحاف میں شگاف کر لیجیے -
ننھی بیگم - کوچک بھائی! دیکھنا میرا ایرانی لحاف ہے!
کوچک سلطان - آپا! مجھ سے دوگنی، سہ گنی قیمت وصول کر لینا - کاشفہ بچ جائے کسی طرح
کسی طرح ——
ننھی بیگم - قیمت کی کوئی بات نہیں کوچک میاں — ایرانی لحاف روز روز تھوڑے ہی آتے ہیں ——
کوچک سلطان - اُف آپا! تمہیں لحاف کی پڑی ہے
ننھی بیگم - اوہو! یہ تو میں بھول ہی گئی تھی کہ اب کوچک میاں کی وجہ سے یہ اُڑدا بیگنی ایک بیگم کا مرتبہ رکھتی ہے —— کیوں نہ ہو، ایرانی نژاد خاتون ہے ——
کوچک سلطان - تم عورتوں کو اپنی جنس کے لئے ذرا بھی ہمدردی نہیں ہوتی —— آپا، معاف کیجئے گا، اگر آپ کو یہ الفاظ ناگوار گذریں تو ——
ننھی بیگم کہہ دو —— کہہ دو —— ناگوار گذرتے ہیں تو تمہیں اس سے کیا - اپنی جنس کے لئے ہمدردی ہم نے تم ایسے مردوں کو سونپ رکھی ہے -
کوچک سلطان - للّٰہ! طعنوں کے لئے کوئی اور موقع اٹھا رکھنا —— تم بھی کنوئیں میں پڑے ہوئے عاجز پر بٹہ پھینکنے نکلیں ——
کاؤس شاہ - خاموش! —— کیا شور مچا رکھا ہے —— کاشفہ کو ہوش میں تو آنے دو - ہوا چھوڑ دو —— ہوا چھوڑ دو
(کاشفہ کی چیخ سنائی دیتی ہے
اُڑدا بیگنی - ہائے ہائے، میں کہاں ہوں —— ؟ قباد —— میرے قباد
(اِدھر اُدھر دیکھ کر) بی قباد ——

ثالث زمانی - ہات سیدھے ہو گئے ہیں ـــــــ

ننھی بیگم - دانت بھی کھل رہے ہیں

ثالث زمانی - دیکھو، قباد کا ہی نام لیتی ہے ـــ بی قباد ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی -

قباد - پنکھا کہاں ہے - اوہ ـــ جل تو جلال تو ـــــ

ننھی بیگم - رنگ آرہا ہے مُنہ پر واپس ـــــ

ثالث زمانی - ہاں، آنو رہا ہے ـــــ

اُڑدا بیگنی - چھوڑ دیجئے ـــ چھوڑ دیجئے ـــــ

داروغنی - حضور شاہی طبیب آئے ہیں ـــــ پردے میں ہو جائیں -

کاؤس شاہ - تم سب پردے میں ہو جاؤ ـــــ اور ہاں داروغنی، بابا طاہر کو فوراً اندر لے آؤ

(بیگمات کے اِدھر اُدھر ہو جانے کے بعد شاہی طبیب آتے ہیں)

شاہی طبیب - حضور پُر نور ـــ رعایا آداب و تسلیمات عرض کرتی ہے

مرزا کوچک - بابا طاہر، ایک لمحے کے لئے اِن آداب و رسوم کو چھوڑ کر اس عورت کی جان بچائیے ـــــ للّٰہ!

شاہی طبیب - کس کی جان بچاؤں ؟

مرزا کوچک - محل کی اڑدا بیگنی کی -

شاہی طبیب - یہ لیجئے دھاگا ـــ اِن کی نبض پر لپیٹ کر ایک سِرا مجھے دے دیجئے گا

کاؤس شاہ - یہ لیجئے ـــــ

(کاشفہ کراہتی ہے)

شاہی طبیب - پہلے انہیں کیا شکایت ہوئی ؟

خواجہ سرا - کچھ بھی نہیں حکیم صاحب! ــــ یوں ہی کھڑی کھڑی ایک دم نیچے آ رہیں اور ہات
پاؤں اندر کو مڑ گئے، نسیں تن گئیں - دانت بھنچ گئے ــــ اور منھ پر سیر ول
ہلدی بکھر گئی -

شاہی طبیب - ہوں! (وقفہ) اب ان سے پوچھئے کیسے محسوس ہوتا ہے ؟

خواجہ سرا - کہہ رہی ہیں دشمنوں کا جسم پھٹا جاتا ہے -

شاہی طبیب - کچھ اور تکلیف ہے ؟

خواجہ سرا - کہہ رہی ہیں دشمنوں کے ہات پاؤں سوجے ہوئے محسوس ہوتے ہیں ــــ
سب کچھ پھولا ہوا دکھائی دیتا ہے ــــ اور اعضا تھکے ہوئے ہیں ــــ جی
چاہتا ہے کہ ایک بازو کے دو بازو ہو جائیں ــــ ایک منھ کے دو منھ ــــ
اور نہ جانے کیا ہو رہا ہے -

شاہی طبیب - ان سے پوچھئے گا کہیں متلی تو نہیں محسوس ہوتی ؟

خواجہ سرا - اے ہے متلی کاہے کو محسوس ہونے لگی ــــ کہہ رہی ہیں کہ نہیں!

شاہی طبیب - نواب صاحب ــــ آپ ذرا ادھر تشریف لائیے ــــ میں تخلیہ میں
کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ــــ

نواب کاؤس شاہ - فرمائیے بابا طاہر ــــ

شاہی طبیب - (آہستہ سے) جان کی امان پاؤں تو ایک سوال پوچھ سکتا ہوں ؟ کیا
انہیں کسی سے محبت تو نہیں ہے ؟

نواب کاؤس شاہ - آ ...... آ ...... ن .... نہیں تو

شاہی طبیب میرا مطلب ہے ــــ محبت کا حیاتیاتی جذبہ اس عورت میں شدت
سے بیدار ہو چکا ہے ــــ اس کی شادی کر دیجئے ــــ

(پردہ)

چوتھا منظر

وہی جو دوسرے منظر میں ہے ۔ نواب ثالث زمانی بیگم ایک گاؤ تکیے پر بازو رکھے اپنا مُنھ چھپائے ہچکیاں لیتی ہوئی نظر آتی ہیں ۔ قریب کوچک سلطان بیٹھے ہیں ۔ ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ۔ جیسے آپا جان کو منانے کی کوشش کر رہے ہوں

نواب ثالث زمانی ۔ میں نے تو سب امیدیں تمہیں پر لگا رکھی تھیں کوچک میاں

کوچک سلطان ۔ اور میں آپ کی کونسی اُمیدوں پر پُورا نہیں اُترا ۔ بنگلہ میں نے تمہارے کہنے پر فتح کیا ۔ (آہستہ آواز میں) تخت و تاج تمہارے قبضے میں رکھنے کے لئے میں نے خواجہ سراؤں اور منصب داروں سے سازشیں کیں ۔ تمہارے حقوق کو بچانے کے لئے میں نے تخت کے وارث کو گولکنڈہ کی طرف بھجوا دیا ہے ۔ دکن ایک ایسی جنگی دلدل ہے جس میں پھنس کر کوئی مشکل ہی سے نکلتا ہے ۔

نواب ثالث زمانی ۔ یہ تو سب ٹھیک ہے کوچک میاں ۔ لیکن اتنا وقار، اتنی وجاہت حاصل کرنے کا یہ عبرتناک انجام کہ تو شاہی خاندان سے باہر ایک اُرڈا بیگنی سے محبت کرے ـــــ شرافت محل کی قمر النساء میں کیا کمی ہے ـــــ تم میری جگ ہنسائی کروا رہے ہو ۔ اُس دن جبکہ تم پر کاشفہ سے محبت کا الزام لگ رہا تھا ۔ تو میں ننھی بیگم سے کہہ رہی تھی کہ تم چاند پر تھوک رہی ہو ......

کوچک سلطان ۔ (التجا آمیز لہجے میں) یہ ایک ایسی بات ہے جس میں میں بالکل بے دست و پا ہوں ۔ میں ہفت اقلیم کی بادشاہت حاصل کر سکتا ہوں ۔ لیکن کاشفہ کی محبت

کو نہیں چھوڑ سکتا...... میں خود نہیں جانتا، آپا، مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میرے
جسم کا رُواں رُواں اس اتصال کا قائل ہے ——— آپا!

نواب ثالث زمانی۔ اور پھر سوچو تو سہی کہ کاشفہ کو کسی زمانے میں قباد سے محبت تھی۔

کوچک سلطان۔ اس قصر محبت کے ستون عرصہ ہوا منہدم ہو چکے ہیں۔

ثالث زمانی۔ خواجہ قباد نے کاشفہ کے لیے جو قربانی کی ہے اس کا جواب وہ قربانی سے
دینا چاہتی ہے۔

کوچک سلطان۔ مجھ سے یہ بات نہ کہو، آپا! ——— للہ مجھے ایک اُڑدا بیگنی سے محبت
کرنے پر ملامت نہ کرو۔ عشق ارچہ بلاست آں بلا حکم خداست۔ بر حکم خدا
ملامتِ خلق چراست؟

ثالث زمانی۔ اِن سب باتوں کو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ کوچک میاں! کاشفہ خواجہ سرا
قباد کو اور تمہیں بیک وقت محبت بھی کرتی ہے اور نفرت بھی۔ خواجہ سرا قباد
کی قربانی کی وہ معترف ہے لیکن قباد کاشفہ کی محبت کے اہل نہیں ——— تم اس
کی محبت کے اہل ہو لیکن خواجہ قباد کے ساتھ جو کچھ تم نے کیا ہے وہ کاشفہ کے
دل سے دھوئے نہیں دُھلے گا۔

کوچک مرزا۔ یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو آپا ——— مجھے اس بات کا ثبوت دو۔ مجھ میں اصل
کوچک مرزا بیدار ہو رہا ہے، مجھے جلدی بتادو نہیں تو میرے غصے کی آگ میں یہ
محل، یہ خواجہ سرا، یہ کاؤس شاد اور بلند بخت یہ شرافت محل اور ننھی بیگم ———
یہ اڑدا بیگنی سب جل جائیں گے۔

ثالث زمانی۔ لو سُنو جس دن تم قباد کو تحت الثریٰ پہنچانے کے لئے تیار ہو رہے تھے تو
کاشفہ نے قباد سے محبت کی پاسداری کی اور اپنی اوٹ دے کر اُسے بچا لیا،

اور جب اس نے قربانی کا شکریہ ادا کیا تو اس نے نفرت سے کہا ۔۔۔ پیچھے ہٹ جاؤ قباد! مجھے تم سے نفرت ہے۔

کوچک مرزا ۔ گویا قباد کی جان بچا کر کاشفہ ۔۔۔ اس کی قربانی کا جواب قربانی سے دے چکی ہے

ثالث زمانی ۔ ہرگز نہیں ۔۔۔ وہ جانتی ہے کہ اگر قباد مرد ہوتا تو اس کے پیچھے نہ چھپتا۔ وہ تمہاری شجاعت کی معترف ہوتے ہوئے تم سے نفرت کرتی ہے کہ تم نے قباد میں غرور کو فنا کرتے ہوئے اپنی کم ظرفی کا ثبوت دیا ہے۔ اور اگر قباد اس قسم کی حرکتیں کرتا ہے تو یہ اس کے بس کا روگ نہیں ۔ بیماری کے دنوں میں قباد نے اس کی بہت خدمت کی لیکن اس کی موتیوں کی مالا ٹھکرا کر کاشفہ نے تمہاری مونگے کی مالا پہن لی اور تم خوش ہوئے ۔۔۔ لیکن جب تصفیہ کا موقع آیا تو اس نے تمہیں ہات دینے سے انکار کر دیا ۔۔۔ یہ سب کچھ میں جھروکے میں سے دیکھ رہی تھی

کوچک مرزا ۔ کیا عجب ہے آپا ۔۔۔ وہ ابھی تک ڈرتی ہو آپا ۔۔۔ اچھی آپا ۔۔۔ اس طلسم کو بنا رہنے دو ۔۔۔ میں اپنے سامری کے اور ہاتھ دیکھنا چاہتا ہوں ۔۔۔ میں اتنی حقیقت جاننا نہیں چاہتا۔

(محل میں شور سنائی دیتا ہے اور داروغنی آتی ہے)

داروغنی ۔ نواب صاحبہ ۔۔۔ نواب صاحبہ!

نواب ثالث زمانی ۔ کیا بات ہے داروغنی بی ؟

داروغنی ۔ محل میں لامیہ سلطان، قمر النساء، اور شرافت محل کی ڈولیاں آرہی ہیں اور راڈابیگنی محل میں نہیں ہے۔

کوچک مرزا ۔ (چلا کر) کاشفہ تنقیح کے لئے نہیں ہے ؟

داروغنی ۔ جی نہیں ہے ۔۔۔

نواب ثالث زمانی ۔ داروغنی ـــــ کسی باربردارنی کو پکڑلو اور اسے کیانی اچکن اور انگرکھا پہنا دو

داروغنی ۔ لیکن ــــــ ؟

نواب ثالث زمانی ۔ لیکن کیا ؟

داروغنی ۔ اگر جان کی امان پاؤں تو عرض کروں ؟

کوچک سلطان و نواب ثالث زمانی ۔ کہو جلدی کہو

داروغنی ۔ نواب صاحبہ پچاس سال سے ہم نے اس گھر کا نمک کھایا ہے اور اس کے بہی خواہ ہیں ۔ اس خاندان ذی مرتبت کی خاطر میری دادی نے اپنی جان تک قربان کر دی تھی اور میں بھی، اگر ضرورت پڑے، تو جان تک دے دینے کو تیار ہوں ـــــ بات یہ ہے کہ اس معاشقے کی بدولت محلوں کی بدنامی ہو رہی ہے ۔ شہر میں لوگ چہ میگوئیاں کر رہے ہیں ۔

نواب ثالث زمانی ۔ (غصے سے) تمہیں اس سے غرض ـــــ ؟ ہماری آنکھیں نہیں کیا ؟ مت مُنھ لگا ایسے ـــــ جاؤ کسی باربردارنی سے تنقیح کروالو ۔

داروغنی ۔ جو حکم حضور ۔ (جاتی ہے)

نواب ثالث زمانی ۔ (روتے ہوئے) تم نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا کوچک میاں

کوچک سلطان ۔ کاشفہ چلی گئی ـــــ کاشفہ نے خودکشی کر لی ۔ یہ نہیں ہو سکتا ـــــ یہ نہیں ہو سکتا ـــــ میری کاشفہ ـــــ اگر کاشفہ مر گئی تو اس کا خون تم لوگوں کی گردن پر ہوگا

(نواب ننھی بیگم داخل ہوتی ہیں)

کوچک سلطان - آپا چلی جاؤ ـــــ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا - رستے زخموں پر زیادہ نمک نہ چھڑکو
میں کاشفہ کو سمندر کی تہ سے لاؤں گا - پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے تلاش کر لوں گا -
ننھی بیگم - سمندر کی تہوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر جانے کی ضرورت ہی کیا ہے ـــ کاشفہ
شہر میں خلجی سردار کے ہاں دیکھی گئی ہے -
کوچک سلطان - (چونک کر) کون خلجی سردار ؟
ننھی بیگم - قویش ـــــ وہ سردار قویش کے ساتھ چلی گئی ہے - باریداریوں نے اُسے
سردار کے ساتھ دیکھا تھا -
کوچک سلطان - کاشفہ وہاں کیسے پہنچ گئی ؟
ننھی بیگم - پہنچ گئی ـــــ محل کی عزت و افتخار کو لات مار گئی - ایسے میں محلوں کی دیواریں
راہ میں حائل نہیں ہو سکتیں - اس نے سردار قویش کو صرف ایک مرتبہ دیکھا اور
معاً اسکے دماغ نے فیصلہ کر لیا کہ اس کے مقدر میں جو کچھ لکھا ہے قویش سردار
اس کا باپ ہوگا -
کوچک سلطان - آپا - آپا جان ـــ یہ نہیں ہونے کا - جبتک مرزا کوچک سلطان زندہ ہے -
ثالث زمانی - دیکھا اپنی محبت کا عبرتناک انجام ؟ ـــ کہاں جاتے ہو کوچک ؟ ـــ رُک جاؤ
قویش سردار تم سے کہیں طاقتور ہے کوچک ، ٹھہر جاؤ
(ثالث زمانی اور ننھی بیگم کوچک میاں کو پکڑنے کی کوشش کرتی ہیں)
ننھی بیگم - وہاں مت جاؤ ـــ کوچک بھائی ـــــ مت جاؤ ، خدا کے لئے !
کوچک سلطان - کوچک سلطان ایسی بات کی تاب نہیں لا سکتا - کوئی بھی مرد ایسی بات
برداشت نہیں کر سکتا - آپا جان ، مجھے چھوڑ دو ـــــ چھوڑ دو ـــــ مر جاؤں گا ،
زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا نا ـــــ مجھے جانے دو ـــــ جانے دو -

(بہت شور بپا ہوتا ہے۔ دروازے کھلتے اور بند ہوتے ہیں اور
مرزائے کوچک بھاگ جاتے ہیں)

ثالث زمانی۔ بھاگ گیا ــــ آہ، ننھی بہن۔ تونے نہ بتایا ہوتا۔ تو کوچک کو نہیں جانتی کیا؟۔
نہیں جانتی تھی کیا ــــ اب انہیں خبر کر دو جلدی سے نہیں تو.......

ننھی بیگم۔ میں تو اس ارادے سے آئی تھی کہ کاشفہ کی بے وفائی کے متعلق سنکر کوچک سلطان اپنے
ارادے کو ترک کر دے اور محلوں کے متعلق جو چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں وہ ہمیشہ کے
لئے بند ہو جائیں۔

ثالث زمانی۔ تم نے مجھ سے دشمنی کی ہے، ننھی بیگم ــــ ہائے کوچک!

ننھی بیگم۔ قباد ــــ اری قباد بی (قباد داخل ہوتا ہے)

قباد - بیگم، کیا حکم ہے؟

ننھی بیگم۔ اری جل ــــ بھاگ جا اور انہیں خبر کر دے کہ مرزا کوچک سردار قویش سے
لڑنے کے لئے تن تنہا بھاگ نکلے ہیں۔

ثالث زمانی۔ ہاں ہاں ــــ جا، جلدی ذرا ــــ سُن!

قباد - حکم سرکار

ثالث زمانی - تو نہیں جانتی بی قباد ــــ تیری کاشفہ اُڑ دا بیگنی سردار قولیش کے ساتھ چلی گئی ہے

قباد - اے ہے سرکار! میں نے بھی آدمی چھوڑے ہوئے ہیں ــــ رتی رتی کی خبر پہنچتی ہے مجھے۔

ثالث زمانی۔ اور تو ابھی تک یہیں ہے ــــ قباد!

قباد۔ (مکمل خواجہ سرایانہ انداز میں) آئے ہائے بیگم ــــ قربان جاؤں ــــ اتنی
سی بات کے پیچھے اب مرمٹوڑے! ای جائے ہے آدمی ــــ جینا بھی تو مقدم
ہے ــــ !!

(پردہ)

چانکیہ

چندرگپت موریہ ، بھارت سمراٹ

چانکیہ ، مہامنتری

دُردھر ، چندرگپت کی رانی

پروتک ، ایک ساتھی راجا

انوراڈھا ، وش کنیا

راج دوت ، انگ رکھشکائیں ، پنڈت اور دوسرے لوگ

وقت: موریہ خاندان کا عروج

اس کھیل میں جہاں ہندی حرف ण کی آواز پیدا کرنی مقصود ہے وہاں حرف ن پر ط ڈال دی گئی ہے، مثلاً —— براہمنؕ

پہلا منظر

رات کا پچھلا پہر۔ مہاراج چندرگپت رنواس میں سوئے پڑے ہیں۔ ان کی شیّا پر دو نو طرف اننگ رکھشکائیں کھڑی ہیں۔ ایک سندری ستار لے کر آتی ہے اور بہت مدھم سروں میں ساز چھیڑتی ہے معلوم ہوتا ہے کہیں دور سے آواز آ رہی ہے ——

جاگو، جاگو راج نریش

تم جاگو دنیا سوئے

مہاراج آہستہ آہستہ اُٹھتے ہیں اور پھر لیٹ جاتے ہیں وہ ابھی اور سونا چاہتے ہیں۔ اُن کے پہلو میں پڑی ہوئی مہارانی دُردھر بھی آنکھیں کھول دیتی ہیں۔ مہاراج جمائی لیتے ہوئے کھڑکی سے باہر چاندنی میں نہاتے ہوئے شہر پاٹلی پتر کی طرف دیکھتے ہیں ——

چندرگپت۔ ابھی کتنی ہی رات باقی ہے۔ دُردھر —— میری رانی اور پاٹلی پتر —— میری راجدھانی دونو کیسے شانت مئی نِدرا میں کھوئے پڑے ہیں اور اپنے سپنوں میں اور بھی سُندر ہو گئے ہیں ...... لیکن ...... (فیصلہ کن انداز میں)

یہ راج سمراٹ کا کرم نہیں کہ وہ تین گھڑی سے زیادہ سوئے

دُردھر۔ (جاگتے ہوئے) مہاراج!

چندرگپت۔ مہارانی جگ گئیں؟

دُردھر۔ مہاراج! آپ کدھر جا رہے ہیں (جماہی لیتی ہیں)

چندرگپت - (بیزاری سے) دن بھر کی محنت کے لئے (ہلکی سی ہنسی ہنس کر) سمراٹ چندرگپت
کو لوگ جانے کتنا سکھی سمجھتے ہیں -

درُدھر - ابھی بہت رات باقی ہے پریہ ——— پڑے رہئے چپکے سے

چندرگپت - سنہری نیتر کا راگ اب پھڑپھڑانے لگے ہیں - تال کے کنارے سوئے ہوئے
موروں نے بھی اپنی چونچیں پروں سے نکال لی ہیں ——— اور تم مجھے پڑا
رہنے کے لئے کہہ رہی ہو درُدھر..... درُدھر! کتنا انشچت ہے تمہارا پریم!
جیسے سوتے میں شِشو پنا ہاتھ جننی پر رکھ دیتا ہے اور اسے ذرہ بھی ہلنے کی اجازت
نہیں دیتا - اسی طرح تم بھی اپنا ———

درُدھر - ہاں مہاراج! اس کو بھی میری طرح پریم کے چور کا کھٹکا لگا رہتا ہے - اس بات
کے گیان کو من میں بسائے کہ پتا پُتر اور ماتا کے پریم میں بادھک ہے وہ آشنکا
کا ہاتھ اپنی ماں پر رکھ دیتا ہے -

چندرگپت - (فتح مندی کے احساس سے) اوہ! درُدھر کی سی سندری کو بھی اپنی وجے میں
سندیہہ ہے -

درُدھر - (سرد آہ بھرتے ہوئے) میری سندرتا وہ تھامنے والا ہاتھ نہ ہوئی - آہ! اس
بات کا آپ کی درُدھر کو شوک ہے -

چندرگپت - درُدھرے! کہو، تم اپنے پریم کا چور کسے سمجھتی ہو؟

درُدھر - پر میں خود بھی نہیں جانتی پربھو - شاید جاننا بھی نہیں چاہتی - اس پنچھی کی
نائیں کی جو گھاتک کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے...... میں اس بھرم میں
خوش ہوں کہ آپ مجھے جی سے چاہتے ہیں -

چندرگپت - شاید تمہارا اشارہ انورادھا کی طرف ہے - لیکن تم نہیں جانتیں کہ میں نہتی

میں پریم کو کچھ نہیں سمجھتا۔

دُردھر۔ بھتی سمراٹ کے لئے ہے منشیہ کے لئے نہیں اور منشیہ کے لئے پریم ہی سبھی کچھ ہے۔

چندرگپت۔ چندرگپت سمراٹ ہی تو ہے۔

دردھر۔ رنواس سے پرے ـــــ سنگھاسن آپ سے بہت دُور ہے۔ اور تاج دوار سے باہر ایک انگ رکھشکا تھامے کھڑی ہے۔ اس وقت شیّا پر آپ کے چرن ہیں اور اُن پر دُردھر کا سیس۔

چندرگپت۔ جس سمراٹ نے اپنے آپ کو بھاؤناؤں میں کھویا۔ اس نے اپنے پاؤں پر آپ پرشا چلایا۔ دُردھرے اب مجھے ان سونے کی زنجیروں سے نکلنے دو۔

دُردھر۔ (نراش ہو کر اور غصے میں) چانکیہ کے شِشش سے اور کسی کو کیا آشا ہو سکتی ہے؟ لیکن چانکیہ نے جیون بھر پریم نہیں کیا۔ نند سے بدلہ لینے کے لئے اس نے کرودھ سے نہ صرف اپنی چُٹیا کھولے رکھی بلکہ اس اگنی میں اپنے آپ کو بھی بھسم کر ڈالا اب وہ راکھ کے سوا کچھ بھی نہیں ..... کچھ بھی نہیں ـــــ جس طرح وِش کنیا کے شریر میں وِش دھیرے دھیرے بس جاتی ہے۔ اس طرح کرودھ اور بدلے کی آگ اُس کی نس نس میں سلگ رہی ہے۔ وہ تکشک ناگ کی طرح کالا بھجنگ ہے۔ وِش کنیا سمان وہ جسے بھی چھوئے گا جلا ڈالے گا۔

چندرگپت۔ تم یہ سب باتیں اُسے بتا رہی ہو جس نے اُس کے ساتھ برسوں تپسیا کی اور جس کی سنگت سے چندرگپت نے پاٹلی پتر کا راج پراپت کیا ـــــ چھوڑو مجھے آج بیلوں کی دوڑ ہے اور میں اپنے مہانندی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

دُردھر۔ چانکیہ نے منشیہ کی سروانچ اوستھا سے گرا کر آپ کو صرف ایک سمراٹ بنا دیا

اس کٹل کٹھور براہمن کا ارتھ شاستر تمام گھرنا اور سندیہہ سے بھرا پڑا ہے۔ پریم سے نہیں۔ اپرادھی کو کشما کر دینے میں جو آنند ہے اُس کی پراپتی اس نے کبھی نہیں کی۔ پریم کے پرم آنند کا اُسے کوئی انوبھو نہیں۔ آپ نے تو جیون میں پریم رس چکھا ہے۔ آپ کے مُنہ کو ایسی باتیں شوبھا نہیں دیتیں۔

چندرگپت۔ چانکیہ کا درشن ایک مہان پنڈت کا تتو گیان ہے۔ جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں اور ہمیشہ ہوں گے۔ اس طرح چانکیہ کا گیان بھی اٹل رہے گا۔ جن لوگوں کو میں نے کشما کر دینے کا (طنزاً) پرم آنند حاصل کرنے کے لئے چھوڑا اُنھوں نے ہی میری جڑیں کاٹیں ——— چانکیہ کے سدھانت اپواد نہیں جانتے ———

دُردھر۔ (طنزاً) اپواد نہیں جانتے؟ ——— جس سمے آپ نے کرودھ وش چانکیہ کو راج دربار سے الگ کیا تو اُسے موت کی سزا کیوں نہ دی؟

چندرگپت۔ اس لئے کہ وہ براہمن ہے۔ چانکیہ کی مہانتا کا تم اس بات سے اندازہ لگا سکتی ہو کہ راج دربار میں پھر سے مان پاتے ہوئے اس نے میری اس بھول کو جتا دیا تھا۔

دُردھر۔ میں اسے بھول نہیں کہتی۔ اگر آپ نے اُسے مرتیو دنڈ دیا ہوتا تو پاٹلی پُتر نواسی آپ کے وِردھ اُٹھ کھڑے ہوتے۔ براہمن کا گھات کون سہن کر سکتا ہے۔ اور اگر آپ چانکیہ کے سچے شِشس ہیں تو آپ بھی اُسے مار دینا چاہئے۔ نہ جانے وُہ کب وشواس گھات کرے۔

(وقفہ)

"راج سمراٹ کا کرم نہیں کہ وہ تین گھڑی سے زیادہ سوئے" ——— یہ بھی چانکیہ کے ارتھ شاستر میں لکھا ہوگا۔

چندر گپت - مجھے اس بات کے مان جانے میں کوئی لجا نہیں مہارانی ـــــ چانکیہ ٹھیک ہی کہتا ہے مجھے گوادھیاکش کے پاس اپنے مہانندی کو دیکھنے جانے دو - آج وہ پرونک کے بیل کو ہرا دے گا مجھے جانے دو، نیتی میں پریم بھاو ایک کمزوری ہے -

درُدھر - پریم جس پر سوراج پاٹ کا بلیدان دیا جا سکتا ہے ـــــ مہاراج! آپ بھی تو وچار یئے - آخر آپ چانکیہ سے اتنے ڈرتے کیوں ہیں؟ پاٹلی پتر کے مانسرور ایسے تال، ان کے اندر ڈبکیاں لگانے والی مچھلیاں، ان کے کنارے ناچنے والے مور، ہاتھی دانت کے ستون، یہ دوڑنے والے بیل، ہاتھی، گینڈے، یہ وشال دیش کس کا ہے؟

چندر گپت - جس طرح یہ محل اور ان کے اونچے اونچے سنہری کلس کلاکاروں کے ہاتھوں سے بن کر سماپت ہوئے لیکن ان کا سوامی چندر گپت ہے - اسی طرح نیم اور نیتی کے ستونوں کا رچیتا مہامنتری چانکیہ ہے لیکن ان کو لاگو کرنے والا یا نہ کرنے والا میں ہوں - پریشد اور اٹھارہ امانیہ بنائے ہوئے چانکیہ کے ہیں لیکن وہ وہاں میری اچھا انوسار ہیں .... ذادھیاکش، گوادھیاکش ھست، اسو، رتھادھیاکش سب سمراٹ چندر گپت کے اشارے پر ناچتے ہیں -

درُدھر - یہ میں مانتی ہوں، پاٹلی پتر کا تاج مہاراج چندر گپت کے سر پر ہے، چانکیہ کے سر پر نہیں لیکن آپ بھوجن تک وہی کرتے ہیں جو چانکیہ نشچت کرتا ہے۔ وہی لبستر پہنتے ہیں جنہیں پہننے کے لئے چانکیہ کہتا ہے ـــــ اسی استری سے پریم کرتے ہیں جس کے ساتھ پریم کرنے کی چانکیہ پریرنا کرتا ہے ـــــ

——— دوسرے شبدوں میں پریم کی بھیک مانگنے کے لئے
مجھے اپنا آنچل مہاراج چندر گپت کے سامنے نہیں' چانکیہ کے سامنے پھیلانا
چاہیئے۔
(گلا رُندھ جاتا ہے)
نہیں نہیں میں اپنا آنچل اس کالے بھجنگ براہمن کے آگے کبھی نہ پھیلاؤنگی
——— میں پریم کے بندھن آپ کے پاؤں میں ڈال دوں گی۔ آنسوؤں کے
ساگر آپ اور آپ کی نیتی کے درمیان بادھک بنا کر پھیلا دوں گی ———
چندر گپت۔ یوں پگلی نہ ہو' دُردھرا! ..... ارتھ شاستر نے مجھے آنسوؤں کے ساگر
کو پاٹنا سکھا دیا ہے ...... اچھا' میں چلتا ہوں ....
(مہاراج دائیں طرف جاتے ہیں۔ دُردھر شیّا پر اپنا منہ
چھپائے سسکیاں لے رہی ہے جبکہ پردہ گر جاتا ہے)

دوسرا منظر

رنگ بھومی کا دشرانتی ستھان - سامنا دروازہ رنگ بھومی میں کھلتا ہے جہاں گو آدھیا کش رتھوں کی دوڑ کروا رہے ہیں - دروازے سے لوگوں کی آوازیں آتی ہیں جو کبھی مدھم اور کبھی اونچی ہو جاتی ہیں۔ کبھی کبھی راج دوت کسی راجے یا راجکمار کے آنے کی خبر دیتا ہے ۔شور میں رتھوں کے دوڑنے کی آواز بھی شامل ہے - ایکا ایکی لوگ یوں بول اُٹھتے ہیں جیسے کسی جیتتے ہوئے رتھبان کا لجے جے کار کر رہے ہوں -

(گھنٹے کی آواز)

دُوت - راج راجیشور، چکرورتی سمراٹ شریمان مہاراج چندرگپت اور مہارانی دُردھر رنگ بھومی میں پدھارتے ہیں -

(شور)

(گھنٹے کی آواز)

دُوت - راج راجیشور شریمان مہاراج پروتک اور کماری الورادھا

(زیادہ شور)

(گھنٹے کی آواز)

دُوت - راجکمار بندوسار، راجکمار ملیہ کیتو

(شور)

(گھنٹے کی آواز)

(بہت زیادہ شور)

اس عرصے میں وشرانتی ستھان میں انگ رکھشکائیں ڈری سہمی کھڑی رہتی ہیں کبھی کبھی ایک دوسری کو اشارہ کرلیتی ہیں۔ کچھ دیر بعد وہی شور پھر سنائی دیتا ہے اور رتھوں کے پہیوں کی گڑگڑاہٹ اور بھی اونچی ہو جاتی ہے۔

ایک پل بعد چانکیہ وشرانتی استھان میں سامنے دروازے سے داخل ہوتے ہیں۔ دُبلے پتلے اور لمبے انسان ہیں۔ رنگ کالا، گال اندر کو پچکے ہوئے ہیں۔ آنکھوں میں شک اور تجسس کی جھلک ہے۔ ایک ہاتھ سے اپنی ٹھوڑی کھجاتے ہیں اور دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کو اضطراب کے عالم میں جنیؤ پر پھیرتے ہیں۔ پھر دونو ہاتھوں سے سر پر کی لمبی چُٹیا کو گانٹھ دیتے ہیں اور دروازے کی طرف جھانکتے ہیں۔ انگ رکھشکاؤں کے پران خشک نظر آتے ہیں ......

تھوڑی دیر بعد مہاراج چندرگپت وشرانتی ستھان کے سامنے دروازے میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ابھی تک رنگ بھومی میں بیٹھی ہوئی دُرودھرسے باتیں کر رہے ہیں ....

چندرگپت - (طفلانہ انداز میں) دونو ڈھول ہیں غائب ہیں! —— رتھ اور مہانندی! دُرودھرے، کیا تمہیں نظر آرہا ہے؟

چانکیہ - مہاراج! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔

چندرگپت - کیا کوئی بہت ضروری بات ہے مہامنتری چانکیہ؟ اس سمے میرا مہانندی

رنگ بھومی میں ہے ـــــ وہ دوڑ رہا ہے ـــــ وہ دیکھو وہ تو دُھول میں غائب ہیں

چانکیہ۔ مہاراج مجھے سمے کے انوسار کچھ پرارتھنا کرنی ہے۔ کچھ دیر کے لئے ادھر وشرانتی ستھان میں آیئے ـــــ ہاں، مہاراج!

(مہاراج اندر آتے ہیں)

چندر گپت۔ آج موسم بھی تو کتنا خراب ہے مہا منتری! سُوریہ اپنا سارا تیج پاٹلی پتر پر ہی ختم کر دے گا کیا؟

چانکیہ۔ یہ پرماتما کی دیا اور ورشا کا انومان ہے۔

چندر گپت۔ ستھان کے کواڑ بند کر لو۔ انگ رکھشکا! خیال رکھنا، کوئی ادھر نہ آنے پائے۔

چانکیہ۔ اس کی دیکھ بھال میں نے پہلے ہی کر لی ہے مہاراج! میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کے مہانندی کو آج وجے پراپت نہیں ہوگی۔

چندر گپت۔ مہانندی کو وجے پراپت نہیں ہوگی؟ ـــــ میرا مہانندی اوشیہ وجئی ہوگا! پروتک کا بیل پہلے ہی چکر میں بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ یہ جیوتش ودیا تم نے کب سیکھی؟

چانکیہ۔ یہ جیوتش نہیں مہاراج! میں یہ سب کچھ اُسی بُدھی کے بل بوتے پر کہہ رہا ہوں جو میں نے اتنی تپسیا کے بعد پراپت کی ہے۔

چندر گپت۔ اگر مہانندی رنگ بھومی میں ہار بھی جائے تو کیا ہے۔ مجھے ایک اچھے کھلاڑی کی طرح پروتک کو بدھائی دینی چاہئے۔

چانکیہ۔ (زور سے) یہ سنبھو ہے ـــــ یہ نہیں ہوگا، پاٹلی پتر کے مہاراج کو لوگوں کے من کا ویر ہونا چاہئے۔ یہ اس کے لئے ایسے ہی ضروری ہے جیسے جیون

کے لئے سانس لینا۔ دنیا جیتنے والے کا ساتھ دیتی ہے ہارنے والے کا نہیں
چندرگپت۔ مہامنتری! ہمیں رنگ بھومی کی وجے اور پاٹلی پتر کی وجے دونو کو گھال مال نہیں کرنا چاہئے۔
چانکیہ۔ مہاراج! پاٹلی پتر نواسیوں نے آپ کے آنے پر اتنا شور نہیں مچایا جتنا پرونک کے آنے پر۔ اس بات پر میرا ماتھا ٹھنکتا ہے۔
چندرگپت۔ (ہنس کر) لوگ استھر اور من موجی ہوتے ہیں۔
چانکیہ۔ (کرودھ سے) مہاراج! آپ نہیں جانتے کہ رنگ بھومی کی وجے پاٹلی پتر کی وجے سے کہیں زیادہ ضروری ہے .... میں اس وقت آپ کو بری خبر سنانے آیا ہوں۔
چندرگپت۔ بری خبر! —— میں اس کے لئے تیار ہوں۔ ٹھہرو مجھے جھروکے سے ایک دفعہ مہانندی کو دیکھ لینے دو۔
(چندرگپت کے قدموں کی آواز کے ساتھ ہی یک لخت شور سنائی دیتا ہے جیسے انہوں نے کمرے کے بند کواڑ آناً فاناً کھول دیئے ہوں —— شور مدھم ہو جاتا ہے گویا مہاراج واپس آ گئے ہیں)
چندرگپت۔ دوسرے چکر میں بھی مہانندی آگے ہے اور پرونک کے رتھ کا نشان تک نہیں ملتا۔ ہا ہا ہا —— !!!
چانکیہ۔ یہ پرسنتا اکارن ہے مہاراج! ابھی چھ چکر باقی ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں آپ میرے کتھن کی ستیتا کو جان لیں گے .... میں دراصل آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مہاراج پرونک کے کانٹے کو ہمیں ہمیشہ کے لئے ڈوبہ کر دینا ہوگا۔

چندر گپت - (زمین پر پاؤں مار کر) کیا مطلب ہے تمہارا ؟ سب کچھ ہوگا مہامنتری لیکن
پروتاک کا بال بھی بینکا نہ ہوگا - اس سے پہلے میں نے آنکھیں موند کر تمہاری
سب باتیں مانی ہیں لیکن اب میں تمہارے ہاتھوں کٹ پتلی بننا نہیں چاہتا
—— میرے کچھ پرشنوں کا اُتر دو —— یہ رنگ بھومی، یہ سنہری ستون
اور اس کے کلس کس نے بنائے ہیں ؟

چانکیہ - کلاکاروں نے -

چندر گپت - لیکن ان کا سوامی کون ہے ؟

چانکیہ - مہاراج چندر گپت -

چندر گپت - اس نیئم اور نیتی کا رچیتا کون ہے ؟

چانکیہ - داس —— منتری چانکیہ

چندر گپت - ان کا لاگو کرنے والا یا نہ کرنے والا کون ہے ؟ پریشد، امانیہ، دیوہارک،
سمہرت کس کے اشارے پر چلتے ہیں ؟

چانکیہ - نیتی کے لاگو کرنے والے آپ ہیں - سب دیوہارک آپ کے اشارے پر
چلتے ہیں - لیکن ان کے بیوہار کے ارتھ جانے بنا آپ ایک پگ بھی نہیں
چل سکتے - اور ان کے ارتھ جاننے کے لئے داس کو مہامنتری بنایا گیا ہے
—— میں یونہی کچھ بھاوناؤں کے آدھار ایسے نتیجے پر نہیں پہنچ جاتا مہاراج !
—— یہ چانکیہ نیتی ہے - ارتھ شاستر نیتی جس میں کوئی سنکلپ وکلپ نہیں -
دو راجے ایک راج میں نہیں سما سکتے اور (قطعیت سے) جب تک
چانکیہ یہاں ہے نہیں سمائیں گے -

چندر گپت - (بلند آواز میں) چانکیہ ! میں جانتا ہوں کہ تم راج دربار کے مان کی کچھ

برابر پروا نہیں کرتے۔ تم جانتے ہو کہ میں براہمن ہتیا کا پاپ مول لینا نہیں
چاہتا لیکن تم بھول میں ہو چانکیہ ——
چانکیہ۔ میں آپ کی بھاوناؤں کو سمجھتا ہوں ورشل! لیکن مجھے اپنے جیون کی پروا نہیں
میرا آدرش ایک بڑا راجیہ قائم کرنا تھا سو میں نے اپنے آدرش کو پورا کر لیا ہے مجھے
صرف افسوس ہوگا کہ یہ راجیہ نادان ہاتھوں میں جاکر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔
اور بس —— جب تک چانکیہ پاٹلی پتر میں موجود ہے وہ پرونتک کو یہاں
نہیں رہنے دے گا —— (بلند آواز میں) نہیں رہنے دے گا!
چندر گپت۔ (کچھ ڈھل کر) نہیں اچھی طرح سے گیان ہے مہامنتری کہ یونانیوں کے
ٹڈی دل اور اس کے بڑے سیناپتی سیلوکس کو پرونتک کی مدد سے کھٹے کیا۔ تم
جانتے ہو کہ نند کو پرونتک کی وجہ سے شکست ہوئی۔ دوسرے رجواڑوں کو
پرونتک کے ساتھ مل کر ہرایا۔ کیا تم پرونتک کو میرے ہاتھوں مروا کر مجھے
وشواس گھاتک بھی بنانا چاہتے ہو؟ کیا تمہاری یہ اچھا ہے کہ میں اس منشیہ
کے لہو سے ہاتھ رنگوں جس کی وجہ سے میں اس سنگھاسن پر براجمان ہوا؟
چانکیہ۔ جو ہاتھ آپ کے سر پر تاج رکھ سکتے ہیں وہ اتار بھی سکتے ہیں۔ اگر مہاراج
پرونتک ایسا کرنے سے چوک بھی گئے تو اُن سے بڑھ کر کوئی مورکھ نہ ہوگا! انہوں
نے ایسا نہ کیا تو اُن کا پتر ملیہ کیتو اپنے پتا کے ادھورے کام کو پورا کرنے میں
تن من لڑا دے گا۔ وہ اسے اوشیہ کرے گا —— اوشیہ! پرنتو وہ ابھی
چھوٹا ہے۔ ہمارے راجکمار بندوسار سے بھی چھوٹا۔
چندر گپت۔ (شاہانہ ضد اور غصے سے) مہامنتری چانکیہ! اس سنسار میں سب
کچھ سنبھو ہے لیکن پرونتک کی موت ان ہاتھوں سے سنبھو نہیں۔ اس سے

میں ایسے ہی پریم کرتا ہوں جیسے اپنے بندھو سار سے - پرونک میرے ہی
شریر کا ایک انگ ہے -

چانکیہ - جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ وہ آپ کی مرگ نینی انورادھا سے پریم کرتا ہے
رنگ بھومی میں انورادھا پرونک کی اچھا انوسار اس کے وائیں طرف بیٹھی
ہے میں شوک سے کہتا ہوں کہ میرے شیش مہاراج چندر گپت ابھی تک
بھاونا‌ؤں کے سنسار میں براج رہے ہیں -

چندر گپت - ٹھہرو مجھے ایک نظر مہا نندی اور رنگ بھومی پر ڈال لینے دو -

(پھر یک لخت شور بلند ہوتا ہے - کیونکہ کمرے کے کواڑ ایکا ایکی کھول
دیئے گئے ہیں - ایک نظر دیکھنے کے بعد مہاراج کواڑ بند کر دیتے ہیں)

چندر گپت - انورادھا ــــــ ! ــــــ انورادھا پرونک کے ساتھ بیٹھی ہے ! ــــ
لیکن مہامنتری چانکیہ - مجھے اس بات کی کلپنا سے بھی بھے آتا ہے - کہ میں
ان ہاتھوں سے یہ اپرادھ کروں - یہ کبھی نہیں ہو گا - پرونک کا خون ان ہاتھوں
سے نہیں ہو گا - اس کے چنتن ہی سے میرے شریر میں ایک کنپن سا پیدا
ہو جاتا ہے یہ مہاپاپ ہے ــــــ یہ گھور اپرادھ ہے

چانکیہ - اس پاپ اور پُنیہ کا پھل مجھے لینے دیجئے ــــــ مجھے جو اس پاپ اور
پُنیہ سے اوپر ہے - آج سے ہزاروں سال پہلے مہاراج کی طرح ارجن نے
بھی اپنا گانڈیو دھرتی پر ڈال دیا تھا - اس لئے کہ اُسے رن بھومی میں اپنے ہی
بھائی بندھو، باپ دادا نظر آتے تھے - لیکن بھگوان کرشن نے گیتا اُپدیش
سے اُسے پاپ پنیہ کی اوستھا سے اوپر اٹھا دیا - آج پھر گانڈیو کو دھرتی پر ڈال
دیا گیا ہے جس کے لئے میں گیتا نہیں ارتھ شاستر مہاراج کے سمکھ رکھتا ہوں

چندرگپت ۔ پروتک جو کچھ ہے اپنی سینا کی وجہ سے ہے۔ کیوں نہیں اس کی سینا کو اپنی عقل سے چکرویوہ میں ڈال دیتے؟ اُس کے سرداروں کو سُندر بالاؤں کی بھجاؤں میں دے کر اُن کا باہوبل کیوں نہیں توڑ دیتے؟ اس کے بعد پروتک کا باقی رہ ہی کیا جاتا ہے ۔۔۔۔ (کانپتے ہوئے) نہیں نہیں! میں پروتک کو مارنے کی کلپنا نہیں کرسکتا۔

چانکیہ ۔ مہاراج! ایک بڑے اُدّیش کے سامنے پروتک کوئی مُولیہ نہیں رکھتا۔ وہ کیول شطرنج کی ایک گوٹ ہے۔ آپ کو اُنتی کی سیڑھی پر چڑھنا ہے۔ اس کے لئے ایک پروتک تو کیا اگر آپ کو سہسروں پروتک بھی مارنے پڑیں تو بھی آپ کو سنکوچ نہیں کرنا چاہیئے۔

چندرگپت ۔ (غور کرتے ہوئے) سہسروں پروتک! ۔۔۔۔ اس کے لئے جو ایک پروتک کو مارنے سے بھی گھبراتا ہے۔

چانکیہ ۔ آپ نہیں سمجھتے مہاراج! جب آپ کو چھت پر جانا ہوتا ہے تو آپ کو اس بات کا خیال نہیں ہوتا کہ آپ کے پاؤں تلے جو سیڑھی ہے وہ دلیودارو کی ہے یا بانُوس کی۔ سمراٹ کو سروسرشیٹ ہوتے ہوئے اس بات کا خیال نہیں ہونا چاہیئے کہ اس کے پاؤں تلے کھوپریاں ہیں یا اینٹ اور پتھر ۔۔!! (نسبتاً بلند اور مصمم آواز میں) اور سمراٹ چندرگپت کو یہ بھی جاننا چاہیئے کہ دوسری سیڑھی ہمیشہ پہلی سیڑھی سے اونچی ہوتی ہے ۔۔۔۔۔

(راج دُوت بھاگا ہوا آتا ہے)

راج دُوت ۔ مہاراج ۔۔۔۔ مہاراج!

چندرگپت ۔ (گھبرا کر) کہو دُوت کیا ہوا۔ کیا خبر لائے ہو؟

راج دُوت - (گھبرا کر) مہاراج پانچویں چکر میں مہانندی پیچھے رہ گیا

چندر گپت - مہانندی پیچھے رہ گیا؟ ——— مہامنتری چانکیہ ———

راج دُوت - ہاں مہاراج چھٹے چکر میں اس کے مُنہ سے خون کے ڈکلے آنے لگے۔ اور جب وہ چھٹا چکر سمپورن کر رہا تھا ———

چندر گپت - چھٹا چکر سمپورن کر رہا تھا تو ——— ؟

راج دوت - مہانندی گرا اور گرتے ہی اُس نے پران دے دیئے ———

چندر گپت - پران دے دیئے ——— مہانندی مر گیا ؟ ——— راج دوت !!

راج دوت - اور اب وہ رنگ بھومی کی دائیں طرف ایک پتھر کے ٹکڑے کی طرح سرد اور سخت پڑا ہے۔

چانکیہ - اور یہ چندر گپت پر دوتنک پریم کی دوسری بلی ہے۔ مہانندی کو کوار گھاس کھلائی گئی جس سے اس کی انتڑیاں کٹ کٹ کر باہر آئیں اور اس نے پران تیاگ دیئے۔

چندر گپت - مہامنتری چانکیہ! کیا یہ تمہیں سب کچھ پہلے معلوم تھا؟ ——— ہمارے پریم میں یہ دوسری بلی کیسے ہوئی ؟

چانکیہ - پہلی بلی مرگ نینی انورادھا ہے۔

چندر گپت - اوہ چانکیہ! آج سے پہلے میں اپنے آپ کو ایک سمراٹ سمجھتا تھا لیکن مجھے انوبھو ہوتا ہے کہ میں ایک انسان بھی ہوں۔

چانکیہ - اور اسی میں سمراٹ کی ہار ہے

چندر گپت - اس سمے مجھے اپنی ہار کا آبھاس دینا اچھا نہیں چانکیہ - میرا سب سے زیادہ پیارا مہانندی رنگ بھومی میں مرا پڑا ہے ——— دوت کے کہنے کے

مطابق "ایک پتھر کے ٹکڑے کی طرح سرد اور سخت !!!" اور پھر انورادھا ۔۔۔۔ ؟
(کچھ سوچ کر) چانکیہ! پروتک بیچارہ نردوش ہے۔ اگر وہ انورادھا کی سی سندری کو چاہنے لگا ہے تو یہ ایک سوابھاوک بات ہے۔ لیکن انورادھا ۔۔۔۔ تم انورادھا کو ٹھکانے کیوں نہیں لگا دیتے؟ اُسے کیوں نہیں ختم کر دیتے ۔۔۔ ؟

(لہجہ بدل کر) اس وقت سمراٹ چندرگپت بول رہا ہے، چانکیہ!

چانکیہ۔ (دیوانہ وار ہنستا ہے) پروتک کو مرنا ہوگا ۔۔۔ اور ساتھ انورادھا کو بھی ۔۔۔

سمراٹ چندرگپت! ھا ھا ھا ۔۔۔۔ !!!

چندرگپت۔ مجھے بہت زیادہ نہ ڈراؤ۔ چانکیہ! تم جو جی چاہے کرو۔ لیکن میرے ہاتھوں کو پروتک کے خون سے بچاؤ، میں تمہاری منت کرتا ہوں۔

چانکیہ۔ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے مہاراج! میں عرصہ سے انورادھا کو بس پر پال رہا ہوں اور پروتک اُسے چاہتا ہے ۔۔۔۔

چندرگپت۔ (سخت حیران ہو کر) تم نے یہ کب سے شروع کیا ہے؟

چانکیہ۔ جب سے آپ پاٹلی پتر کے تخت پر مہاراج پروتک کی مدد سے بیٹھے ہیں ....

چندرگپت۔ (بلند آواز میں) چانکیہ!

چانکیہ۔ ہاں مہاراج! انورادھا کی پروتک سے شادی ہوگی۔ اس وقت آپ مہاندی کو مرگھٹ میں لے جانے کے لیے اُٹھیے ۔۔۔۔

(چندرگپت غم اور فکر میں بسے ہوئے سامنے دروازے کی طرف آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں۔ پیچھے چانکیہ کے نپے تُلے مصمم قدم بڑھتے ہیں ہلکی ہلکی دردناک میوزک کے ساتھ پردہ گر جاتا ہے)

تیسرا منظر

انورادھا کا گھر —— اُس کے یوون کا مادھوی کُنج !

سنگار کی چیزوں کے ساتھ ہی پلنگ پڑا ہے جس کے کنارے ایک جڑاؤ تھال میں دھوپ اور ملیان جل رہے ہیں۔ ملیان کی لَو اور انورادھا ایک دوسرے کے متوازی کھڑے ہیں۔ جیسے جیسے انورادھا ہلتی ہے ملیان کی لَو بھی ہل جاتی ہے

انورادھا انیس بیس کی ایک بے چین یُوتی ہے۔ اس کی جوانی سرما کی ٹھنڈی آگ کی طرح ہے —— کوئی دُور ہٹے تو جم جائے قریب آئے تو جل جائے۔ اس وقت انورادھا نے اپنے لمبے لمبے کیش کندھے پر رکھے ہیں۔ یوں معلوم ہوتی ہے جیسے صندل کے پیڑ پر شہد کا چھتہ ہے ..... ایک بھنبھناہٹ، گنگناہٹ کے ساتھ مطرآواز آتی ہے ——

(دھن پیلو۔ تال کہروا)

آج اس یوون کے مادھوی کنج میں کوئل بول رہا

مدھو پی کر پاگل ہوا کرتا پریم پرلاپ

شتھل ہوا جاتا ہردیہ جیسے اپنے آپ لاج کے بندھن کھول رہا

اچھل رہی ہے چاندنی چھوی متوالی رات

کہتی کمپت ادھر سے بہکانے کی بات، کون مدھو مدرا گھول رہا

(دروازہ تھپتھپایا جاتا ہے جس کے ایک پل بعد ایک انگ رکھشکا اندر آتی ہے)

انگ رکھشکا۔ کماری انورادھا!

انورادھا۔ کون ہے؟ —— دلو یانی تم ہو —— کہو کیا ہے؟

انگ رکھشکا۔ مہارانی دُردھر پدھارتی ہیں —— انہیں آپ سے ملنے کی اچھا ہے۔

انورادھا۔ کون؟ مہارانی دُردھر؟ .... میرے سوبھاگیہ، میں آتی ہوں ——

(سب کام چھوڑ چھاڑ دروازے کی طرف بڑھتی ہے اور بڑی عزت سے مہارانی کو اندر لاکر بٹھا دیتی ہے۔ انگ رکھشکا باہر چلی جاتی ہے۔ دروازہ کھلتے ہی دُور سے ہون یگیہ اور منتروں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں)

انورادھا۔ مہارانی! داسی پرنام کرتی ہے۔

دُردھر۔ انورادھا! میں تمہارے درشن کرنے آئی ہوں۔

انورادھا۔ (حیرانی سے) میرے درشن؟ —— (ہنستی ہے) مہارانی ہیں بڑی بھاگیہ شالی ہوں۔

دُردھر۔ میں تم سے ایرشا کرتی ہوں انورادھا۔ یہ جان کر شاید تم بہت حیران ہوگی۔

انورادھا۔ ایرشا؟ مہا سمراٹ چندر گپت کی پتنی ایک تچھ جیو انورادھا سے ایرشا کرتی ہے آپ مجھے بنا رہی ہیں مہارانی!

دُردھر۔ یہ میرا دُربھاگیہ ہے کہ تم یوں سمجھتی ہو۔ میں خوش ہوں کماری انورادھا کہ تم ایک سمراٹ سے نہیں بیاہی جا رہیں ایک منشیہ سے بیاہی جا رہی ہو —— پروتک سے جو تمہیں دل سے پریم کرتا ہے۔ تم اس شادی پر خوش ہونا؟

انورادھا۔ میں بھلا خوش کیوں نہ ہوں گی، مہارانی!

دُردھر۔ میرے من میں پروتک کی بہت عزت ہے۔ وہ پریم کرنا جانتا ہے لیکن وہ نہیں

جانتا ان چند گھڑیوں میں اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے ......

انورادھا - (گھبراتی ہے اور اس کے سر کے بال بکھر جاتے ہیں) یہ آپ نے کیا کہا؟ مہارانی جی! ان چند گھڑیوں میں اُن کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟

دُرودھ - میں تم پر ستیہ کا بھید کھولنے آئی ہوں انورادھا! تم سہاگ کی رات دیکھنے نہ پاؤ گی!

انورادھا - مہارانی جی!

دُردھر - ہاں انورادھا! میں یہ سب کچھ اس لئے کہہ رہی ہوں کہ میں پردنگ کو ایک مہان آتما سمجھتی ہوں اور میں نہیں چاہتی تمہارے ساتھ چھو کر وہ مرتیو کو پراپت ہو جائیں

انورادھا - میرے ساتھ چھو کر مرتیو کو پراپت ہو جائیں گے؟ ..... یہ کیوں ہو جائے گا مہارانی جی؟ کیا میں ایسی دُربھاگنی ہوں کہ میرے انگ سے انگ ملا کر مہاراج ــــ میں مہاراج پردنگ سے پریم کرتی ہوں اور آپ پریم کو سروا اُوچ بھاؤ نا سمجھتی ہیں اس پریم کی سوگند دیتی ہوں - مجھے سب کچھ کہہ سنایئے، اس بات کا کوئی اُپائے بتا دیجئے -

دُردھر - بھولی یُوتی ــــ تم نہیں جانتیں کہ برسوں سے تمہیں کھانے کے ساتھ زہر دیا جاتا رہا ہے اور اب وہ زہر تمہاری نس نس میں دیاپت ہو چکا ہے تمہارے انگ سے انگ ملاتے ہی مہاراج پردنگ مرتیو کو پراپت ہو جائیں گے - اُپائے یہ ہے کہ تو بیاہ سے پہلے یہ بات ان کے کانوں تک پہنچا دے تاکہ وہ اپنے آپ کو بچا سکیں پردنگ ابودھ ہیں اُنہیں اس بات سے سچیت کر دینا چاہئے -

انورادھا - (رو کر) اوہ! یہ کس نے کیا ہے ــــ کیا مجھے اب تک زہر پر پالا گیا؟ مجھے وشواس ہے یہ سب کچھ مہاراج چندر گپت نے نہیں کیا ہے؟

دُردھر۔ اس زہر کو تمہارے شریر میں ویاپت کرنے والا وہی تکشک ہے۔ جسے لوگ مہامنتری چانکیہ کہتے ہیں۔

انورادھا۔ (سوچ کر ــــ اور غصے میں) تبھی میرا دل اور دماغ ایک نہ بجھنے والی اگنی میں جلا کرتے تھے۔ تبھی میری آنکھوں سے ہر سمے ایک جوالا سی نکلا کرتی تھی ــــ

دُردھر۔ ہم سب مہامنتری چانکیہ کے ہاتھوں میں کھیلنے والی کٹ پتلیاں ہیں، کون کہہ سکتا ہے مہانندی کو پرونگ نے مارا ہے ......

انورادھا۔ مہاراج پرونگ ابودھ ہیں مہارانی! اُن کے ہاتھوں سے کوئی ایسی بات سنبھو نہیں...... لیکن مہارانی جی! میں اپنے پریمی کو نہیں مرنے دوں گی۔ میں ہون کنڈ کے پاس پہنچتے ہی مہاراج پرونگ کو سب کچھ بتا دوں گی .... میں انہیں مہامنتری چانکیہ کے پھیلائے ہوئے جال میں نہیں پھنسنے دوں گی ــــ

دُردھر۔ میں اسی بات کا گیان پیدا کرنے کے لئے تمہارے پاس آئی ہوں۔

انورادھا۔ لیکن مہارانی

دُردھر۔ لیکن کیا؟

انورادھا۔ میں مہاراج پرونگ کو بچا دوں گی ــــ لیکن مہارانی میرا کیا ہوگا، میں جیون میں کوئی سُکھ نہ دیکھ پاؤں گی۔ میری کوئی اُمنگ پوری نہ ہوگی۔ ابھی میرا من پریم پرلاپ کر رہا تھا ــــ اور ابھی ......

(ایک ہلکی سی ہچکچاہٹ کے بعد دروازہ کھلتا ہے۔ راج دوت اندر آتا ہے۔ ساتھ ہی منتروں اور ہون یگیہ کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔)

راج دوت۔ کماری انورادھا! ــــ یہ ہار مہامنتری چانکیہ نے بھیجا ہے۔

دُردھر۔ مہامنتری نے جے مال بھیجی ہے۔

انورادھا۔ (روتے ہوئے، مہامنتری نے وشیدھویہ کا سندیش بھیجا ہے۔ پہلی رات ہی
دُربھاگ کی رات ہوگی (اجے مال لے لیتی ہے) لیکن مجھ سے کوئی میرا سہاگ
نہیں چھین سکے گا — کوئی نہیں چھین سکے گا۔ مہارانی میں آپ کے پاؤں
پڑتی ہوں آپ نے اتنا بڑا اُپکار کیا ہے کہ میں اسے جنم جنم نہیں بھول سکوں گی۔
(انگ رکھشکا آتی ہے)

انگ رکھشکا۔ مہارانی جی! — مہاراج آپ کو اور کماری انورادھا کو یاد کر رہے ہیں
کماری جی کُنڈ کے قریب پہنچے ......

انورادھا۔ میری پریکشا کا سمے آگیا — مہارانی جی!

دُردھر — چلو انورادھا! بھگوان تمہیں بل دیں!

(کماری انورادھا اور مہارانی دُردھر دروازے کی طرف بڑھتی ہیں
پردہ گرنے سے پہلے منتروں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں)

چوتھا منظر

منڈپ

منڈپ کے دائیں طرف لوگ بیٹھے ہیں شاید ان میں ملیہ کیتو اور بندوسار بھی ہیں۔ بائیں طرف منڈپ سے ذرا پرے مہاراج چندر گپت اور مہامنتری چانکیہ ایک تخت پوش پر براجمان ہیں۔ پردہ اُٹھنے پر مہارانی درُدھر مہاراج چندر گپت کے پہلو میں آبیٹھتی ہیں

درمیان میں ہون کُنڈ کے دو طرف براہمن گھرت اور سامگری کُنڈ میں پھینک رہے ہیں۔ ایک طرف مہاراج پروتک شادی کا سیندُوری جوڑا پہنے بیٹھے ہیں آگ کے قریب ہونے کی وجہ سے اُن کا چہرہ بھی سیندُوری ہو رہا ہے ...... کچھ دیر بعد کماری انورادھا جے مال لئے آہستہ آہستہ آتی ہے

منڈپ کے چاروں طرف زبردست پہرہ ہے

چندر گپت ۔ (انورادھا کو دیکھ کر) چانکیہ

چانکیہ ۔ مہاراج!

چندر گپت ۔ انورادھا ——— کیسے شرد رِتو کے بادل کی طرح آہستہ آہستہ چلی آ رہی ہے ..... وہ کتنی سُندر دکھائی دیتی ہے، کتنی سُندر اور پروتک ......

چانکیہ ۔ (استہزا سے) دو پریمی مل رہے ہیں! (ہنستے ہیں)

(پھر منتروں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں)

انورادھا۔ (آہستہ آواز میں) مہاراج !

پروتنک۔ انورادھے !

انورادھا۔ مہاراج مجھے آپ سے ایک بات کہنا ہے۔ جو شاید آپ کو آج تک نہیں معلوم۔

پروتنک۔ کہو پریہ

انورادھا۔ (رُندھے ہوئے گلے سے) میں یہ سہن نہیں کر سکتی۔ پرماتما میرے سہاگ کو امر رکھے۔ مہاراج! مجھے برسوں سے بس پر پالا جا رہا ہے ——— میں وش کنیا ہوں۔ آپ میرے شریر کو چھو کر ......

پروتنک۔ (ہنستے ہوئے) ...... باؤلی! ...... انورادھے! کیا تم سمجھتی ہو کہ پروتنک ان باتوں کو نہیں جانتا؟

انورادھا۔ مہاراج ——— آپ ان باتوں کو جانتے ہوئے بھی؟ ...... مہاراج! مہامنتری چانکیہ آپ کو اپنے راج پاٹ کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں!

پروتنک۔ (پھر ہنستا ہے) اور پروتنک راج پاٹ کو پریم کی بھینٹ چڑھا رہا ہے۔ انورادھے! آؤ ان راج پاٹ کے لوبھیوں کو بتا دیں کہ پریم پر جیون نچھاور کرنا پریمی ایک تُچھ وستو سمجھتے ہیں ...... آؤ۔ مجھے اپنا ہات دو ———

انورادھا۔ مہاراج آپ نے راج پاٹ ......

پروتنک۔ راج پاٹ کے لئے میں نے لڑکا ملیہ کیتو کو سونپ دیا ہے ...... ملیہ کیتو ان سب باتوں کو سمجھتا ہے ———

انورادھا۔ (آواز میں رقت ہے) مہاراج! آپ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں میں اپنا ہات آپ کے ہات میں دیتی ہوں ...... مجھ ایسا سہاگ نہ کسی کو ملا ہے نہ

ملے گا۔

(پھر منتروں کی آوازیں آتی ہیں۔ انورادھا اپنا ہاتھ پرونک کے ہاتھ
میں دینے سے پہلے اُن کے گلے میں جے مال ڈال دیتی ہے ....
چتا آگ کے سامنے بیٹھے ہونے کی وجہ سے زہر پروتک کے جسم میں
سرایت کر جاتا ہے ـــــ آناً فاناً پروتک لوٹنے لگتے ہیں)

انگ رکھشکا۔ مہاراج پروتک لوٹنے لگے!

راج دوت۔ مہاراج پروتک!

انورادھا۔ سوامی!

دُردھر۔ مُنشتا کے اوتار، مہاراج پروتک کی جے! (چندر گپت سے) مہاراج آپ
نے دیکھا؟

چندر گپت۔ ہاں مہارانی، میں نے دیکھا (اُٹھ کر) پریم پر بلیدان دینے والے پروتک،
تیری جے!

چانکیہ۔ پہرہ دارو، ملیہ کیتو کو گھیرے میں لے لو ...... دو پریمی! ...... ہاہاہا!! .....
دیوانے ..... پاٹلی پُتر سمراٹ کی جے!

(منظر پر فوراً پردہ گر جاتا ہے)

کھیل "چانکیہ" کے چند ہندی الفاظ کا ترجمہ ذیل میں دیا گیا ہے

اِنشچت	بے یقین
شِشو	بچہ
جننی	ماں
بادھک	حائل
آشنکا	شک و شبہ
سندیہہ	شک
سروانچ اوستھا	سب سے اُونچی منزل
کٹل	جھوٹا
کٹھور	سخت دل
گھرنا	نفرت
درشن	نقطۂ نظر
تتوگیان	فلسفہ
سدھانت	کلیہ
اپواد	استثنےٰ
مرتیو ڈنڈ	موت کی سزا
پریشد	قانون ساز مجلس
گوآدھیاکش	گائے بیلوں کے محکمے کا مہتمم
نوآدھیاکش	جہازوں کے محکمے کا مہتمم
ہستادھیاکش	ہاتھیوں کے محکمے کا مہتمم
اسوادھیاکش	گھوڑوں کے محکمے کا مہتمم
رتھ آدھیاکش	رتھوں کے محکمے کا مہتمم
وشرانتی ستھان	آرام گاہ
رنگ بھومی	کھیل کا میدان
انومان	پیش خیمہ
اسنبھو	ناممکن
استھر	سیمابی۔ ایک جگہ قائم نہ رہنے والے
اکارن	فضول، بے فائدہ
ستیتا	سچائی
امانیہ	مشاورتی ذرا
ویہوہارک	کارکن
سمراٹ	ریاست کے مختار
ورشل	راجے کا خطاب
گانڈیو	ارجن کی کمان
چکرویوہ	نرغہ جس میں کوروؤں کی فوج نے ویر ابھیمنیو کو گھیر لیا تھا

اُدّیش	مقصد	مدُھو پدرا	میٹھی شراب
اُنتی	ترقی	بھاگیہ شالی	اچھی قسمت والی
سہنسروں	ہزاروں	ایرشا	حسد
سنکوچ	احتراز	تُچھ جیو	بے بضاعت ہستی
مرگ نینی	ہرن کی سی آنکھوں والی	ابودھ	بے قصُور
آبھاس دینا	جتا دینا	سُچیت	آگاہ
یُوتی	نوجوان لڑکی	وِدھوِیہ	بیوگی' دوھاگ
کوکل	کوئل۔ پنچھی	شُردرِتو	سردیوں کا موسم
مدھو	شراب	امر	غیر فانی
کمپت ادھر	کانپتے ہوئے ہونٹ	لوبھی	لالچی

تلچھٹ

ماں ، ایک بیوہ عورت جس نے یوگ کو پالا ہے
یوگ ، ایک "یتیم" لڑکا
جوتن کی ماں : محلے کی ایک عورت
شری پت رلئے ، یوگ کا باپ

منظر

ایک معمولی سا کمرہ، جس میں سامان قدرے بے ترتیب پڑا ہے مثلاً ایک کُرسی پڑی ہے تو اس کے بازو پر دھوئے جانے والے کپڑے رکھے ہیں۔ پلنگ کے قریب ایک تھال پڑا ہے جس کا مطلب ہے ابھی کسی نے کھانا کھایا ہے لیکن برتن نہیں اُٹھوائے۔ الگنی پر ایک چھتری ٹنگی ہوئی ہے، جس کی کانپیں نظر آ رہی ہیں وغیرہ

درمیان میں ایک سلائی کی مشین ہے جس کے ارد گرد کترنیں بکھری ہوئی ہیں۔ اس کمرے میں کھڑے ہونے سے نظر رسوئی میں جاتی ہے۔ رسوئی بھی دراصل اُسی کمرے کا ایک حصہ ہے لیکن اسے کھوکھے کی بیکار لکڑی سے کمرے سے علیحدہ کر لیا گیا ہے۔ رسوئی کے پاس سے ایک راستہ سامنے ٹوٹی پھوٹی دیوار کے پاس جا کر رُک جاتا ہے جہاں ایک نالی ہے۔ نالی کے پاس دائیں طرف ایک ٹاٹ لٹکا ہے جس کے پیچھے غسل خانہ ہے۔

پردہ اُٹھتے پر ماں ــــــ یوگ کی ماں، کتر بیونت میں مشغول نظر آتی ہے۔ روشنی کم ہونے سے اسے آنکھوں پر زور دینا پڑتا ہے۔ وہ ستائیس برس کی ایک جوان عورت ہے۔ لیکن بیوگی کی مصیبتوں کے باعث زیادہ عمر کی دکھائی دیتی ہے۔ آج بھی اگر اچھے کپڑے پہنے تو خوبصورت نظر آئے۔

یوگ ایک چودہ سال کا ذہین لڑکا ہے جو کسی بات سے خفا

معلوم ہوتا ہے۔ کبھی چارپائی پر بیٹھ جاتا ہے اور کبھی اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

ماں - نہیں بیٹا یوگ! میں تمہیں اتنا پیسہ نہیں دے سکتی ..... میں ایک غریب عورت ہوں۔

یوگ - اگر یہی بات تھی ماں۔ تو تم نے مجھے لکھانے پڑھانے کی کوشش ہی کیوں کی تھی؟ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ تھوڑی بہت شُدبُد حاصل کرنے کے بعد میں چپلکے کارخانے میں نوکر ہو جاتا اور وہاں سپرنگ بنانے کا کام سیکھ لیتا۔

ماں - بیٹا مجھے کیا پتہ تھا ہر دوسرے روز میرے لئے نیا پروانہ آئے گا۔

یوگ - نیا پروانہ کیسا ؟

ماں - یہی کبھی تمہیں سیر تماشے کے لئے پیسے دینا ہوں گے۔ اور کبھی سکاؤٹنگ کی وردی سلوانے کے لئے پیسے درکار ہوں گے۔ اگر تمہیں رومال کی اتنی ضرورت ہے تو کیوں نہیں ایک سادہ سا ......

یوگ - نہیں ماں مجھے ایک خاص کپڑے کا سکارف چاہیئے۔

ماں - مجھے تمہاری ان ضرورتوں کا کیا پتہ ؟ تم دیکھتے ہو میں سارا دن سلائی کرتی رہتی ہوں۔ جب سے بدھوا ہوئی رو رو کر میں نے آنکھیں خراب کر لیں۔ اور اب میری نگاہ سلائی پر نہیں ٹکتی ..... میری نگاہیں ایک جگہ جم کر رہ جاتی ہیں۔

یوگ - تو تم عینک کیوں نہیں لگوا لیتیں ماں ؟ ..... اسپتال سے نمبر تو لے آئے تھے۔

ماں - ہاں نمبر تو لے آئے تھے لیکن عینک خریدنے کے لئے پیسے چاہیں۔

یوگ - اوہ! پھر پیسے ....

ماں - ہاں پیسوں کے بغیر کیا ہو سکتا ہے اس سنسار میں ؟

یوگ۔ ماں دنیا میں پیسوں کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا؟ ..... گاؤں میں تو لوگ ابھی تک گندم لے آتے ہیں یا عورتیں دوکاندار کو کپاس دے جاتی ہیں اور اس کے عوض انہیں آٹا دال اور نمک پیسے سب کچھ مل جاتا ہے .... ہمارے ہاں جو گندم پڑی ہے ....

ماں۔ ہاں بیٹا! وہاں اس قسم کا تبادلہ ہو سکتا ہے۔ شہر میں لوگ پیسے کے عوض کوئی چیز دے سکتے ہیں۔ اس کے بغیر نہیں ......

یوگ۔ جوتن کی ماں بیوہ ہے۔ وہ کیسے کما لیتی ہے؟ جوتن کو کبھی کتابوں کے لئے نہیں رونا پڑا اور نہ کبھی ......

ماں۔ (جھڑک کر) خاموش! سوچ کر بات کیا کرو۔ جوتن کی ماں جس طرح پیسے کما لیتی ہے میں اس طرح پیسے نہیں کمانا چاہتی۔

یوگ۔ (حیران ہو کر) وہ کیسے کما لیتی ہے؟ ———— جوتن کی ماں!

ماں خبردار آئندہ کبھی جوتن کی ماں کا نام لیا۔ سمجھ گئے؟

یوگ۔ کیوں ماں۔ جوتن کی ماں کا نام لینا گناہ ہے؟

ماں۔ ہاں گناہ ہے!

یوگ۔ (رو کر) میں نہیں جانتا میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے سکارف چاہئے اور سلسلہ حساب نمبر ۲ اور ریس ...... ماں! تمہیں اس کے بعد کچھ بھی لانے کے لئے نہیں کہوں گا

ماں۔ میرے لال، تم ہی بتاؤ ..... میں کیا کروں۔ کل میں نے جمنا لال کے ہاں سے بوتلیں اکٹھی کیں۔ ان سے سخت بدبو آتی تھی۔ میں نے انہیں دھویا اور اس کے بعد پچھلے تین مہینے سے اکٹھا کیا ہوا چھان نکالا اور ان کو بیچ ڈالا۔ سوا تین روپے ملے .... اب تم ہی بتاؤ کہ کھانے پکانے کے لئے کیا رکھوں اور تمہارے حساب اور رومال

کے لئے کیا دوں ...... ؟

یوگ - یہ ٹھیک ہے ماں ...... پھر ...... (منہ چھپا لیتا ہے - گویا رو رہا ہے)

ماں - پھر کیا ...... تم پھر رونے لگے سودائی!

یوگ - (روتے ہوئے) تم نے کہا تھا نا تمہارا باپ لڑائی سے پہلے بدیس چلا گیا ...... اور وہاں مر کھپ گیا - اور اس کے جاتے ہی تمہاری ماں صدمے سے مر گئی اور تم نے مجھے لے کر پال لیا ......

ماں - ہاں یہ ٹھیک ہے - لیکن اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے ؟

یوگ - میں کئی بار سوچتا ہوں ...... تم نے مجھے آخر کیوں بچا لیا ؟ کیوں اپنا بیٹا بنا لیا؟ تم مجھے نہ لاتیں تو میں بھوک اور پیاس سے تنگ آ کر مر جاتا - زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا نا - تمہارے دکھ کا کارن تو نہ ہوتا -

ماں - (لرزتی ہوئی آواز میں) اچھا بیٹا میں نے جو تمہیں بچا لیا —— بڑی بھاری غلطی کی - کبھی کسی انسان سے غلطی بھی سو ہی جاتی ہے -

(وقفہ —— ایک ٹھنڈی سانس لیکر)

کاش میں ایک بار اپنی کوکھ سے بیٹا جن لیتی ...... چاہے وہ پیدا ہونے کے فوراً بعد مر ہی کیوں نہ جاتا - کبھی دوسرے کا بیٹا بھی اپنا ہوتا ہے - لاکھ کرے کوئی -

یوگ - (گھبرا کر) یہ بات نہیں ماں ...... ایسا کرو گی تو میں کہیں چلا جاؤں گا -

ماں - چلے جاؤ گے تو کیا ہوگا ؟ اب بھی کیا تم میرے ہو ؟ یہ جو باتیں تم نے کی ہیں ......

یوگ - (لپٹ کر) نہیں ماں ...... میں تیرا ہوں تیرا - اور کسی کا نہیں - آج میری اپنی ماں بھی آ جائے تو میں اس کے پاس نہ جاؤں - تم نے مجھے پالا ہے -

ماں - آئے ہائے - میں احسان جتا رہی ہوں نا -

یوگ ۔ نہیں ماں میں نے یہ کب کہا میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ میری وجہ سے تمہیں اتنا کلیش ہوتا ہے۔ میں بڑا ہو رہا ہوں اور میری ضرورتیں بڑھتی جا رہی ہیں ۔ میرا پیٹ کھانے کو مانگتا ہے ......

ماں ۔ بیٹا پیٹ کی بات نہ کرو۔ پیٹ بھر کھانے کے لئے تو ہمارے پاس کمی نہیں ہے ہاں پیٹ کے علاوہ یہ رومال اور کتابیں ......

یوگ ۔ کتابوں کے بغیر بھلا کوئی کیسے پڑھ سکتا ہے ؟

ماں ۔ میں نے سنا ہے کہ پڑھنے والوں نے دوسروں سے مانگ تانگ کر کتابیں پڑھی ہیں ۔ لائبریریوں میں جا جا کر کام کیا ہے ۔ تمہارے ہی چچا اتنے بڑے کیسے بن گئے؟ ان کے گھر میں کھانے کو روٹی تھی نہ تن ڈھانپنے کو کپڑا۔ ماں باپ نے انہیں ان کی بُوا کے ہاں گوجرانوالہ بھیج دیا ۔ جہاں یہ اپنے پھپھیرے بھائی کھلایا کرتے تھے اور روٹی کھا لیتے تھے ۔ گھر پڑھنے کے لئے بتی نہ تھی اور تمہارے چچا سڑکوں کی روشنیوں کے نیچے جا جا کر پڑھا کرتے تھے ....

یوگ ۔ ماں ۔ میں سمجھ گیا .... سب کچھ سمجھ گیا ۔ دراصل بات یہ ہے کہ تم نے مجھے بہت پیار کیا ہے ۔ جب میں نے رو دھو کر تم سے کچھ مانگا ہے تم نے کسی نہ کسی طرح مہیا کر دیا ہے ۔ اس سے میری عادت بگڑ گئی ..... اب میں جانتا ہوں ۔ تم بہت مجبور رہو ......

ماں ۔ ہاں بیٹا ۔ میں ان دنوں بہت مجبور ہوں ۔ تمہارے سامنے میں گھر دائی بلواتی رہی در پیٹ ملواتی رہی ۔ میں نے اس مہینے سینے پرونے کا کام ہی نہیں کیا اور نہ سوزے بنے ہیں ۔

یوگ ۔ نہیں ماں ..... مجھ سے بھول ہوئی !

ماں - تو اب تم اپنے ماسٹر کو کیا جواب دو گے ؟

یوگ - میں کہوں گا میں اسکاؤٹ نہیں بنتا ...... اگرچہ وہ مجھے بہت پسند کرتے ہیں

...... انہیں دکھ ہوگا - پر ماں جو دکھ تمہیں ہو رہا ہے ....

ماں - اچھا وہ تمہیں اتنا چاہتے ہیں کہ تمہارے سکاؤٹ نہ ہونے پر انہیں دکھ ہوگا ؟

یوگ - ہاں ماں -

ماں - ہائے گھر بھر میں ایک مرد کے نہ ہونے سے یہ کچھ ہو جاتا ہے ...... مرد بیس قسم کے کام کر سکتا ہے عورت کچھ بھی نہیں کر سکتی - پھر وہ مہینے میں بیس دن بیمار رہتی ہے - میں تو روتی ہوں کہ میں عورت کیوں ہوئی ؟

یوگ - اس میں تمہارا کیا قصور ہے ماں .... ؟

ماں - نہیں اس میں میرے ہی کرموں کا دوش ہے -

یوگ - دنیا میں لاکھوں عورتیں ہیں جو راج کرتی ہیں - ہیڈ ماسٹر کی بیوی ہے وہ ہیڈ ماسٹرنی ہو گئی - پوچھو بھلا اس نے ہیڈ ماسٹرنی بننے میں کونسا کالج پاس کیا ہے - ان دنوں گورنر کی بیوی سکول کی عمارت کا پتھر رکھنے آئی تھی تو ......

ماں - ہاں بیٹا - عورت مرد ہی سے رتبہ پاتی ہے

یوگ - ایسا کیوں ہے ؟

ماں - کیوں ہے ؟ ...... جب سے دنیا بنی ہے ایسے ہوتا آیا ہے - مرد کے بغیر عورت کچھ بھی نہیں -

یوگ - مرد تمہارے بغیر سب کچھ ہیں ؟

ماں - ہاں سب کچھ -

(وقفہ —— ماں کچھ سنبھل جاتی ہے)

یوگ ۔ تو میں مرد بنوں گا ۔ اور سب کچھ ہوں گا

ماں ۔ ہاں ۔ اور میرے بیٹے کی دلہن آئے گی ۔

یوگ ۔ نہیں ماں …… میں اُس کے لئے نہیں ۔ تمہارے لئے سب کچھ ہوں گا ……

ماں ۔ جیتے رہو بیٹا بھگوان تمہیں بہت بڑا آدمی بنائے اچھا تو وہ تمہیں بہت چاہتے ہیں ۔ تمہارا اپنا جی بھی چاہتا ہے کہ اسکاؤٹ بنوں اور ……

یوگ ۔ واہ ! …… تو میں اتنی دیر سے رو کیا رہا ہوں ؟

ماں ۔ نہیں بیٹا مجھے ایک بات یاد آگئی ۔ میں نے تمہاری شادی کیلئے روپے جمع کرنے شروع کئے تھے ۔

یوگ ۔ میری شادی کے لئے ؟

ماں ۔ ہاں تمہاری شادی کے لئے …… اور چار پانچ سال میں تمہارا بیاہ ہوگا یا نہیں ؟

یوگ ۔ تو اس کے لئے میں آپ کماؤں گا ۔

ماں ۔ اچھا اس کے لئے تم آپ کماتے رہنا …… یہ میں نے روپے اکٹھے کرنے شروع کئے تھے …… ابھی تک میرے پاس باون روپے جمع ہوئے ہیں ۔ اس سے تم رومال اور کتابیں ——

یوگ …… ماں !

ماں ۔ انہیں جہاں چاہو خرچ کرلو ۔ میرے پاس یہی پونجی تھی …… جو میں نے تمہارے سامنے بڑی محنت سے جمع کی ہے ۔

یوگ ۔ نہیں نہیں ماں …… میں اسے خرچ نہیں کروں گا (خوش ہوکر) لیکن مجھے رومال بنا دو ۔ اور باقی پیسے جمع رکھو ۔ میری شادی کے لئے نہیں ۔ اپنے سر درد کا علاج کرو ۔ یہ سر درد جو تمہارا اچھا ہی نہیں چھوڑتا ۔

ماں - اور کتابیں ؟

یوگ - میں ایسے ہی پڑھ لوں گا مانگ تانگ کر گلی کی روشنیوں کے نیچے .....

ماں - نہیں بیٹا۔ میں یہ نہ ہونے دوں گی۔ تم ضروری ضروری کتابیں خرید لو ..... اور باقی ....

(دروازے پر دستک سنائی دیتی ہے)

ماں - یہ ہمارے گھر کون آیا ؟

یوگ - گونگی ہوگی۔ تم نے اس کے کپڑے سی دیئے ہیں ؟ وہ کہہ رہی تھی۔ مجھے ویاس پوجا سے پہلے کہیں پہنچنا ہے۔

ماں - (زانو پر ہاتھ مار کر) ہائے۔ میں مر گئی! میں نے تو شروع ہی نہیں کیا .... میں اسے بھول ہی چکی تھی!

یوگ - تو اب کیا ہوگا ؟

ماں - (گھبرا کر) نہ جانے کیا ہوگا۔ اُسے کیا منہ دکھاؤں گی میں ؟

یوگ - میں کہتا ہوں ..... ماں تم بیمار بن جاؤ۔ اس چارپائی پر پڑ جاؤ۔ تم نے اس کے کپڑے کاٹے بھی ہیں یا نہیں ؟

ماں - میں کہتی ہوں بالکل بھول گئی تھی اس کے کپڑے۔

یوگ - کسی کے بھی کاٹے ہیں ؟

ماں - ہاں چاند کی قمیص کاٹی ہے وہ پڑی ہے .....

یوگ - اٹھو اٹھو ..... میں تمہیں مشین رکھ دیتا ہوں۔ تم مشین کے اندر وہ قمیص رکھ دو۔ بس اس طرح کہ پتہ چلے بخیہ نکالنے کی مہلت نہیں ملی اور پیٹ میں درد ہونے لگا۔

ماں ۔ نہیں نہیں بیٹا۔۔۔ یہ بُری بات ہے ۔میں رات جاگ کر سی دوں گی ۔ اور تھوڑی سی لعنت ملامت سہ لوں گی ۔ اس کی مجھے عادت ہوگئی ہے ۔

یوگ ۔ جب تم وقت پر کام کر دیتی ہو ۔ تو پھر بھی لعنت ملامت ہوتی ہے ؟

ماں لوگ میری سلائی کا درزیوں کی سلائی سے مقابلہ کرتے ہیں نا ۔ اور میں اُن ایسا نہیں سی سکتی ۔ اگرچہ درزی ایک قمیص کے اڑھائی روپے تک لے لیتے ہیں اور میں کم سے آنے سے آٹھ آنے تک لیتی ہوں ۔

(پھر دستک آتی ہے)

پیچھے سے دیکھو تو کون ہے ؟

یوگ ۔ (دوڑ جاتے ہوئے) ۔۔۔ اچھا میں دیکھتا ہوں ۔

(ماں سلائی کی مشین چلانے لگتی ہے)

ماں ۔ کون ہے ؟

یوگ ۔ (گھبرایا ہوا آتا ہے) ماں ۔۔۔ ماں یہ جوتن کی ماں آگئی ۔

ماں ۔ اُسے ہمارے ساتھ کیا کام آن پڑا ؟ بیٹھے بٹھائے یہ کیا مصیبت آگئی ؟ میرے ہاں اس کا آنا جانا اچھا نہیں ۔۔۔۔۔

یوگ ۔ میں خود نہیں چاہتا وہ ہمارے ہاں آئے ۔۔۔۔۔ میں اسے روک دوں ؟

ماں ۔ اس طرح کیسے روکا جا سکتا ہے ؟ ۔۔۔۔ چلو یہ بھی اچھا ہوا گونگی نہیں آئی ؟

یوگ ۔ صاف کہہ دوں گا کہ ماں کو فرصت نہیں ۔

ماں ۔ نہیں نہیں ۔۔۔۔ ایسا نہ کہو ۔۔۔ (سوچ کر) اچھا اسے آنے دو ۔

(جوتن کی ماں اپنے آپ چلی آتی ہے)

جوتن کی ماں ۔ (بہت خوشی سے) یوگ کی ماں !

ماں ۔ ہاں کرشنا ۔ کہو کیا بات ہے ؟

جوتن کی ماں ۔ میں تمہیں ایک خوشخبری سنانے آئی ہوں ۔ ایسی بات جو تم نے زندگی بھر نہیں سنی ہوگی ۔

ماں ۔ ہمارے لئے کیا خوشخبری ہو سکتی ہے ؟ لاٹری ہم نے نہیں ڈالی اور ......

جوتن کی ماں ۔ لاٹری سے بڑھ کر بات ہے ۔

یوگ ۔ تم ایسے ہی باتیں کرتی ہو جوتن کی ماں ۔ جانے کیا ہو جائے گا ۔ اور جب اصل بات ہوتی ہے تو ٹھس سے رہ جاتے ہیں سب ۔

جوتن کی ماں ۔ نہیں یوگ ! خاص طور پر تمہارے لئے بہت بڑی بات ہے ۔ اس سے تمہیں بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے اگر میں کہوں کہ آج تم فقیر ہو اور کل راجہ بن جاؤ گے تو تم مان لوگے ؟

یوگ ۔ نہیں ۔ میں راجہ نہیں بن سکتا اور نہ بننا چاہتا ہوں ۔

جوتن کی ماں ۔ لیکن اگر تم راجہ بن جاؤ تو ....

ماں ۔ اوہو ۔ راجہ ہی نہ بن جائے کہیں ....

یوگ ۔ لیکن ماں کیا کرے گی ؟ .... (کچھ یاد آتا ہے) اوہ ۔ نہیں ...... ماں میرے ساتھ جا سکتی ہے ۔ راجے کی ماں بن کر چلو ۔ سمجھ لیا میں راجہ ہوں گا ۔ ہماری آٹھویں جماعت میں اس طرح کے سوال نکالتے ہیں ۔ فرض کیا کہ " لا " لڑکوں نے امرود کھائے ...... ہاں جوتن کی ماں ! تمہیں اپنے امرودوں کا وعدہ یاد ہے نا ؟

جوتن کی ماں ۔ ہاں اچھی طرح سے ۔ میں تمہیں اپنے باغ سے ٹوکروں کے ٹوکرے منگوا دوں گی

ماں ۔ اوہو ' ایکا ایکی اتنی مہربان کیسے ہو گئیں ؟ ——— اصل بات کیا ہے ؟

جوتن کی ماں ۔ بہت ہی خوشی کی بات ہے ۔ یوگ کی ماں ! تم دیکھ نہیں رہی ہو ۔ میری

آنکھوں میں نیر بھر آیا ہے - در اصل مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ بات تم لوگوں سے بیان کر سکوں ، ہے بھگوان ، مجھے اتنی شکتی دے کہ ۔۔۔۔۔

ماں - یہ کیا پاکھنڈ ہے ۔۔۔؟ میں کہتی ہوں کرشنا ، کوئی بات ہمیں اتنا خوش نہیں کر سکتی کہ ہم اُسے سن کر پاگل ہو جائیں - اور نہ کوئی بات اتنا غمگین کر سکتی ہے کہ ۔۔۔۔

جوتن کی ماں - یوگ بیٹا !

یوگ - یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے جوتن کی ماں ۔۔۔۔ جوتن کیا کر رہا ہے ؟

ماں - یوگ کی یہ بہت بری عادت ہے - کہ جو آخری چیز اس کے دماغ میں آتی ہے اُسی کی طرف پلٹ جاتا ہے - باتیں کسی خوشخبری کی ہو رہی تھیں - بیچ میں امرودوں کا ذکر آگیا - اب امرودوں کا ذکر ہو رہا ہے تو جوتن کا قصہ لے بیٹھے ۔۔۔۔۔

یوگ - ہاں - میں کہہ رہا تھا میں اپنے آپ کو " لا " فرض کر لیتا ہوں یعنی راجہ !

جوتن کی ماں - فرض کرنے کی کوئی بات نہیں - تم اب سچ مچ راجہ ہو !

ماں - اور میں

یوگ - تم راجہ کی ماں

جوتن کی ماں - راج ماتا !

ماں - اچھا چلو گپ ختم ہوئی - اب اصلی بات بتاؤ ۔۔۔ (ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے) ہماری ایسی قسمت کہاں ۔۔۔؟ ابھی کل ہی کیرل ودیا کا ایک پنڈت آیا تھا اس نے کچھ ہندسے لکھے اور اصل ہندسے میں ۲۴ کا نون (قانون) کے جمع کرائے اور اُسے تین پر تقسیم کرایا سب کچھ تقسیم ہو گیا ۔۔۔ جس کا مطلب تھا لابھ کی بجائے اُلٹا نقصان ہوگا - میں ان باتوں کو مانتی نہیں پر ۔۔۔۔۔

جوتن کی ماں - بات یہ ہے کہ یوگ کا باپ زندہ ہے !

ماں - (حیران ہوکر) سچ! میری سوگند لو!!

یوگ - میرا باپ کہاں سے آگیا؟

جوتن کی ماں - تمہاری سوگند یوگ کی ماں! ــــــ یوگ کا باپ زندہ ہے!

ماں - ارے سچ سچ کہو - جوتن کی ماں .... میں تو کانپنے لگی!

جوتن کی ماں - مجھے اپنے جوتن کی سوگند ــــــ زندہ ہیں - لڑائی کے شروع ہوتے ہی وہ بدیس میں قید ہوگئے یا نظر بند کر دیئے گئے - کچھ ایسی ہی بات ہے ــــــ

یوگ - نہیں کوئی چٹھی ملی ہے جوتن کی ماں؟

جوتن کی ماں - وہ خود جو مل گئے تو چٹھی کی کیا ضرورت ہے؟

ماں ــــــ دیکھو ــــــ مذاق نہ کرو کرشنا میں بیہوش ہو جاؤں گی ــــــ یہ ہاتھ رکھو ادھر دیکھو ــــــ میرا دل کیسے دھڑک رہا ہے......

جوتن کی ماں - تمہارا کیا خیال ہے میں یونہی جوتن کی سوگند لیتی پھرتی ہوں - یہ ان میرے پاس دھرا ہے - اس پر ہاتھ رکھ کر کہتی ہوں یوگ کے پتا آئے ہوئے ہیں اور وہ شری پت پہلے شری پت نہیں رہے - بہت بدل گئے ہیں ــــــ انہوں نے بہت دولت کمائی ہے

یوگ - نہیں جوتن کی ماں ــــــ میرے پتا جی؟ چھ سات برس کے بعد؟ نہیں یہ سب مذاق ہو رہا ہے -

ماں - ارے ٹھہرو تو (جوتن کی ماں سے) وہ ہیں کہاں؟

جوتن کی ماں - وہ صبح سے میرے گھر ٹھہرے ہوئے ہیں -

ماں - تمہارے گھر ــــــ تمہارے گھر کیوں؟ تم نے جان بوجھ کر انہیں ادھر نہیں آنے دیا ہوگا..... میں جانتی ہوں کیوں؟

جوتن کی ماں - کیوں؟ میرے گھر کیا ہے ؟ تمہارا گھر بھی کوئی ٹھہرنے کی جگہ ہے - میرے
ہاں میز ہیں - کرسیاں ہیں - شیشے ہیں - پلنگ ہیں اور ہر قسم کا سامان ہے جو ایک اچھے
گھر میں ہونا چاہئے - انہوں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے - اچھی سے اچھی جگہ دیکھی
ہے - اُن کے اُتارنے کے لئے بھی کوئی اچھی جگہ ہونی چاہئے -

ماں ــــ چلو ــــ میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں ــــ نہیں میں کانپ رہی ہوں.....
یوگ بیٹا! یہ بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے - شاید اس بات کا کیا نتیجہ نکلے ؟-
(جوتن کی ماں سے) تو وہ تمہارے ہاں صبح سے آئے ہوئے ہیں! یہ ٹھیک ہے
وہ اچھا گھر ہے لیکن یہ بھی کوئی بات ہے بھلا - پنچھی آسمان بھر میں اڑتا پھرتا ہے
وہ زمین پر اپنے گھاس پھونس کے گھونسلے کو نہیں بھول جاتا -

(وقفہ ــــ پھر یوگ سے)

یوگ بیٹا ــــ تم اپنے پتا کو لے آؤ

جوتن کی ماں - تم کیوں نہیں ادھر چلی جائیں - آ کر وہ بیٹھیں گے کہاں ؟

ماں - جہاں بھی بیٹھیں - انہیں پہلے اپنوں کو ملنے کے لئے آنا چاہئے تھا

جوتن کی ماں - میں نے اپنے ہاں اتار لیا تو اس میں گناہ کیا ہوا ؟ میں سمجھتی ہوں میں نے
اچھا کام کیا -

ماں - گناہ کوئی نہیں جوتن کی ماں ــــ لیکن تم کسی سے بھی پوچھو سب کہیں گے
کہ اُسے پہلے اپنوں سے ملنے کے لئے آنا چاہئے تھا - اور پھر......

جوتن کی ماں - ہونہہ! ایک تم بھی اس کے اپنوں میں سے ہو گئیں!

ماں - (صدمہ زدہ) ہاں! میں اس کے اپنوں میں نہیں لیکن یوگ تو ہے!...... میں
نے یوگ کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کیا ہے، میں.........

یوگ ۔ ماں میں انہیں جا کر لے آتا ہوں ۔

جوتن کی ماں ۔ انہیں وہیں رہنے دو ۔ یوگ بیٹا! ——— اپنی ماں کو لے جاؤ

ماں ۔ نہیں میں نہیں جاؤں گی ——— میں ان کی کون ہوتی ہوں ؟ انہیں میری عزت کے لئے یہاں آنا چاہئے ۔ میں ایک بدھوا عورت ہوں ۔ مجھے پرائے مردوں کو ملنے کے لئے ایسے نہیں چلے جانا چاہئے ۔

یوگ ۔ میں جاتا ہوں ——— لیکن مجھے بھی شرم آتی ہے ۔ مجھے رونا آ جائے گا

جوتن کی ماں ۔ اس میں شرم کی کیا بات ہے ؟

یوگ ۔ نہیں نہیں ——— میں جاؤں گا (خوشی میں) میرے پتاجی آئے ہیں میرے پتاجی ....

(جاتا ہے اس کی آواز بڑی تیزی کے ساتھ دور ہٹتی جا رہی ہے)

جوتن کی ماں ۔ ہاں تم کیا کہہ رہی تھیں بہن ؟

ماں ۔ یہی کہ پرائے مردوں سے ملنے کے لئے مجھے ایسے نہیں چلے جانا چاہئے

جوتن کی ماں ۔ پرائے مرد تمہارے یہاں بیشک آ جائیں ؟

ماں ۔ نہیں ——— وہ یوگ کے پتا ہیں اُن کے سوا اور کوئی نہیں آ سکتا ۔

جوتن کی ماں ۔ جیسے تمہیں ان کے پاس جانے سے شرم آتی ہے ویسے ہی انہیں بھی....

ماں ۔ نہیں ہم دونوں کی بات ایک ہی نہیں ۔

جوتن کی ماں ۔ میرا اب بھی خیال یہی ہے کہ تمہیں اُدھر چلے جانا چاہئے ۔ وہ ایک پل میں ادھر پہنچ جائینگے تب تک تمہارے ہاں صفائی بھی نہیں ہوئی ہو گی ۔ یہ دیکھو سب کوڑا کباڑ ۔ دیکھو یہ مشین ——— کپڑے اور کنستر ہیں اور یہ تصویریں جیسے پنواڑیوں کی دکانوں پر ہوتی ہیں ۔ اور یہ جنتری .....

ماں - یہ ٹھیک ہے۔ لیکن یہ میرا گھر ہے ......

جوتن کی ماں - تمہارا ابھی تک خیال ہے کہ میرے گھر جا کر شری پت رائے نے غلطی کی؟

ماں - ہاں ـــــ مجھے اس بات کا گِلہ ہے کہ تم انہیں سیدھے ادھر کیوں نہیں لے آئیں؟ اور پھر صبح سے تم نے انہیں اپنے پاس کیوں رکھا ہے؟ میں یہ تو نہیں کہتی کہ اس میں تمہارا کوئی لالچ ہے لیکن یہ بات بنتی نہیں کہ تم ......

جوتن کی ماں - میں نے بُرا کیا کیا؟ آتے ہی وہ نہانے چلے گئے۔ راستے کی مٹی اتاری۔ تکان سے ان کی آنکھیں بھاری ہو رہی تھیں۔ اور وہ گرے پڑتے تھے اور پھر...

ماں - لیکن انہوں نے اپنے بیٹے اور پتنی کو یاد نہ کیا؟

جوتن کی ماں - کیا! وہ کمرے میں پاؤں رکھنے سے پہلے روئے۔ لیکن اس بات کا خیال کر کے کہ کسی کا گھر ہے۔ وہ چپ رہے۔ میں نے کہا نا، انہوں نے بہت دنیا دیکھی ہے۔ وہ اچھا بُرا سب سمجھتے ہیں

ماں - تم کہتی ہو اس نے اپنی پتنی کو یاد کیا۔ ایسے میں اپنی طبیعت پر کوئی کیسے قابو پا سکتا ہے؟..... (ٹھنڈی سانس لے کر) مرد ایسے ہی پتھر دل ہوتے ہیں ـــــ!

جوتن کی ماں - انہوں نے اور بھی عورتیں دیکھی ہیں جن کے مقابلے پر اُن کی اَن پڑھ گنوار بیوی کچھ بھی نہ تھی!

ماں - چاہے اَن پڑھ گنوار ہو کوئی، پھر بھی .... اور بیٹا!

جوتن کی ماں - بات دراصل یہ ہے کہ بیوی کے مرجانے کا انہیں بدیس ہی میں پتہ چل گیا تھا ـــــ اور بتانے والے نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ تمہارا بیٹا بھی چل بسا ہے۔ حالانکہ وہ جیتا تھا۔ سو جو اصل رونا دھونا تھا وہ شری پت رائے پہلے ہی رو دھو چکے تھے۔

ماں ۔ تو پھر وہ اپنے قصبے میں کیوں آئے ؟

جوتن کی ماں ۔ کوئی مڑھی سمادھ پہ کیوں جاتا ہے ؟ ـــــــــ اور پھر اپنے دیش کی یاد ......

ماں ۔ میرا دل ابھی تک کانپ رہا ہے !

جوتن کی ماں ۔ تمہارا دل بھلا کیوں کانپ رہا ہے ؟ شاید تم سمجھتی ہو کہ وہ ....

ماں ۔ کیا سمجھتی ہوں ؟ .....

جوتن کی ماں ۔ (رک کر تتلا کر) شاید تم سمجھتی ہو کہ وہ (گویا بات پلٹ جاتی ہے) ..... وہ ..... یوگ کو لے جائیں گے !

ماں ۔ نہیں نہیں ـــــ اس بات کی مجھے تسلی ہے ـــــ وہ یوگ کو نہیں لے جا سکتے ۔ دنیا میں اتنی اندھیر گردی نہیں ۔ وہ تو اپنی طرف سے یوگ کو مار چکے تھے ۔ اور اگر میں یوگ کو لے کر نہ پال لیتی تو نہ جانے اس کا کیا ہوتا ؟ ...... میں نے سات آٹھ سال مصیبتیں سہہ کر یوگ کو پالا ہے ۔ پڑھایا ہے ..... تمہیں یاد ہے جب اسے محرقہ بخار ہوا تھا ..... جب اس کا بخار پہلی بار ٹوٹا تو اس نے سخت سی ناشپاتی کھالی ۔ اور پھر وہ اکیس دن کے لئے بیمار ہو گیا ۔ میں اس کے لئے راتوں جاگتی رہی ـــ میں آدھی رات کے وقت بہری واس کی سمادھ پر ایک ٹانگ کھڑے ہو کر پرارتھنا کرتی رہی ـــــ میں ......

جوتن کی ماں ۔ تم نے یہ سب باتیں کہہ ڈالیں !

ماں ۔ میں کچھ نہیں جانتی ۔ مجھے غصہ آرہا ہے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ یوگ کو لے جائے اس کے پتا یوگ کے اتنے پتا نہیں جتنی میں ـــــ میں یوگ کی ماں ہوں ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یوگ کی میں کچھ نہ رہ جاؤں ؟ وہ سات سال کے بعد آئیں

اور کسی اور کے ہاں ٹھہر جائیں ——— اور...... ؟

جوتن کی ماں۔ میں اُن کے لئے نئی نہ تھی۔ وہ پہلے بھی مجھے جانتے تھے ...... میں ایک بات پوچھتی ہوں اگر تمہیں یقین ہے کہ وہ لوگ کو نہیں لے جائیں گے تو پھر تمہارا دل کیوں کانپتا ہے ؟

ماں ——— میں نہیں جانتی ——— میرا دل کیوں اتنا کانپ رہا ہے ؟

جوتن کی ماں۔ شلا ——— میرا دل نہیں کانپ رہا۔

ماں۔ تم پر کبھی کوئی مصیبت نہیں ٹوٹی۔ تم نے جیون میں سکھ ہی سکھ دیکھا ہے لیکن میں نے ......

جوتن کی ماں دوسرے کو یہی معلوم ہوتا ہے۔ لوگ کی ماں !

ماں۔ اچھا میں پوچھتی ہوں ——— وہ اپنے بیٹے کے جیتے ہونے کی بابت سُن کر بھی تمہارے ہاں بیٹھے رہے۔ اور پھر جیسا کہ تم نے بتایا سو گئے ———

جوتن کی ماں۔ میں کوئی اتنی مُورکھ تھوڑے ہی ہوں کہ ایک دم انہیں یہ بات بتا دیتی ایسے ہی میں تو دھکا لگ جاتا ہے۔ میں نے آہستہ آہستہ انہیں یہ خوشخبری سنائی۔

ماں۔ پھر وہ خوش ہوئے ؟

جوتن کی ماں۔ اور نہیں تو کیا۔ ارے میں کہتی ہوں، دیوانے ہو گئے۔ اس سے کہیں زیادہ دیوانے جتنے تم لوگ نظر آتے ہو۔

ماں۔ بات یہ ہے ہمیں ابھی تک یقین نہیں آ رہا ——— اچھا اتنے خوش ہوئے !

جوتن کی ماں۔ بس اتنے ہی خوش جتنا اب تم ایکا ایکی ہو گئی ہو۔

ماں۔ میں خوش ہو گئی ہوں ——— اچھا ! تم نے میرا ذکر بھی کیا ؟

جوتن کی ماں ۔ تمہارا ذکر؟ ...... اوہ میں بھول ہی گئی ۔ زیادہ نہیں تھوڑا بہت ضرور کیا ہو گا ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں بہت کام میں لگی رہی ۔ پہلے چائے بنائی ۔ پھر ان کے نہانے کے لئے پانی گرم کیا ۔ پھر انہوں نے کھانا کھایا ــــــ میں بے کار باتیں کرتی رہی ۔ حالانکہ وہ سو رہے تھے ۔ پھر ......

ماں ۔ (افسوس سے) ارے! تم نے میرا نام بھی نہ لیا؟

جوتن کی ماں ۔ نام تو لیا تھا ۔

ماں ۔ یہ سب بے کار ہے ۔ بے ہودہ ہے ۔ اس میں تمہاری کوئی چال ہے ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی یوگ کا نام لے اور میرا نام نہ لے ...... بھلا تم نے ان کی اتنی خاطرداری کیوں کی؟

جوتن کی ماں (برہم ہو کر) تم ناحق منہ کو آتی ہو یوگ کی ماں! تم اس سے پہلے اشارے اشارے میں اپنا جلاپا دکھا چکی ہو ۔ زیادہ باتیں بناؤ گی تو مجھ سا بُرا کوئی نہیں ہو گا ۔

ماں ۔ نہیں تم لاکھ کہو اس میں کوئی بھید ہے ...... تمہارا کوئی حق نہ تھا کہ تم اسے اپنے گھر میں رکھو اور پھر صبح سے شام تک ...... میں جانتی ہوں تم کس طرح کی عورت ہو ......

جوتن کی ماں ۔ بس ـــ اس سے زیادہ زبان چلائی تو سر کا ایک بال نہ چھوڑوں گی کہے دیتی ہوں ۔

ماں ۔ اس سے پہلے تم نے میرے ساتھ کم بُرا سلوک کیا ہے؟ بدکاری آپ کرتی رہی ہو اور سر میرے تھوپتی رہی ہو ۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں ۔ کوئی نہیں جانتا تو میرا بھگوان تو جانتا ہے ۔

جوتن کی ماں ۔ (فوراً ڈھل کر) یوگ کی ماں آج تمہیں ہوا کیا ہے؟ تم تو ایسی نہ تھیں

کبھی ....

ماں۔ (بدستور ہسٹیریا کے مریض کی طرح) ہاں میں ایسی نہ تھی لیکن تم نے مجھے ایسا بنا دیا ہے ...... اگر تم نے یہی وطیرہ رکھا تو شاید مجھے اس سے بھی بُرا بننا پڑے۔ شریف انسان کو آزمانا نہیں چاہئے۔ وہ چپ رہتا ہے۔ لیکن جب وہ بولتا ہے تو ...... بہت بولتا ہے۔

جوتن کی ماں۔ خیال تو کرو ..... یوگ کی ماں! شری پت آتے ہی ہوں گے۔

ماں۔ میں کیا کروں۔ تم ہی نے یہ اول جلول کہلوائی ہے مجھ سے۔

(دروازے پر آہٹ ..... کوئی کھنکارتا ہے)

(ڈر کر) میں جانوں، وہ آ ہی گئے۔

جوتن کی ماں۔ تو اور کیا ...... دیکھو کیسے اٹھا رکھا ہے یوگ کو — !وہ اُتر رہا ہے!!

ماں۔ (گھبرا کر) اب کیا کروں؟ ...... تمہارے اس کلا کلیش نے چارپائی سے کپڑے بھی اُٹھانے نہیں دیئے۔

یوگ۔ (بھاگ کر آتا ہے) ماں ..... پتاجی ...... پتاجی ..... ماں —!

شری پت۔ (شرماتے ہوئے) نمستے

ماں۔ (جھجکتے ہوئے) ...... ن ...... ن — نمستے ...... آیئے ......

آ ..... آ ..... یئے!

شری پت۔ کوئی بات نہیں۔ آپ بیٹھئے ...... میں اپنے آپ بیٹھ جاؤں گا....

اس تپائی پہ ......

جوتن کی ماں۔ آپ ہی کا ذکر کیا تھا میں نے ...... انہوں نے یوگ کو پالا اور پڑھایا ...... اب یوگ اس طرح پشو بنا رہتا ہے تو ان کا کیا قصور ہے گھر میں کوئی

کمانے والا نہیں۔ سِلائی پر ان کی گذر ہوتی ہے۔ یہ بھی شکر ہے بھگوان کا محلے والے پرماتما سے ڈرتے ہیں اور ......

ماں۔ جوتن کی ماں ..... !

جوتن کی ماں۔ کیا بات ہے ..... رک کیوں گئیں ..... ؟

ماں۔ (گھبرا کر) انہیں بیٹھنے تو دے ..... پھر باتیں ہو لیں گی ..... یوگ ...... یوگ بیٹا! بات سُن ......

یوگ۔ کیا ہے ؟

ماں۔ (دکان میں) جا بازار سے چائے کی پتیاں تو لے آ پیسے اس دھوتی کے پلّو سے کھول لے۔

جوتن کی ماں (ہنس کر) تم چائے کی پتیاں بھی نہیں رکھتیں۔

شری پت۔ نہیں۔ میں ابھی چائے نہیں پیوں گا ...... آپ تکلیف نہ کیجئے .... جی میں چائے ......

ماں۔ (کھسیانی ہو کر) ختم ہو گئیں ...... چیز ختم بھی تو ہو جاتی ہے۔

جوتن کی ماں۔ (نصیحت کرتے ہوئے) ایک بڑا پیکٹ منگوا لیا کرو تا کہو تو میں بھیج دوں ؟

ماں۔ نہیں کرشنا یوگ اپنے آپ لے آئے گا اسے بھی تو ماں باپ کی خدمت کا موقع دینا چاہئے۔

جوتن کی ماں۔ تو کون پیکٹ منگواؤ گی ؟

ماں۔ جو چائے کا پیکٹ ہوتا ہے ..... چھوٹا پیکٹ!

جوتن کی ماں چھوٹے پیکٹ میں تو بس خاک دُھول ہوتی ہے میرے پاس ہرے

لیبل کی چائے ہے۔

شری پت۔ میں کہہ رہا ہوں ابھی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ٹھہر کر چائے پی لوں گا۔
باہر جا کر مجھے چائے پینے کی عادت ضرور ہو گئی ہے لیکن ۔۔۔۔۔۔۔

جوتن کی ماں۔ تم سب شام کو کھانا ہمارے ہاں کھانا ۔۔۔۔۔ یوگ کی ماں!

ماں۔ نہیں بھائی —— جیسا روکھا سوکھا ہوگا۔ میں کھلا لوں گی لیکن کسی کے گھر
نہیں کھانے دوں گی ۔۔۔۔ بھگوان نے ویڈر کا ساگ سو بکار کیا تھا ——

شری پت۔ آپ نہیں جانتیں جنگ میں ہم کیا کچھ کھاتے رہے ہیں ؟ بیس بیس دن
ٹرنچوں میں پڑے سوکھی زمین کو ترس جاتے تھے۔ یہاں لوگ سمجھتے ہیں۔ بہرے
لیبل کے بغیر چائے ہی نہیں پی جا سکتی ۔۔۔۔۔۔۔

ماں۔ یوگ بیٹا ۔۔۔۔۔ جا پھر چائے لے آ۔

شری پت۔ یوگ کو میرے پاس رہنے دیجئے اور چائے جوتن کے ہاں سے منگوا لیجئے۔

ماں۔ اس کی کیا ضرورت ہے ۔۔۔۔۔ میں خود ۔۔۔۔۔

جوتن کی ماں۔ آئے ہائے ۔۔۔۔ اتنا ہی وہ ہے تو میں تم سے قیمت لے لوں گی۔ چائے
تو اچھی پلاؤ نا۔

ماں۔ (غصے کو دباتے ہوئے) اچھا تو یوگ ان کے پاس رہے گا۔ تم آپ جاؤ اور کچھ
پتیاں بھیج دو۔

جوتن کی ماں۔ (گھبرا کر) میں ۔۔۔ میں (سنبھل کر) اچھا میں جا کر بھجواتی ہوں۔ لیکن شام
کا کھانا ۔۔۔۔۔۔

شری پت۔ نہیں آپ تکلیف نہ فرمائیے۔ میں نے صبح کا کھانا جو آپ کے ہاں کھا لیا
اب شام کو ان کے ہاں سہی۔

جونتی کی ماں ۔ (جاتے ہوئے) اچھا ۔ ۔ ۔ ۔ اچھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو میں تھوڑا کسٹرڈ پوڈر بھیج دوں؟

ماں ۔ نہیں اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ۔

یوگ ۔ میں پتاجی کے لئے سب کچھ بازار سے لے آؤں گا ۔

شری پت ۔ نہیں مجھے کچھ نہیں چاہئے میرے بیٹے ۔ آج تمہیں مل کر میں نے سب کچھ پالیا ہے ۔ میں سب کچھ کھو چکا تھا میرے پاس چند سکوں کے سوا کچھ نہ تھا لیکن یہ سکے سب کھوٹے تھے ۔ آج میں نے رتن، مانک، جواہر سبھی کچھ پا لیا ہے آج میرے کھوٹے بھی کھرے ہو گئے ۔

ماں ۔ (آنکھیں پونچھتے ہوئے) آپ کو لوگ کا پتہ نہ تھا ؟

شری پت ۔ کہاں ؟ —— میں سمجھتا تھا ۔ اس سنسار میں میرا کوئی نہیں رہا ہیں تو اس وچار کے ساتھ آیا تھا ۔ کہ اپنا دیس ہے چلو دیکھ آؤں اور اپنے پیاروں کی سمادھی پر دو پھول (رک جاتا ہے) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (وقفہ) اچھا ہوا میں ادھر آگیا ۔ ورنہ میرا ارادہ تھا کہ وہیں ہانگ کانگ میں رہ جاؤں سیام میں میرا کالی مرچ اور لونگ کا اجارہ ہے ۔

یوگ ۔ کالی مرچ سے بھی کوئی آمدنی ہوتی ہے پتاجی ؟ یہاں رتو وہی تو بیوپار کرتا ہے لیکن ۔ ۔ ۔

شری پت ۔ میں اجارہ کہہ رہا ہوں بیٹا —— !

یوگ ۔ ماں یہ اجارہ کیا ہوتا ہے ؟

شری پت ۔ تم اُن سے کیوں پوچھتے ہو ۔ بات میں نے کی ہے نہ کہ تمہاری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمہاری ماں نے ۔ ۔ ۔ ۔

ماں ۔ (شرماتے ہوئے) میں کیا جانوں —— یہ اجارہ کیا بلا ہوتی ہے ؟

شری پت ۔ اجارہ ہوتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ حکومت سے ایک چیز کا اجارہ لے لینا یا میرا مطلب ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی میرے سوا سارے ملک سیام میں کوئی لونگ اور کالی مرچ نہیں

لا سکتا اور نہ بیچ سکتا ہے۔

ماں۔ تھوک مال بیچتے ہوں گے نا۔

یوگ۔ ہاں ہمارے شہر میں کئی دکانوں پر بورڈ لگے ہیں۔ مثلاً ایک پر شیخ رحمت اللہ تھوک فروش۔ پہلے ہم تھوک فروش کا کوئی اور ہی مطلب سمجھتے تھے ——

شری پت۔ نہیں تھوک فروش نہیں ..... مثلاً کالی مرچ اور لونگ کا تھوک فروش تو وہ ہوتا ہے جو پرچون نہیں بیچتا —— پرچون کا مطلب ہے۔ پیسے پیسے اور ٹکے ٹکے کی چیز۔

یوگ۔ میں ہنڈانگ جاؤں گا —— پتاجی ......

شری پت —— بیٹا —— دنیا بھر میں جس جگہ میں جاؤں گا تمہیں لے جاؤں گا

ماں۔ لیکن پڑھائی کا کیا کرو گے؟ —— اور تمہاری ریلی کا کیا بنے گا؟

یوگ۔ پتاجی —— پتاجی —— میں اپنے سکول میں سکاوٹ ہوں کل ہماری ریلی ہے جس میں چیف جسٹس آئے ہیں وہاں ہمیں انعام بھی ملیں گے۔ مجھے اس کے لئے رومال چاہئے اور مجھے حساب کی ایک کتاب خریدنا ہے۔

شری پت۔ بیٹا! ایک رومال چھوڑ میں تمہیں بیس رومال لے دوں گا۔ کل تم میرے ساتھ جانا۔ میں تمہیں بہت سی اچھی اچھی کتابیں خرید دوں گا! بیٹا! پڑھائی ایسی کوئی دولت نہیں۔ تمہیں ان کا احسان مند ہونا چاہئے جنہوں نے اتنی تکلیفیں سہہ کر تمہیں علم کی روشنی دلوائی۔ تمہاری ماں مر چکی تھی ..... لیکن ..... (رک جاتا ہے)

ماں۔ وہ بیچاری جیتی ہوتی تو آج اپنے لال کو دیکھتی (رک جاتی ہے) اس کے بعد میں نے ماں بننے کا جتن کیا ...... اور ...... اور ...... اب بھی کروں گی۔

یوگ۔ جو کچھ ماں نے میرے لئے کیا پتاجی وہ میں جانتا ہوں یا میرا پرماتما!

شری پت ۔ (ہنس کر) ارے یوگ بیٹا تو بہت عقلمندوں کی سی باتیں کرنے لگا ہے۔
...... (اُسے چومتا ہے) ارے ایسے گھبراتے کیوں ہو، ٹھہرو مجھے اپنے گال کے
ساتھ گال رگڑنے دو۔

یوگ ۔ (جیسے پرے ہٹ رہا ہے) نہیں پتا جی! مجھے بہت کھُردرے معلوم ہوتے ہیں
(ہنستے ہیں)

ماں ۔ یوگ کے آنے سے پہلے میرے دن پہاڑ برابر ہو رہے تھے ۔ جتنا بھی کام کر دیوں
معلوم ہوتا تھا جیسے ایک پل میں ختم ہو گیا اور اس کے بعد دن ...... یوں پتہ
چلتا تھا ۔ جیسے کوئی بہت بڑا اجگر منہ پھاڑے آ رہا ہے ..... جو نہ کھاتا ہے۔
اور نہ چھوڑتا ہے ...... پھر یوگ آیا تو کام ہی کام نظر آنے لگا جیسے اُدھڑے
ہوئے ..... گچھے میں سے تار نکلتا ہی چلا آتا ہے ......

شری پت ۔ میں آپ کا بہت احسان مند ہوں ۔ شاید میں پورے طور سے اس کا
بدلہ نہ چکا سکوں ۔

ماں ۔ (شک میں پڑتے ہوئے) آپ اس کا بدلہ کیوں چکائیں گے؟ ...... یوگ جیسے
آپ کا بیٹا ہے ویسا ہی میرا

شری پت ...... نہیں ..... میں آپ کا احسان کبھی نہیں اُتار سکتا ۔
(دروازے پر دستک سنائی دیتی ہے)

ماں ۔ اگر آپ بُرا نہ منائیں تو ایک بات پوچھوں آپ سے؟ —— پھر مجھے چائے
بنانا ہے ۔ پتیاں آگئیں شاید ......

شری پت ۔ بڑے شوق سے پوچھئے ——

ماں ۔ آپ جوتن کے ہاں کیسے چلے گئے؟

شری پت - یونہی !...... اور کہاں جانا ؟

ماں - آپ کو پتہ نہیں تھا کہ یوگ یہاں رہتا ہے ؟

شری پت - یوگ کے ہونے کا مجھے ابھی پتہ چلا ہے -

ماں - آپ نے کسی سے نہ پوچھا ؟

شری پت - صرف جوتن کی ماں سے پوچھا تھا - اس نے کچھ اس طریقے سے جواب دیا کہ میں نے پہلی اطلاعوں کو درست سمجھ لیا - اب پرماتما کا شکر ہے کہ ......

ماں - آپ جوتن کے گھر والوں کو پہلے جانتے تھے ؟

شری پت - ہاں جانتا تھا ــــ جوتن کی ماں کو جانتا تھا - یہ آج سے دس سال پہلے بھی ایسی تھی جیسے آج ہے - دراصل کئی عورتیں بوڑھی ہی نہیں ہوتیں - ہلڈ انگ میں ایسی ہی ایک عورت ہے تھئی (THEI) نام کی جیسے اس کے لکڑی کے مکان پر کی بیل پر ہمیشہ بہار رہتی ہے - ویسے ہی اس پر ....

ماں - جوتن کی ماں آج سے دس سال پہلے بھی ایسی ہی "آزاد" تھی !

شری پت - ہاں ...... بالکل ایسی ہی -

ماں - گویا آپ کو پتہ تھا یہ ایسی عورت ہے تو پھر اس کے مکان پر ......

شری پت - بات دراصل یہ ہے ......

یوگ - ماں پھر بازار بند ہو جائے گا مجھے چیزیں خریدنا ہیں -

ماں - لو - تم پیسے لو اور بازار چلے جاؤ ــــ

شری پت - ابھی یوگ کو رہنے دیجئے ......

ماں - کچھ کھانے کو بھی لینا آئے گا -

شری پت - میں نے کہا نا مجھے کچھ ایسی بھوک بھی نہیں ہے - باقی رہی دوسری چیزیں

توکل صبح میں آپ ساتھ جاکر ریلی کے وقت سے پہلے خرید دوں گا کل اتوار تو نہیں؟

ماں - نہیں کل سنیچر ہے!

شری پت - اچھا یہ کام ختم ہی کر آتے تو اچھا ہے - میرا مطلب تھا کہ اتنی دیر کے بعد ملے ہیں - تو ذرا پیار محبت کی باتیں ہو جائیں لیکن ساری رات پڑی ہے اس کے لئے ......

ماں - تو اچھا ...... نہیں اسے نہ جانے دیجئے ...... میرے خیال میں یوگ کو یہیں رہنا چاہئے -

شری پت - یہ تو میں نے پہلے کہا تھا -

ماں - آپ نے ٹھیک کہا تھا.

شری پت - آپ خفا تو نہیں ہو گئیں —— ؟

ماں - میں کیوں خفا ہونے لگی —— ؟ اُلٹا مجھے خیال ہے کہیں آپ ...... ؟

شری پت - نہیں میں ایسا آدمی نہیں ہوں - مجھ پر جو آدمی الزام لگائے مجھے اس پر رحم آتا ہے - وہ ضرور کسی نہ کسی حسد اور بغض کا شکار ہوتا ہے

ماں آپ کا مطلب ہے میں نے کرشنا کی بابت جو پوچھا ہے تو ......

شری پت - نہیں نہیں —— میرا کسی خاص بات کی طرف اشارہ نہیں - میں اُن کے ہاں ٹھہر سکتا تھا - یہ بڑی شہرت والے گھر ہی ہیں، جہاں مجھ ایسے آدمی کو پناہ مل سکتی ہے -

ماں - مجھ ایسے کیوں کہا آپ نے ؟

شری پت - ہاں ہاں! ایک آدمی جس کے کوئی عورت نہ ہو - اور محلے بھر میں جس کی واقفیت نہ ہو اور کون ٹھہرنے کے لئے جگہ دیتا ہے ؟

ماں - آپ میرے ہاں بے کھٹکے آ سکتے تھے -

شری پت - میں نے پہلے عرض کیا نا کہ مجھے یوگ کی بابت پتہ نہیں تھا اور دوسرے یہ کہ .... مثلاً مجھے اب بھی کھٹکا ہے ......

ماں - آپ کو کس بات کا کھٹکا ہے ؟

شری پت - نہیں اپنی ذات کی فکر نہیں ـــــ مجھے آپ کا خیال ہے

ماں - نہیں اس بات کا خیال نہ کیجئے - لوگ نہیں جانتے کہ آپ یوگ کے پتا ہیں - اور میں اس کی ماں ...... ؟

شری پت - یہی بات تو آپ کے لئے مفید نہیں -

ماں - لیکن وہ جانتے ہیں میں اُس کی .... اُس کی .... سگی ماں نہیں ـــــ

شری پت - سگی ماں ہوتیں تو مجھے ڈر کاہے کا تھا ؟

ماں - اوہ ! (وقفہ) ٹھہریئے ! میں آپ کے لئے چائے بناؤں ..... آپ ہلکی پیتے ہیں ..... یا ...... سخت ......

شری پت - تیز

ماں - تیز ؟ ..... اچھا ..... اچھا ...... (جاتی ہے)

شری پت - یوگ بیٹا ! کہو کیا حال ہے ؟ میں نے پچھلے چھ سات سال میں بہت دکھ سہے بیٹا ! تمہیں اپنی ماں کی شکل یاد ہے ؟

یوگ - ہاں پتاجی - یونہی تھوڑی تھوڑی - اب جو یاد کرتا ہوں تو کبھی ان کی شکل سامنے آ جاتی ہے اور کبھی نہیں اور اُن کی شکل اِن کی شکل میں گھل مل جاتی ہے !

شری پت - تمہیں اپنی یہ ماں پسند ہے ؟

یوگ - مائیں بھی پسند کی جاتی ہیں بھلا ـــــ ؟ ماں تو ایک ہی ہوتی ہے - کالی ہو گوری ہو....

شری پت۔ (گھبرا کر) ہُں! ماں کے چُننے کا اختیار کس کو ہے؟ بیٹا! تم تو بہت سیانی باتیں کرتے ہو۔ ادھر آؤ۔ میرے پاس۔

یوگ ——— اوں ہُوں!

شری پت۔ ارے گھبراتے کیوں ہو؟

یوگ۔ آپ میرا مُنہ تو نہیں چُومیں گے؟

شری پت۔ باپ اپنے بیٹوں کا مُنہ چومتے ہیں۔ اور جو باپ سات سال کے بعد اپنے بیٹے کو ملے اور پھر ایسے بیٹے کو جس کی بابت سن رکھا ہو کہ اس دنیا ہی میں نہیں۔

یوگ۔ لیکن میں بہت بڑا ہو گیا ہوں نا؟

شری پت۔ ارے کتنے بڑے ہو گئے ہو؟ (پکڑنے کی کوشش کرتا ہے) میرے لئے تو تم کچھ بھی نہیں۔

یوگ۔ اوں ہوں۔ ماں دیکھ رہی ہے۔

شری پت۔ (ہنستے ہوئے) تو دیکھتی رہے۔ وُہ دور بیٹھی ہے۔ ارے سُنو ماں جب باپ کو بیٹے کا منہ چومتے دیکھتی ہے تو وہ خوش ہوتی ہے۔

یوگ۔ نہیں پتاجی۔ ماں شرما رہی ہے۔ اس کے کان ادھر ہی ہیں۔

شری پت۔ وہ تو آگ کے پاس بیٹھنے سے اس کا چہرہ لال ہے۔ اچھا میری بات سنو ...... تمہاری ماں کو میں جانتا ہوں۔ اُن دنوں میں باہر گیا تھا ——— جب یہ بیاہی آئی تھیں۔ بدقسمت بیچاری! ابھی عمر ہی کیا ہے تئیس چوبیس برس کی ہوں گی۔

یوگ۔ ہاں یہی عمر ہے۔

شری پت۔ جو تم کی ماں سے بہت چھوٹی ہیں ——— اور یوں بھی .....

یوگ - جوتن کی ماں کا نام نہ لیجئے۔ اس کا نام لینا گناہ ہے۔
شری پت - لیکن وہ ہر انداز سے ...... خیر چھوڑو۔ تم اسے ماں بنانا پسند کرتے ہو ؟
یوگ - ماں تو ہیں ہی۔ بنانے کی کیا بات ہے ؟
شری پت - نہیں بیٹا! شاید تمہیں .... (ماں چائے لے کر آجاتی ہے)
یوگ - میں کہتا ہوں پتاجی ——— ماں چائے لے آئیں۔
ماں - آپ ذرا کوٹ ووٹ اتار کر بیٹھ جائیے۔ ہاں لائیے۔ مجھے دے دیجئے۔ کوئی دھوتی ووتی دے دوں ؟ (وقفہ ——— جس میں دھوتی کی تلاش کرتی ہے)
آپ اُدھر جا کر کپڑے تبدیل کر لیجئے اور ذرا آرام سے۔
شری پت - نہیں دھوتی ووتی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم وہاں ایمرجنسی میں کپڑوں سمیت سونے کے عادی ہو چکے ہیں۔ البتہ مجھے غسل خانہ بتا دیجئے۔ کدھر ہے۔ میں چائے پینے سے پہلے ....
ماں - وہ رہا برآمدے اور چھجے کے درمیان ——— وہ نالی کے ساتھ۔
شری پت - یہ لیجئے میرا کوٹ۔
ماں - آپ نے کوٹ کے نیچے صرف بنیان ہی پہن رکھی ہے۔
شری پت - در اصل یہ ملٹری کے انداز میں سلا ہوا ہے۔ اسے کوٹ نہیں کہتے ——— (جاتے ہوئے) سامنے جیب میں پیسے ہیں ذرا۔
ماں - بے فکر رہئے یہاں میرے اور یوگ کے سوا اور کون آتا ہے۔ (یوگ سے) تم مجھے چھوڑ تو نہیں جاؤ گے بیٹا ؟
یوگ - نہیں چھوڑ جاؤں گا ماں ——— اُلٹا تم ہی مجھے اُن کے حوالے نہ کر دینا۔
ماں - نہیں میرے لال۔ تمہیں میرے ہاں سے کون لے جا سکتا ہے۔ وہ کیا پوچھ

رہے تھے.... ؟

یوگ۔ کہہ رہے تھے۔ میں جانتا ہوں تمہاری ماں کو۔ جن دنوں میں گیا تھا۔ انہی دنوں بیاہی آئی تھیں۔ بدقسمت بیچاری ؟

ماں۔ اچھا؛ مجھ پر ترس کھاتے ہیں۔ بھلے آدمی معلوم ہوتے ہیں..... لیکن جب میں بیاہی آئی تھی۔ تو میں نے انہیں نہیں دیکھا—— ہاں تھوڑا بہت دیکھا تھا .... اور کیا کہتے تھے ؟

یوگ۔ کہتے تھے ابھی عمر ہی کیا ہے۔ یہی تیس بتیس برس کی ہوگی۔ میں نے کہا۔ ہاں یہی عمر ہے۔

ماں۔ اچھا؛ عمر بھی پوچھی تھی —— اور تم نے کہا اکتیس بتیس برس کی ہوگی ؟

یوگ۔ ہاں تو اور کیا۔

ماں۔ ارے کہاں بیٹا۔ میں دکھوں مصیبتوں کی وجہ سے اس عمر کی نظر آتی ہوں۔ ورنہ میری عمر ستائیس سال کی ہے، خیر۔

یوگ۔ کہہ رہے تھے جوتن کی ماں سے بہت چھوٹی ہیں —— اور یوں بھی ......

ماں —— یوں بھی ...... ؟

یوگ۔ اس کے بعد چپ ہو گئے

ماں۔ اچھا میں سمجھ گئی —— جوتن کی ماں چالیس برس سے کم کی کیا ہوگی۔ اور پھر محلے کے لوگ اسے جس طرح جانتے ہیں تمہیں پتہ ہی ہے۔

یوگ۔ ہاں ماں مجھ سے کیا چھپا ہوا ہے

ماں۔ کوئی اور بات بھی پوچھی ہوگی ؟

یوگ۔ اور پوچھتے تھے تم اسے ماں بنانا پسند کرتے ہو ؟ میں نے کہا۔ ماں تو ہیں ہی وہ

بنانے کی کیا بات ہے۔ اس کے بعد تم چلی آئیں۔

ماں - اچھا...... (سوچتے ہوئے)...... بھگوان نے میری سن لی۔ اور تمہارے پتا گھر آ گئے..... بس میں تو یہ چاہتی ہوں۔ کہ تمہیں کہیں دیس بدیس نہ لئے پھریں۔ ...... اور اگر تم جاؤ تو تمہارے ساتھ میں بھی جاؤں گی...... میں اب اکیلی نہیں رہ سکتی۔ کسی نردئی کو میرا خیال نہیں آتا..... میرے دیورئوں میرے نام کی مالا جپتے ہیں۔ وہی تمہارے چچا جو آج کل دلیش کے آگو بنے ہوئے ہیں جنہوں نے سڑک کی بتیوں کی روشنی میں ودیا حاصل کی۔ کہتے ہیں۔ گھر کی لاج رکھے بیٹھی ہے اور یوں میرے پہننے کے لئے ایک چیتھڑا تک دینے کو تیار نہیں۔ میں اس جھوٹی للج کو کیا کروں...... ؟ اس مہنگائی میں جو مجھ غریب کا حال ہوا ہے وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں —— لیکن اب مجھ سے خالی خولی تعریف نہیں سُنی جاتی۔

یوگ۔ ماں، تم بہت اونچی آواز میں بولنے لگی ہو۔ اور تمہاری آنکھوں میں ......

ماں - نہیں..... نہیں ......

یوگ۔ نہیں ماں اب ہمارے اچھے دن آ رہے ہیں۔

ماں - ہاں بھگوان بُری نظر سے بچائے...... اڑوس پڑوس نے پہلے ہی جلنا شروع کر دیا ہے۔

یوگ۔ وہ جوتن کی ماں —— بڑی فضول عورت ہے ......!

ماں - دیکھو تمہارے پتا کتنے مضبوط آدمی ہیں! انہیں بھی اُن ایسا بننا چاہیئے بیٹا لیکن تم ہو کہ دودھ دہی کو منہ نہیں لگاتے اور تلی ہوئی دال کو پسند کئے جاتے ہو...... دیکھو اُن کے بازو..... ان میں کیسی مچھلیاں سی نظر آتی ہیں۔ اور کتنا .....

یوگ۔ کیا پتہ پتا جی میری عمر میں مجھ ایسے دُبلے پتلے ہوں —— ماں! پتا جی کی چھاتی

پر اتنے بال کیوں ہیں؟

ماں - مردوں کے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جب تم جوان ہو گے تو تمہاری چھاتی پر بھی بہت سے بال ہوں گے۔ لو وہ آ گئے۔

شہری پت - (قریب آتے ہوئے) آپ نے چائے پینی شروع کر دی ہوتی۔

ماں - آپ کے بغیر ہی؟

شہری پت - اوہ —— اور یہ سنبوسے آپ نے کہاں سے منگوا لئے ...... بڑے اچھے ہیں۔ یہ چوپڑتی سنبوسے! ......

ماں - صبح یوگ سکول جاتا ہے نا —— اس کے لئے منگوا رکھے تھے ...... میں کہتی ہوں۔ آپ لیٹ جائیے۔ ابھی آپ بہت تھکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ کا بیٹا آپ کے پاؤں دبا دے گا۔ کیوں بیٹا؟

یوگ - ہاں پتا جی۔ آپ لیٹ جائیے۔ میں آپ کے پاؤں دبا دوں گا۔ (کھاتے ہوئے)

شہری پت - نہیں بیٹا - مجھے عادت نہیں ..... نہیں نہیں ..... اچھا ...... میں اس تپائی پر بیٹھتا ہوں۔ دیکھوں تو میرے بیٹے میں کتنا زور ہے (یوگ دباتا ہے) ارے آہستہ! تم تو بڑے شہزور نکلے۔ (ماں پیالی پیش کرتی ہے)

ماں - لیجئے —— یہ پیالی۔

شہری پت - اور آپ

ماں - میں آپ کے لئے بستر لگا دوں۔

شہری پت - نہیں ابھی بہت وقت ہے۔ میں شاید یہاں سو نہ سکوں

ماں - آپ یہاں سو نہ سکیں گے —— کیوں؟ ..... اور کہاں جائیں گے آپ ——؟

شہری پت - دیکھئے نا؟ یہ کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا ...... آپ سب کچھ سمجھتی بوجھتی ہیں۔

ماں - لیکن اس میں ہرج کیا ہے؟ کوئی کچھ نہیں کہے گا۔

شری پت - یہ بات بہت درست نہیں معلوم ہوتی۔

ماں - نہیں آپ یہیں آرام کیجئے میں آپ کو کہیں نہیں جانے دوں گی - میں آپ کمبو والے چلی جاؤنگی - وہاں میری ایک سہیلی رہتی ہے - اس کا مرد باہر گیا ہوا ہے۔

شری پت - نہیں میں آپ کو ایسی تکلیف نہیں دوں گا - میں اس وقت کہیں رات کاٹ لوں گا - پھر کل دن کو یہاں آجاؤں گا! پھر سارا دن آپ کے پاس رہوں گا!

ماں - آپ جائیں گے کہاں؟

یوگ - کیا آپ جونن کے ہاں جائیں گے؟

شری پت - ارے نہیں بیٹا! میں یہاں کسی ہوٹل ووٹل میں رات کاٹ لوں گا - پھر قریب کے محلے میں میرا ایک دوست بھی رہتا ہے!

ماں - نہیں! میں آپ کو باہر نہ جانے دوں گی خواہ مجھے آپ کہیں جانا پڑے - دیکھئے ہمارا دل نہ توڑیئے - یوگ کیا کہے گا! اس معصوم بچے کے دل پہ کیا گذرے گی؟ کیا دنیا میں ہر جگہ پاپ اپرادھ ہی ہوتا ہے؟ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک مرد اور ایک عورت ایک چھت کے تلے سو سکیں! اور ان کے نام پر کوئی دھبہ نہ آئے؟

شری پت - ابھی تک دنیا والے اتنے بڑے دل والے نہیں ہوئے - اور پھر اگر آپ اجازت دیں تو ایک رات کے لئے میں یوگ کو ساتھ لیتا جاؤں۔

ماں - اور میں یہاں اکیلی رہ جاؤں؟ ....

شری پت - (سوچتے ہوئے) اچھا! یہ نہیں ہو سکتا لیکن یوگ کے بنا مجھے بھی نیند نہیں آئے گی - آج آٹھ سال کے بعد میں اپنے بیٹے سے ملا ہوں - آپ نہیں جانتیں کہ میں آپ کا کتنا احسان مند ہوں - مجھے شبد نہیں ملتے جن سے میں آپ کی

تعریف کروں میں اتنا بڑا قرض نہیں اتار سکتا۔

ماں۔ لیکن یوگ کے بغیر میں بھی نہیں رہ سکتی۔ آپ نے اپنی طرف سے یوگ کو......
آپ سمجھتے تھے یوگ اس سنسار میں نہیں ہے۔ میں نے اُسے لے کر پالا۔ اب
آپ اُسے ایک رات کے لئے بھی نہیں لے جا سکتے...... مجھے کچھ وشواش
نہیں آتا۔ ہائے، میں کیا کروں۔ میں بہت گھبرا رہی ہوں۔

شری پت۔ اچھا، اس بات کا اس کے سوا اور کوئی علاج نہیں کہ میں یہیں رہ جاؤں
صرف —— صرف مجھے آپ کی عزت کا خیال ہے......

ماں۔ نہیں۔ میری طرف سے آپ کو یہ آگیا ہے کہ آپ باہر سو جائیں۔ لیکن بھگوان
کے لئے یوگ کو نہ لے جائیے۔ میرا حوصلہ نہیں پڑتا۔ اور اگر آپ یہاں سونے کے
لئے تیار ہیں تو یہ سمجھ لیجئے کہ مجھے اپنی عزت کا زیادہ خیال ہے۔

شری پت۔ اچھا، لیکن مجھے آپ سے ایک بات اور کرنا ہے۔

ماں۔ کہئے —— کس بارے میں آپ......

شری پت۔ یہی۔ یوگ کے بارے میں۔

ماں۔ (گھبرا کر) یوگ کے بارے میں آپ کیا چاہتے ہیں؟

شری پت۔ یہی کہ —— یوگ کو میں لے جانا چاہتا ہوں۔ میں آپ کا دھنیواد ی
ہوں۔ آپ جو خدمت کہیں میں کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن یوگ میرا بیٹا ہے۔

ماں۔ نہیں! نہیں!! —— یوگ میرا بیٹا ہے۔ آپ اپنی طرف سے اُسے مار چکے تھے
آپ آج صبح سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ لیکن اس شام تک آپ یوگ کے پتا
نہیں تھے۔ لیکن اب جبکہ میں نے...... نہیں میں یوگ کے بارے میں۔

یوگ۔ پتا جی —— ماتا جی کا کیا ہوگا۔ میں...... میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گا

آپ ماتاجی کو بھی ساتھ لے چلئے۔

ماں۔ نہیں میں اس گھر سے باہر نہیں جاؤں گی۔ اور نہ میں یوگ کو جانے دوں گی۔ کچھ تو پرماتما سے ڈریئے ..... ہے ایشور! پہلے تو نے میرا سہاگ چھینا۔ اس کے بعد میں نے اپنا دل اس بچے سے لگایا۔ میں نے دن رات اسے اپنا کہا اور آج اسے بھی مجھ سے چھینا جا رہا ہے ......

یوگ۔ تو یونہی اتنا گھبرا رہی ہے ماں! میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ میں نے تمہیں کہا نہیں تھا۔ کہ اگر میری سگی ماں بھی آجائے تو میں اس کے ساتھ نہ جاؤں۔

شری یت۔ دیکھئے، آپ گھبرایئے نہیں۔ میں زبردستی یوگ کو آپ کے پاس سے نہیں لے جا رہا۔ میں آپ سے اس کی بھیک مانگتا ہوں۔ جب تک میں نے اسے دیکھا نہیں تھا تب تک تو ٹھیک تھا۔ اب جبکہ میں نے اسے ایک نظر دیکھ لیا ہے تو میں اسے کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔

ماں۔ (روتی ہوئی) نہیں نہیں ..... نہیں نہیں ....

شری پت۔ اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے اسے پالا ہے یہ بھی درست ہے کہ اگر آپ اسے نہ پالتیں۔ تو آج میں اس بچے کا منہ نہ دیکھتا۔ شاید یہ کہیں کسی ٹانگے ٹم ٹم کے نیچے آکر مر جاتا یا کسی یتیم خانے میں چلا جاتا۔ اور زندگی بھر میں اس کا منہ نہ دیکھ سکتا۔ لیکن اب ..... اب اصل حالات کو دیکھئے ..... اور قانون کی نظروں میں بھی یوگ میرا بیٹا ہے!

ماں۔ میں نے جب اسے لیا تو اسی لئے کہ اس کا دنیا میں نہ کوئی ماں ہے نہ باپ ..... ماں تو اس کی مر چکی تھی کاش باپ بھی ..... نہیں میں آپ سے کہنا چاہتی ہوں۔ میں نہیں جانتی میں کیا کہہ رہی ہوں مجھے پتہ ہے کہ میں

ابھا گی جس چیز کو اپنا کہوں گی وہ پرائی ہو جائے گی۔

شری پت - یہ سمجھ لیجئے کہ آپ ہی اس کی ماں ہیں آپ جب جی چاہے اس سے مل سکتی ہیں، اسے اپنے پاس بلا سکتی ہیں۔ اور اگر آپ کی طبیعت چاہے تو میں آپ کو اس بچے کی خاطر ہلڈانگ لے جا سکتا ہوں۔

ماں - نہیں۔ میں اس گھر سے باہر قدم نہیں رکھوں گی۔ میرے سواس یہیں ختم ہوں گے۔ میں اس گھر کو نہیں چھوڑوں گی اور یوگ بھی یہیں رہے گا۔

یوگ - نہیں پتا جی! میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ آپ سے ہو سکتا ہے تو اپنے کاروبار کو سمیٹ کر یہاں لے آیئے۔ میں کہیں نہیں جا سکتا۔ میری پڑھائی میں ہرج ہوتا ہے۔

ماں - نہیں۔ آپ کو کسی نے بہکایا ہے۔ ورنہ آپ اتنے پتھر دل نہ ہوتے۔ آپ ہی کا بیٹا آپ سے منت کر رہا ہے۔ وہ بیٹا جسے آپ نے کھو کر پا لیا ہے جسے آپ آٹھ سال کے بعد ملے ہیں رہے ایشور۔ اس سنسار میں دکھ ہی دکھ ہے!

شری پت - دیکھئے آپ بھاوناؤں سے کام نہ لیجئے۔ ٹھنڈے دل سے غور کیجئے محلے پنچایت سے صلاح کر لیجئے۔ سب یہی کہیں گے کہ شری پت اس بچے کا باپ ہے۔ اس لئے وہ اسے لے جائے گا۔ باقی رہا۔ اس آٹھ سال کا خرچ وغیرہ۔ سو آپ جتنا چاہیں۔ مجھ سے لے سکتی ہیں۔ یہ کچھ روپیہ میں ابھی آپ کی بھینٹ کرتا ہوں۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ آپ کی تُچھ سیوا ہے۔

ماں - کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے ان روپوں کی خاطر اس بچے کو پالا؟ کیا میرا یہ خیال تھا کہ یوگ کا باپ آئے گا اور مجھے روپے دے کر اسے لے جائے گا۔ آپ ماں کی محبت کا مول دے رہے ہیں؟ آپ مجھے اتنا نیچ سمجھتے ہیں......

یوگ - پتاجی! آپ ماں کو رُلا رہے ہیں۔ اگر آج ......

شری پت - نہیں میں ممتا کا مول تول نہیں کر رہا۔ میں صرف یہ پیسے اس لئے دے رہا ہوں کہ شاید پیسوں سے یوگ کی کمی پوری ہو جائے۔ جیسے پیسے والی بیوہ اپنے رنڈاپے کے دن تھوڑی آسانی سے کاٹ لیتی ہے ......

ماں - نہیں میں پیسے والی عورت ہوتی تو ایک دن بھی رنڈاپا نہ کاٹ سکتی (بلند آواز میں) آپ ہٹا لیجئے؟ میرے سامنے سے پیسے —— ہٹا لیجئے۔ اُٹھا لیجئے ——

(پیسوں کے ساتھ تپائی پر سے دوسری چیزیں بھی گر جاتی ہیں)

شری پت - ان باتوں سے میں اپنے بیٹے کو نہیں چھوڑ سکتا۔

یوگ - (روتے ہوئے) میں ماں کے پاس رہوں گا۔

ماں - لے جائیے ان پیسوں کو جس نے آپ کو بہکایا ہے۔ اس کی بھینٹ کر دیجئے شاید اُسے پیسوں کی ضرورت ہو۔ مجھے نہیں۔ میں یہ ہانی نہیں جھیل سکتی۔ جائیے یہاں سے چلے جائیے۔ اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لے جائیے۔ اگر میری چیز ہوتی تو میرے پاس رہتی۔

شری پت - لیکن سنئے تو ......

ماں - نہیں میں آپ کی کوئی بات سُننے کو تیار نہیں۔ چلے جائیے۔ اور اپنے بیٹے کو بھی لے جائیے۔ میں اس کی ماں نہیں۔ میں اس کی ماں بننے سے انکار کرتی ہوں میں نے دس سال کا رنڈاپا کاٹا ہے تو اسے بھی سہہ جاؤں گی۔ اگر میں اتنے کڑے دل کی عورت نہ ہوتی تو میں اس طرح بدھوانہ ہوتی ——

یوگ - ماں،

ماں ۔ چلے جائیے یہاں سے' لے جائیے اپنے بیٹے کو اور ان کاغذ کے پرزوں کو....
خبردار جو ان دہلیزوں پر شری پت اور اس کے بیٹے نے قدم رکھا تو..... میں
ابھی پولیس کو بلواتی ہوں ـــــ میں نہیں جانتی تھی ۔ انسان اتنا کمینہ ہو
سکتا ہے کہ وہ ان چیزوں کا سودا کرے ..... جاؤ'.... چلے جاؤ

شری پت ۔ چلو بیٹا ۔

یوگ ۔ میں نہیں جاؤں گا ـــــ نہیں جاؤں گا !

شری پت ۔ نہیں' ہم چلیں گے ..... (یوگ کی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے) لیکن
مجھے بہت افسوس ہے کہ..... اچھا'

ماں ۔ ایک دم سیڑھیوں سے اُتر جائیے

(کچھ دیر کے لئے شری پت ٹھٹک جاتا ہے ـــــ پھر یوگ کو
اُس کے احتجاج کے باوجود دروازے کی طرف لے جاتا ہے)

یوگ ۔ میں نہیں جاؤں گا ـــــ میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گا

(انتہائی غیض یوگ کی ماں پر غلبہ پالیتا ہے)

ماں ۔ .... شاید ..... شاید اس کمینے آدمی کے دل میں کبھی یہ خیال آئے کہ اس
نے غلطی کی ۔ شاید وہ پشچاتاپ کے لئے پھر ان سیڑھیوں پر قدم رکھے ۔
(دانت پیس کر) ...... ذرا بات سنتے جائیے گا ۔

(شری پت واپس آتا ہے اور یوگ کا راستہ روکنے کی غرض
سے دروازے میں کھڑا رہتا ہے)

یوگ ۔ مجھے اس طرح نہ نکالو ماں ـــــ میں مرجاؤں گا' ماں !

ماں ۔ ٹھہرو..... تم نے استری کی بھاوناؤں کا مول ڈالا ہے نا ۔ ماتا کی قیمت

لگائی ہے ـــــ تو میں تمہارا مول نہیں لگا سکتی ؟ لاؤ روپے ادھر پھینکو تاکہ میں تم ایسے کمینہ رذیل انسان کو کبھی بھولے سے نہ دیکھ پاؤں ـــــ شاید کہیں پشچا تاپ پھر تمہارے نیچ قدم میرے دروازے پر ڈال دے۔

شری پت (پیسے دیتے ہوئے) لیجئے ـــــ لیکن میری بات تو سنیئے۔

ماں - یہاں رکھ دیجئے پیسے ـــــ اور اب جائیے (بلند آواز میں) دیکھ کیا رہے ہیں ـــــ چلے جائیے' اس سمے ......

(شری پت گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتا ہے - یوگ کی ماں غش کھا کر پلنگ پر گر جاتی ہے ـــــــــــ پردہ گر جاتا ہے)

نقلِ مکانی

نفیس، ایک معمولی آدمی جو محکمہ نہر میں ملازم ہے

عذرا، نفیس کی قبول صورت بیوی — گانے کا شوق رکھتی ہے

مراتب، کاٹھ بازار کا پنواڑی

سیّال، ایک آوارہ اور ذہین طالب علم جس کا اصل نام امجد حسین ہے

بنواری لعل

مرزا شوکت، محلہ دار

سب انسپکٹر ماٹیکل

دو سپاہی

شیوبرت، ایک عیاش رئیس

پہلا منظر

محلہ کاٹھ بازار کا ایک مکان نفیس اور اس کی بیوی عذرا اس مکان میں نئے آئے ہیں۔ ابھی ان کا سامان اِدھر اُدھر بکھرا پڑا ہے جسے دونو میاں بیوی قرینے سے دھرنے میں مصروف ہیں

عذرا۔ (آرام کے لئے رکتے ہوئے) توبہ! کتنی خاک چھانی ...... اور جو ملنے کو آیا مکان تو کیسے جھٹ سے مل گیا۔

نفیس۔ (چارپائی پر بیٹھ کر اپنا نیا جوتا اتار دیتا ہے اور اپنے پاؤں سہلاتا ہے) ہاں، اسی بات پہ تو میں حیران ہو رہا ہوں۔ دراصل مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ میں کسی اور مکان میں بیٹھا ہوں ...... پاؤں ابھی تک دکھ رہے ہیں۔ ایک سارے دن کی دوڑ دھوپ، دوسرے نیا جوتا...... (پلٹ کر) عذرا تھوڑا پانی تو گرم کر دو بھئی

عذرا۔ معلوم ہوتا ہے حمام کا پیندا اس ادلا بدلی میں ٹوٹ گیا ہے۔ لیکن پانی گرم ہو جائے گا۔

نفیس جب بوجھ کو سر پہ سے پھینک دیا جاتا ہے تو کتنی دیر یوں معلوم ہوتا ہے جانے کوئی اوپر کی طرف اٹھا رہا ہے۔ اتنی تھکن اور تکلیف کے ہوتے ہوئے بھی ایک طرح کے سبک پنے ......

عذرا۔ چشم بددور! بس ابھی دو کمروں کی ضرورت تھی اور اتنا ہی کرایہ دینے کی توفیق۔ مہنگائی کے ان دنوں میں سولہ روپے بھی بھلا کوئی کرایہ ہے؟

(پھر کام میں مشغول ہو جاتے ہیں)

نفیس۔ اندازہ کرو وہ حویلی بکائن والے اُن کمروں کے پچاس روپے بتاتے تھے۔ شاید

انہیں سمجھنے والا نہیں کوئی میں نے تو کہہ دیا تھا کہ تنخواہ فرق کر لیا کرو صاحب سوچو اتنے کمروں کی ہمیں ضرورت بھی کیا تھی؟

عذرا - اور جو نئی آبادی میں کمرے دیکھے تھے یاد ہیں؟ سیل کتنی دور چھت کی طرف لپک رہی تھی اور پڑوس کی گوجراتی بضد کہ ہم اوپلے دیوار ہی پر تھاپیں گے .... لے بھئی تواب تھاپ رہے اُپلے جی بھر کے (رُک کر) لیکن میں اگر وہاں رہ جاتی تو اُسے بتا دیتی ایک بار

نفیس - ہاں، وہ تو تمہاری بات ہی ہے

عذرا - اور وہاں کوڑا کرکٹ جلانے والی چمنی بھول گئے؟ ..... اُوف ..... اُوف ..... کتنی بُو آتی تھی! ..... (ناک پر دوپٹہ رکھ لیتی ہے)

نفیس - اس پنواڑی نے کس آرام سے چابیاں تھما دیں میرے ہاتھ میں (یکدم رُک کر) مجھے تو کچھ دال میں کالا کالا نظر آتا ہے۔

عذرا - اور کہہ رہا تھا کہ مہینے بھر سے خالی پڑا ہے مکان - کوئی گاہک نہیں لگا ہو گا مہینہ بھر میں بھلا؟

نفیس - خدا جانے کیا معاملہ ہے؟ ـــــ یہ دیواریں کچھ خراب ہیں، لیکن ... (دیوار کو چھوتے ہوئے)

عذرا - کہاں خراب ہیں دیواریں؟ ... بس ذرا سا شک پڑا تو دیواریں بھی خراب نظر آنے لگیں، چھت بھی گرتی ہوئی دکھائی دینے لگی - کواڑ بھی پرانے ہیں، تم کہنے لگو گے بالکل ٹوٹے ہوئے ہیں ..... (پڑھاؤ کے اوپر اور نیچے سیاہ نشان دیکھتے ہوئے) شاید شمعدان بنا رکھا تھا ہم سے پہلے ادھر رہنے والوں نے ..... میں کہتی ہوں، یہاں بجلی نہیں ہے کیا؟

نفیس - ہے تو، لیکن شاید وہ لوگ بجلی استعمال نہ کرتے ہوں

عذرا ۔ (ہنس کر) شاید اندھیرا پسند کرتے ہوں ۔

نفیس ۔ تمہیں اندھیرے کے معجزوں کا کیا پتہ ۔ جب اندھیرا ہوتا ہے تو بہت سی خدائی کا ایک طرح سے دن شروع ہوتا ہے (میز کو کونے کی طرف سرکاتے ہوئے) .....

اس میز کو ہاتھ دیجئو ذرا ......

(کونے میں پڑے ہوئے گھنگرو نفیس کے پاؤں کے ساتھ ٹکراتے ہیں)

ارے! ــــ یہ کہاں سے آئے ؟

عذرا ۔ (میز رکھ کر) دکھاؤ

نفیس ۔ ہم سے پہلے یہاں رہنے والے اسے یہیں بھول گئے

عذرا ۔ ان میں سے کوئی ناچتا ہوگا

نفیس تمہارے لئے چھوڑ گئے معلوم ہوتے ہیں، لیکن انہیں کیا معلوم کہ نئے آنے والوں میں بھی کوئی گانے کا شوق رکھتی ہے اور گاہے ماہے ــــ

عذرا ۔ گاہے ماہے کیا ؟

نفیس ــــ تھرک بھی جاتی ہے

عذرا ۔ اوہو، جانتے ہی نہ ہوں بھلا

نفیس ۔ ذرا پاؤں میں باندھو اور ......

عذرا ۔ ہونہہ! اسباب جوں کا توں بکھرا ہوا ہے اور آپ کو اپنی پڑی ہے .... میں سوچتی ہوں اس شمعدان میں سرسوں کا تیل جلانے والے کتنے با مذاق تھے ؟

نفیس ۔ تو کیا خوش مذاقی کا امیر لوگوں نے اجارہ لے رکھا ہے (عذرا کے سامنے میز پر بیٹھ جاتا ہے) اپنی طرف دیکھو تم .....

عذرا ۔ (شرما کر) چلو ہٹو

نفیس - بات یہ ہے تم بھی عام آدمیوں کی طرح باہر کی ٹیپ ٹاپ دیکھتی ہو۔ میں اگر اچھی شکل والا ہوتا اور اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہوتا تو شاید مکان کے لئے مجھے اتنا پریشان نہ ہونا پڑتا۔ جس کے سامنے جا کر مکان کے لئے سوالی ہوا اُس نے پہلے مجھے سر سے پاؤں تک ناپا اور پھر جھٹ سے کہہ دیا ——— کون زمانے کی بات کرتے ہو میاں راستہ پکڑو .... گویا میں اٹھائی گیرا ہی تو ہوتا ہوں

(غصے کے ساتھ میز پر سے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے) بعض دفعہ جی چاہتا ہے اٹھائی گیرا ہی تو ہو جائے آدمی ......

(عذرا کی طرف دیکھتا ہے تو غصّہ اتر جاتا ہے) دُور کیوں جاؤں، میں اپنی عذرا کے لئے وامق نہ ہوا ......

عذرا - یہ وامق کون احمق تھا؟ ...... اور پھر اس بات کا تقاضا کرنا بھی تو سنک ہے کہ کوئی آدمی کو اندر سے دیکھے اور باہر سے نہ دیکھے۔ تمہارا کیا خیال ہے روح جسم کو خوبصورت یا بدصورت نہیں بناتی؟

نفیس - یہ الگ بحث ہے عذرا .... لاؤ ذرا ہتوڑی پکڑانا، کھڑکی پہ کیل لگا دوں (کھڑکی کی طرف بڑھتے ہوئے) میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم کسی کی شکل دیکھ کر اس کی طینت کے متعلق شک کرو تو اس شخص کی بدطینتی پر افسوس نہیں کر سکتیں ....

عذرا - دیکھو، دیکھو، دیکھو ...... یہ باہر جو کھڑکی کھلتی ہے، پان کی پیک سے بھری ہوئی ہے۔ اِدھر ہات مت بڑھانا۔ میں کہتی ہوں .... یہ پان کی پیک، یہ شمعدان ..... میرا ماتھا ٹھنکتا ہے، ذرا ہی بلانا تو نواڑی کو

نفیس - مرانب کو ہے ——— میں بلاتا ہوں۔ تُو ابھی دیا جلا دے، شام ہو رہی ہے۔

عذرا - دیا تو نہیں ہے لیکن اس کٹوری سے دیئے کا کام چل جائے گا۔

نفیس - ہاں ہاں اسی کٹوری کو شمعدان پر رکھ دو -

عذرا - میں تو نہ رکھوں شمعدان پر کٹوری کو ..... تم مراتب کو بلاؤ - یا تو اس جگہ چھوت کی بیماری کا کوئی مریض رہا ہے اور یا .... یا .....

نفیس - ورنہ آجکل جنگ کے دنوں میں اتنی دیر مکان خالی رہنے کے کیا معنی ؟

(دروازے سے باہر جھانک کر)

مراتب ..... میاں مراتب، ذرا ادھر آنا بھا ــــــ ئی !

(دُور سے آواز آتی ہے)

پٹواڑی - آیا صیب !

نفیس - (عذرا سے) جانے کیا ماجرا ہے ..... چھوت کی بیماری کے علاوہ کیا اندازہ لگانے لگی تھیں تم ؟

عذرا - اس مکان میں کوئی پیر رہتا ہوگا اور یہاں رہنے والے اس کا دیا جلاتے ہوں گے اور جہاں تک میرا خیال ہے ہفتہ بھر میں ایک دو دن ضرور پیر کا دِیا جلانا پڑتا ہوگا نہیں تو بجلی والے اس مکان میں سرسوں کا تیل جلانا کیا مطلب رکھتا ہے ؟

نفیس - اب تمہیں بھی اس مکان میں نقص نظر آنے لگے ــــ ایک برس ہوا ہمیں مکان تلاش کرتے ہوئے تب کہیں جاکے یہ دو اچھے کمرے ملے ہیں -

عذرا - میں خود اسے پسند کرتی ہوں لیکن .....

نفیس - میں لیکن ویکن کچھ نہیں جانتا - مجھ سے اب مکان تبدیل نہ ہوا یہ سمجھ رکھیو ..... چھوت کا مریض رہا ہو گا تو فرش فینائل سے دھولیں گے - سفیدی کروالیں گے دیواریں کھدوا کر نیا پلستر کروالیں گے ــــ پیر ہوا تو روز سرسوں کا دیا جلالینگے

(دروازے میں مراتب نظر آتا ہے)

مراتب۔ حکم سرکار

نفیس۔ بڑے میاں ہمیں ایک بات پوچھنا ہے

عذرا۔ (ڈرتے ہوئے) ہاں بڑے میاں۔ ٹھیک ٹھیک بتادو۔ تم نہیں بتاؤ گے تو ایکدن ہمیں اپنے آپ پتہ چل جائے گا۔ کیا یہاں کوئی بیمار رہا ہے یا کوئی پیر ہے جس کا دیا جلانا پڑتا ہے یا کوئی اور بات ہے؟ دیکھو جھوٹ مت بولنا' آخر تم بھی بال بچے دار ہو!

پنواڑی۔ دیکھئے سرکار جھوٹ بولنا اپنا اصول نہیں ہے اور پھر یہ مکان کون میرا اپنا ہے۔ جس کی خاطر اپنا ایمان گرو رکھوں..... آپ سے پہلے یہاں شادو رہتی تھی۔

نفیس۔ شادو رہتی تھی' کون شادو ؟ ــــ ؟

پنواڑی۔ شادو ــــ شمشاد بائی! (عجیب سی ہنسی ہنستا ہے) آپ اسے نہیں جانتے؟ واہ اس شہر میں کون بابو لوگ ہے جو شادو کو نہیں جانتا!

نفیس (کچھ برہم ہو کر اپنے ہات کوٹ کی جیبوں میں ٹھونس لیتا ہے) میں جھوٹ تھوڑے ہی کہہ رہا ہوں' بڑے میاں! ہمیں تمہاری شادو سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔

پنواڑی۔ اجی بابو صاحب! شادو کے قصے اخباروں میں چھپ گئے۔ اس کے نام کے اشتہار بازاروں میں لگ گئے۔ اور آپ کہتے ہیں پتہ ہی نہیں.... نہیں نہیں' در اصل آپ مجھے بنا رہے ہیں ــــ ہیں نا؟ شادو یہاں "جس طرح مجھ کو لگی ہے میرے بیلئے کسو کی" گایا کرتی تھی اور بڑے بڑے لوگ اس کا مجرا کرواتے تھے وہ بڑی امیر تھی لیکن تھی بڑی کنجوس ــــ آخر اُسے سمجھ آگئی کہ بنا چوک میں جائے دھندہ نہیں ہو گا۔

عذرا۔ تو شمشاد بائی کوئی طوائف .....

پنواڑی - جی ہاں' طوائف ہی تو تھی'...... اُس کے مقدمے کی بابت بھی آپ نے کچھ نہیں پڑھا وہ دراصل بہت بڑی رنڈی تھی جو میرے ملٹہ کسو کی' گایا کرتی تھی ـــــ شادو بکاٹھ بازار کے بیچ میں سرکار نے بھی پسند نہ کیا - اور اسے نوٹس دیا - پولیس بھی آئی لیکن شادو کو کوئی نہ ہلا سکا پھر وہ اپنی مرضی سے چلی گئی .....

نفیس - تم نے پہلے اس بات کا ذکر نہیں کیا -

پنواڑی - مجھے اس بات کا خیال ہی نہیں آیا - اور میرا خیال تھا آپ جانتے ہی ہوں گے - دراصل آپ نے اتنی جلدی کی ـــــ چار بجے شام آپ نے چابیاں لیں اور چھ بجے یہاں آ دھمکے - اب کیا بگڑ گیا ہے' مکان پر آپ کی مُہر تو لگ ہی نہیں گئی -

عذرا - لیکن اب ہم جائیں کہاں - جو مکان ہم نے خالی کیا - اس کے بیسیوں گاہک تھے - اِدھر ہم نے سامان نکالا اُدھر انہوں نے رکھ لیا -

نفیس - یہ بات چابیاں دیتے ہی بتا دینی چاہیئے تھی مراتب صاحب

پنواڑی - میں نے تو سمجھا تھا آپ اس قصے کو جانتے ہی ہوں گے

نفیس - (چمک کر) پھر وہی بات - کیا ہمیں بھی تم ایرے غیرے سمجھتے ہو جو یہ جانتے ہوئے بھی چلے آئیں ـــــ جاؤ' کتھا اور چونا لگاؤ اور شادو کے گیت گاؤ .... معلوم ہوتا ہے تمہیں بھی شریف اور بدمعاش میں کوئی فرق نظر نہیں آتا -

پنواڑی - دیکھیئے ذرا سنبھل کر بات کیجیئے - کسی کے ماتھے پہ شریف تھوڑا ہی لکھا ہوتا ہے - میں نے جانا جیسے دوسری دنیا ہے ویسے ہی آپ ہوں گے

عذرا - اب زیادہ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں ہے' بڑے میاں !

پنواڑی - میں نے کوئی بُری بات نہیں کی سرکار - دوسرے لوگ کہیں جیب کترے نہیں ہیں - آپکی مرضی ہے آپ رہیں نہیں مرضی تو نہ سہی ـــــ چابیاں میرے حوالے

کرو ہیں اور نیا مکان تلاش کرلیں۔ میں جاتا ہوں، شام ہی کا تو وقت ہوتا ہے تھوڑے
پیسے کمانے کا ——— (جاتا ہے)

عذرا۔ (مایوسی سے) اب کیا کریں؟

نفیس۔ (سرد آہ بھر کر) چلو، یہ طلسم بھی ٹوٹ گیا مجھے یقین ہو چلا تھا کہ تمام دنیا ایک سی نہیں ہے۔ کم سے کم ایک ایسا آدمی ہے جس نے ہماری شرافت کی قدر کی ہے .... (کھڑکی کی طرف جاتا ہے) پان کی پیک سے بھری ہوئی یہ کھڑکی بتا رہی ہے کہ شادو اس پنواڑی کی آمدنی کا ذریعہ تھی اور اس کے چلے جانے کا مراتب کو افسوس ہے ..... (سوچتا ہے) ..... عذرا ان گھنگروؤں کو وہاں رکھ دو اور آؤ بیٹھ جاؤ۔

عذرا۔ (اِدھر اُدھر دیکھ کر) خدا جانے یہاں کیا کچھ ہوتا رہا ہے! (سہم کر نفیس کی بغل میں بیٹھ جاتی ہے)

نفیس۔ جانے کون جاگیریں اُجڑتی رہی ہوں گی اور کن کن کے سہاگ کا مذاق اڑایا گیا ہوگا

عذرا۔ بھانت بھانت کے آدمی آتے ہوں گے یہاں، .....

نفیس۔ یونہی تھوڑے ہمارا سنگ اسود کالا اور کثیف ہوتا جا رہا ہے ...... لیکن دیکھو عذرا، اب جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ طوائفوں کی بستی جب شہر کے بڑھنے سے باہر چلی جاتی ہے تو ان کی جگہ تمہارے ایسی گرہستنیں ہی تو رہتی ہیں ———

عذرا۔ (سمٹ کر) یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن مجھے ڈر سا آتا ہے، جیسے میرا دل کسی بات کو مان نہیں رہا۔

نفیس۔ مجھے تو اس بوڑھے کی بیوقوفی پر ہنسی آتی ہے (ہنس کر) "تم شادو کو نہیں جانتے؟"۔ لیکن عذرا جب تک اپنا دل صاف ہے ہمیں کسی بات سے نہیں ڈرنا چاہئے۔ دوسرے کے گناہوں کا حساب ہمیں تھوڑا دینا ہے ——— میں بستر کھولتا ہوں، تم دیا سلائی سے ذرا بتی اوپر کر دو۔

عذرا - یاد آیا - تم نے گرم پانی کے لئے کہا تھا - شاید ٹوکری میں کوئلے ہوں .... مجھے یہ سارا گھر جانے بیماری کے کیڑوں سے پٹا ہوا معلوم ہوتا ہے ــــــ میں کیا کروں، میرا دل یونہی کانپ رہا ہے۔

نفیس - عذرا ــــ میری جان !! اب ایک نیا مکان تلاش کرنا خالہ جی کا باڑا تو ہے نہیں - یہاں سب طرح سے صفائی ہو جائے گی ــــ فینائل، سفیدی، سب ٹھیک ہو جائے گا اور پھر جس جگہ پر بیٹھ کر اللہ کا نام لیں گے وہ جگہ پاک اور صاف ہو جائے گی، میرا مطلب ہے ....

(دروازے پر دستک سنائی دیتی ہے)

عذرا - یہ کون ہُوا بھلا؟

نفیس - خدا جانے کون ہے ــــــ اور اسے ہمارے یہاں ہونے کا کیسے پتہ چل گیا؟

عذرا - ذرا دیکھو تو ــ کہیں تمہارا بھانجا ہی نہ ہو - میں نے کہا تھا ادھر ہم نئے ہیں - ذرا خبر لیتے رہنا - اور ہاں تمہاری بھانجی کی شادی طے ہو گئی ہو گی ــ نصیرہ کی ــــــ دیکھو تو (نفیس جاتا ہے ــ اور دروازہ کھولتا ہے)

نفیس - آیئے صاحب!

سیاں - السلام علیکم

نفیس - وعلیکم السلام کہئے کیسے تشریف لائے، آپ کا نام ......؟

(عذرا اٹھ کر اندر چلی جاتی ہے)

سیاں - میرا نام؟ ...... میرا اصلی نام امجد حسین ہے - میں یہاں طالب علم ہوں ...... یہاں کا مطلب یہ مکان نہیں - میری مراد اس شہر سے ہے ... لیکن مجھے سب سیاں کے نام سے پکارتے ہیں،

نفیس۔ کہیں آپ اس مکان کے مالک تو نہیں ؟

سیّاں۔ نعوذ باللہ ــــ نہیں! ...... لیکن ایک طرح سے مالک ہی سمجھئے .....

نفیس۔ معاف کیجئے میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکا ..... اور نہ آپ کا اس وقت تشریف لانے کا مدعا جان سکا ہوں۔

سیّاں۔ دیکھئے، ایک وقت میں ایک سوال کیجئے تاکہ نہ آپ کو سوال کرتے ہوئے الجھن ہو اور نہ مجھے جواب دیتے ہوئے کوفت محسوس ہو۔ یہی تو ظلم ہوتا ہے میرے ساتھ کہ ایک سانس میں لوگ مجھ پر بیسیوں سوال کر جاتے ہیں، ...... کالج میں، گھر میں، بازار میں ہر جگہ یہی ظلم ہوتا ہے ...... تو پہلے آپ میرا نام پوچھ رہے تھے

(آگے جانے کی کوشش کرتا ہے لیکن نفیس اسے اشارے سے وہیں چارپائی پر بٹھا دیتا ہے)

نفیس۔ جی ہاں، نام پوچھ رہا تھا ــــ اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو ......

سیّاں۔ میں نے عرض کیا نا، میرا اصل نام امجد حسین ہے۔

نفیس۔ نہیں صاحب، اس سے پہلے نام کے بارے میں قطعاً کوئی بات نہیں ہوئی۔

سیّاں۔ (پرشکوک انداز میں) کوئی بات نہیں ہوئی؟ ..... مگر اس کا کیا مطلب ہے آج یہاں نام کیوں پوچھا جا رہا ہے؟ ..... خیر، میرا نام امجد حسین ہے لیکن مجھے سب سیّاں کے نام سے پکارتے ہیں۔

نفیس۔ آپ کی ماں بھی آپ کو سیّاں کے نام سے پکارتی ہو گی

سیّاں۔ جی ہاں (کچھ سمجھتے ہوئے) لیکن .... لیکن ..... سو آپ سے درویش صورت انسان بھی یہاں .... سچ ہے بابا، سب سچ ہے ....

(اٹھ کر اندر جانے کی کوشش کرتا ہے)

نفیس۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ..... دیکھئے آپ زبردستی اندر جا رہے ہیں، اور آپ پئے ہوئے ہیں۔

سیاں۔ ش ش خاموش۔ میں سیاں ہی تو ہوں، جاؤ اندر جاکر شادو کو اطلاع کردو۔

نفیس۔ دیکھئے سیاں صاحب، اب آپ کی شادو یہاں نہیں رہی۔ یہ شریف آدمیوں کے رہنے کی جگہ ہے۔

سیاں۔ شکل سے تو آپ شریف ہی نظر آتے ہیں واللہ۔ ابھی میں ہر روز تھوڑے ہی ادھر آتا ہوں۔ جب ڈپٹی صاحب منی آرڈر بھیجتے ہیں اور امتحان کے دن نزدیک آتے ہیں ..... اوہ ڈپٹی صاحب کے نام سے ڈر گئے؟ ابے سیاں بھیئے کو تو ال اب ڈر کا ہے کا۔ تم یہ بازو راستے سے ہٹادو ———

نفیس۔ دیکھو، دیکھو میاں صاحبزادے تم کیا کر رہے ہو؟ (پکڑ کر چارپائی پر بٹھا دیتا ہے)

سیاں۔ سو تم ویر کا کے رئیس ہو۔ تمہی نے شادو کو گھر ڈالنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے تم نے اسی گھر کو اپنا گھر بنانا اچھا سمجھا۔ میں سمجھ گیا، سب کچھ سمجھ گیا،

نفیس۔ دیکھو، زیادہ باتیں مت بناؤ، کہے دیتا ہوں۔ یہاں سے فوراً نکل جاؤ ورنہ میں شور مچاؤں گا۔

سیاں۔ شور مچاؤ گے اور لوگوں کو اکٹھا کرو گے۔ بس اسی بات سے تمہاری شرافت کا پتہ چلتا ہے۔ کیا تم خود بدنام نہ ہو گے۔ لوگ آ کر مجھے کہیں گے اور دس تمہیں سنائیں گے۔ لوگوں کو سچ اور جھوٹ کی طرف ہٹ جانے کا ملکہ ہے۔ ارے؟ کبھی شریف لوگ بھی شور مچاتے ہیں؟ وہ ہر قسم کی ذلت چپکے سے برداشت کر لیتے ہیں، کیونکہ وہ شریف ہیں

(ایک ہچکی آتی ہے۔ نفیس کچھ کہنے کی کوشش کرتا ہے لیکن سیاں اسے روک دیتا ہے)

میرے باپ کی کچہری میں روز عزت کے لئے مقدمے لڑے جاتے ہیں اور عزت چاہنے والوں کی خوب بے عزتی ہوتی ہے۔ ان کی ماں اور بہن کے متعلق وہ کچھ کہا جاتا ہے کہ سن کر کانوں کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔ اسی لئے شریف آدمی اپنی بیٹی تک کی بے حرمتی دیکھ کر عدالت کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے ـــــ

نفیس۔ میاں صاحبزادے، یہ سب درست ہے، اسی لئے میں تمہیں منت سے ٹل جانے کے لئے کہتا ہوں، ورنہ شاید مجھے شور مچانے کی بھی ضرورت نہ پڑے۔

(سیاں کو دھکیلتا ہے)

سیاں۔ دیکھو ـــ مجھے دھکیلو مت۔ باتیں کرنے سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا (قدرے بلند آواز میں) شادو! مجھ سے یہ بدسلوکی دیکھ کر تم چپ بیٹھی ہو؟ (اندر دیکھتے ہوئے) تم اتنی دبلی کیوں ہو گئی ہو؟ یا شاید یہ میری آنکھوں کا قصور ہے۔ (لرزتی ہوئی آواز میں) مجھے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا ... کتابیں لکھنے والوں نے ایک ہی چیز کے متعلق متضاد باتیں کہہ کر میرے دماغ کو الجھاؤ میں ڈال دیا ہے ...... میری آنکھوں میں نقص ہے (ڈر جاتا ہے) وہی چیز جسے میں دیکھنا چاہتا ہوں نظر نہیں آتی ـــ ارد گرد کی سب چیزیں دکھائی دیتی ہیں، لیکن وہ چیز جس پر میں نگاہ ڈالتا ہوں، درمیان سے غائب ہو جاتی ہے ......

کیا اس سے بڑی بیماری بھی ہے کہ تم جو چاہو تمہیں دکھائی نہ دے اور جو نہ چاہو نظر آتا رہے، دیکھو، تم پھر دھکیلنے لگے۔ باتیں سننے میں کیا ہرج ہے بھائی؟ ... شادو! تمہیں ویرکا کے اس رئیس نے گھر ڈال لیا ہے (اندر دیکھتے ہوئے) کیا یہ سچ ہے کہ یہ خبیث تمہیں باہر کی روشنی نہیں دکھاتا اور اسی لئے تم اتنی مریل ہو گئی ہو ـــ لیکن تمہارا رنگ اور بھی کھل گیا ہے ..... نہیں، مجھے کچھ بھی نظر نہیں آرہا ـــ

تمہیں ویرکا کے رئیس نے نہیں تمہیں اس بڑے ویرکا کے رئیس نے مجھ سے چھین لیا ہے —— خدا نے بے رحم خدا نے .....

(رونے لگتا ہے)

نفیس - خدا جانے میں تمہاری باتیں کیوں سنتا جا رہا ہوں؟ تم شکل سے شریف خاندان کے لڑکے نظر آتے ہو، شاید اس لئے - لیکن تم ہو کہ برابر شور مچائے چلے جا رہے ہو لوگ سن کر کیا کہیں گے؟

سیاں - لوگ؟ لوگ کیا کہیں گے؟ .... دیکھو مجھے گھورو مت - ہر جگہ مجھے یہی "لوگ" گھورتے نظر آتے ہیں - ان "لوگوں" نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا - انہوں نے میرے ایک دوست کو پاگل کر دیا - وہ ذہین تھا، بلا کا ذہین تھا —— اسے "لوگوں" نے بتایا کہ عورت کا ننگا جسم ایک ناپاک شے ہوتی ہے اسے مت دیکھو، اپنی آنکھیں بند کر لو - خوبصورت چیز کو دیکھنے کی خواہش کو دبا دو، کچل دو —— انہوں نے کہا، پھول کو کپڑے پہنا دو، یہ آرٹ ہے .... میرے دوست نے پانی میں چند کلیوں کو نہاتے دیکھا - اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر اس نے پھر ان کلیوں کو بیل شبنم میں نہاتے دیکھا، پھر آنکھیں بند کر لیں، دیکھا، آنکھیں بند کر لیں —— خواہش نے آنکھیں کھولیں "لوگوں" نے بند کیں —— کھولیں، بند کیں، کھولیں، بند کیں —— اور آج اس کی آنکھیں پل میں سو بار کھلتی اور بند ہوتی ہیں —— وہ ان کا کوئی بھی علاج نہیں کر سکا ....

(آناً فاناً) شادو! مجھے اس شہد سے بچاؤ —— مجھے یہ تمہارے پاس نہیں آنے دے رہا، پھر تم نہیں گاؤ گی؟ ——

سیاں توری گودی میں گیندا بن جاؤں گی

(نفیس سیاں کو اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن سیاں برابر اپنی بات کہے جا رہا ہے)

سیاں ۔ امتحان سے ڈر کر آج میں نے بے اندازہ پی (زبان لبوں پر پھیرتے ہوئے) شراب میرا کلیجہ چٹ کر رہی ہے ۔ میرے ہاتھ پاؤں کانپ رہے ہیں ۔ مجھے بھوک لگی ہے ...... تم بھول گئیں ——

جو تورے سیاں کو بھوک لگے گی

لڈو پیڑا جلیبی بن جاؤں گی —— سیاں توری گودی میں ۔

(نفیس سیاں کو دروازے تک دھکیلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے لیکن سیاں مضبوطی سے دروازہ پکڑ لیتا ہے)

سیاں ۔ میں کرسی اور پلنگ کے درمیان دیکھ رہا ہوں —— اور تمہاری پرچھائیاں نظر آتی ہے ۔ مجھ سے اندھا اچھا ہے شادو ۔ ہائے، یہ سب کچھ نظر بھی آ رہا ہے اور نہیں بھی آ رہا ..... میرے اللہ ....

نفیس ۔ (دروازے کے ایک طرف مُنھ نکالتے ہوئے) مراتب —— مراتب میاں ۔

(دروازے پہ عذرا نمودار ہوتی ہے ۔ وہ کچھ دیر کے لئے رک جاتی ہے لیکن پھر ایک عزم کے ساتھ آگے بڑھتی ہے)

عذرا ۔ صاحب آپ کون ہیں ؟ —— آپ باہر کیوں نہیں جاتے ۔ یہ شریف آدمیوں کا مکان ہے ۔ شادو نے یہاں سے مکان تبدیل کر لیا ہے ۔ آپ نکل جائیے فوراً یہاں سے .....

سیاں ۔ (پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے) یہ آواز بھی گھر اور بازار کی آوازوں میں

کھو کر رہ گئی۔ یہ شادو کی آواز نہیں اس سے اچھی آواز ہوگی لیکن یہ شادو کی آواز

نہیں ——— شادو کی آواز ——— !

(مراتب آتا ہے)

مراتب۔ ابے کون ہے تو؟ — نکل باہر شہدے، کمینے ......

نفیس۔ مراتب! گالی مت دو اسے — فقط باہر نکال دو ———

عذرا۔ دیکھو، مارو نہیں، گمراہ طالب علم ہے بیچارہ ———

مراتب۔ کئی بیچارے گمراہ طالب علم آتے تھے اس کے یہاں — نکل باہر چھوکرے....

(کشمکش۔ مراتب اُسے دھکا دے کر باہر گرا دیتا ہے
لڑکے کے گرنے کی آواز کے ساتھ ہی دروازہ بند ہوتا
ہے)

دوسرا منظر

اسی مکان کا سونے کا کمرہ۔ رات کا وقت ہے اور نفیس باہر سے آکر کپڑے بدل رہا ہے۔ عذرا اُس کا کوٹ اس کے موزے وغیرہ لے کر باری باری مناسب جگہ پر رکھ رہی ہے۔

عذرا۔ بہت تھکے ہوئے نظر آتے ہو' آج کام بہت تھا کیا؟

نفیس۔ دفتر میں کوئی کام نہیں ہے البتہ دوسری باتیں تھوڑی ہیں پریشانی کے لئے

عذرا۔ دوسری باتیں؟ —— کوئی اور مکان دیکھا؟

نفیس۔ مکان کے لئے بہت کوشش کی لیکن کوئی ہو تو بات بنے۔ یہ غریب ہونا بھی ایک لعنت ہے ورنہ ایسے ہی دو کمرے پینتیس روپے میں ملتے تھے۔

عذرا۔ پینتیس تو ہم کسی صورت میں نہیں دے سکتے —— کھانا؟

نفیس۔ تمہارا خیال ہے میں ابھی تک بھوکا ہوں گا۔ دفتر کی ٹک شاپ سے بتیرا الم غلم کھالیا اور چائے پی —— اس دفعہ بل بھی بہت بن جائے گا۔ جب کوئی گھبراہٹ ہوتی ہے تو کھانے پر زور دیتا ہوں۔

عذرا۔ اور مجھے کھانا پینا سب کچھ بھول جاتا ہے (کچھ یاد کرتے ہوئے) میں نے تو بیس بار کہا ہے کچھ پراٹھے ساتھ لے جایا کرو۔

نفیس۔ کون مصیبت کرے (چارپائی پر بیٹھتے ہوئے) اور پھر دفتر میں لیموں نچوڑ بابو ہے۔

عذرا۔ لیموں نچوڑ بابو؟

نفیس۔ ہاں، اپنا ایک لیموں کسی کی دال میں نچوڑ کر برابر کا حصہ دار بن جاتا ہے ——

(دونو خفیف سی ہنسی ہنستے ہیں)

عذرا۔ تو پھر دو باتیں تو نہیں ہو سکتیں کہ بل بھی نہ بنے اور بھوک بھی اُتر جائے

(نفیس اپنا مُنھ دونو ہاتھوں میں دے لیتا ہے)

کیوں، چپ چاپ بیٹھ گئے؟

نفیس۔ اور تو کیا شور مچاؤں؟ دیکھو مجھے یوں تنگ نہ کرو عذرا ——— مجھے آرام سے سو جانے دو۔

عذرا۔ آئے ہائے ——— راستہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پک جاتی ہیں۔ شادو کے گاہکوں سے ڈرتے ہوئے، سارا دن کواڑ بند کئے اندر پڑی رہتی ہوں اور اب ———

نفیس۔ (چڑکر) نہ اندر پڑی رہا کرو۔ میں دیکھنے آتا ہوں کیا۔ خوب رنگ رلیاں منایا کرو مجھ سے یہ نازبرداری نہیں ہونے کی۔

عذرا۔ (رونکھی ہوکر) تم بھی یوں کہو گے تو میں زندہ نہ رہوں گی۔

نفیس۔ اور میں کون زندوں میں سے ہوں مُردوں سے بدتر ہوں۔ محلہ والے الگ بدنام کرتے ہیں اُن کا تو خیال ہے کہ ایک شادو گئی اور اسکی جگہ دوسری آگئی ———

عذرا۔ محلہ والے جو جی چاہے کہتے پھریں۔ تمہارے سوا میں کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہوں۔ اگر تم بھی ایسی باتیں کرنے لگے تو میرا کون ٹھکانا ہے؟...... اب جو لوگ آتے ہیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں تھوڑے کسی کو بلانے جاتی ہوں۔

نفیس۔ یہی تمہاری بھول ہے کہ تم صرف میرے آگے جوابدہ ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے ہم خودکشی میں حق بجانب ہیں۔ ہم اپنے آپ کو نہیں مار سکتے اگرچہ یہ جسم ہمارا اپنا ہے۔ اس کے لئے ہم حکومت کے سامنے جوابدہ ہیں...... اس جسم کے

علاوہ ہمارا ایک اخلاقی جسم بھی ہوتا ہے جسے پامال کرنے کے لئے ہم گلی کوچے کے ہر کُتے بِلّے بچے بوڑھے کے حضور میں جوابدہ ہیں ——

عذرا - لیکن ہم نے کون اخلاقی خودکشی کی ہے؟

نفیس - اوہ تو تم کچھ بھی نہیں جانتیں - تم نے سنا ہے خلق کی آواز خدا کا نقارہ ہوتی ہے بس وہ نقارہ بج رہا ہے اگر تمہارے کانوں میں اس کی آواز نہیں گونجتی تو تم بہری ہو —— اس میں تمہارے کانوں کا قصور ہے -

عذرا - اس کا یہ مطلب ہوا اگر چار آدمی اُٹھ کر تمہیں بُرا کہنے لگیں تو تم بُرے ہو گئے؟ ——

نفیس - بُرا نہیں ہوا لیکن برائی سے آلودہ ضرور ہو گیا - میرا ایمان ہے کہ دس آدمی مل کر تمہیں کہیں تمہارے چہرے پہ ناک نہیں ہے تو تم ضرور سمجھ لو کہ خدا نے تمہارا چہرہ ناک کے بغیر ہی بنایا تھا اگرچہ آئینہ اس کے خلاف ہی گواہی دے ——

عذرا - (زہر خند سے) اچھی بات ہے — اگر اُن دس آدمیوں نے کسی کو پاگل کر دینے کی سازش کی ہو تو . . . . .

نفیس - نہیں نہیں - تم اسے مذاق میں ٹالنے کی کوشش نہ کرو جس آدمی کو یہ بات کہنے کے لئے دس آدمی اکٹھے ہوں گے اپنا وقت صرف کر سکیں گے اُس آدمی میں ضرور کوئی نہ کوئی نقص ہوگا - کم از کم وہ اس خیال ضرور ہوگا کہ اس کا مذاق اڑایا جائے - . . . . . اور جب یہ ہو جائے تو پاگل پنے اور ناک کے نہ ہونے میں صرف عقیدے کا فرق ہے نا —— دیکھو تم پھر ہنس رہی ہو . . . . .

عذرا - اچھا اگر تمہیں میرا ہنسنا ناگوار گذرتا ہے تو میں نہیں ہنستی لیکن اس میں میرا کیا قصور ہے - اور اگر میرا قصور ہے تو تم بھی اس قصور میں برابر کے حصہ دار ہو -

نفیس - آہ! . . . . (سرد آہ بھر کر لیٹ جاتا ہے)

عذرا ۔ دیکھو، اب جانے دو

نفیس ۔ نہیں میں ہنس نہیں سکتا جبکہ میرا دل رو رہا ہے۔ محلہ والوں نے ہمارے خلاف ایک سازش کر رکھی ہے

عذرا ۔ آج کی سازش ہے وہ ۔ دو مہینے ہمیں یہاں آئے ہو گئے... تب سے یہ باتیں ہو رہی ہیں ۔

نفیس ۔ تمہارے خیال میں تو صرف باتیں ہو رہی ہیں

عذرا ۔ اور نہیں تو کیا ہو رہا ہے ؟

نفیس ۔ چہ میگوئیوں کی حد سے گذر کر محلے کے معتبر آدمیوں نے ایک جلسہ کیا ہے جس میں یہ طے پایا ہے کہ ہمیں یہاں سے چلے جانے کا مشورہ دیا جائے ۔

عذرا ۔ (گھبرا کر) سچ ؟

نفیس ۔ اور تو کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں ۔

عذرا ۔ نہ جائیں تو وہ کیا کریں گے ؟

نفیس ۔ کوئی ایک طریقہ ہے تنگ کرنے کا ۔ وہ کئی طریقوں سے ہمیں پریشان کر سکتے ہیں ۔

عذرا ۔ مثلاً .....

نفیس ۔ مثلاً ..... مثلاً ..... وہ حاکمان شہر کو شکایت کر سکتے ہیں کہ اس مکان میں درپردہ فحاشی ہوتی ہے ۔ جو شادہ کا کوئی گاہک آئے تو وہ پولیس کی معرفت ہمیں پکڑوا سکتے ہیں ' وہ ہمارا حقہ پانی بند کر سکتے ہیں '

عذرا ۔ حقہ پانی کی تو میں پروا نہیں کرتی ۔ ہاں ـــــ دوسری باتیں البتہ ..... لیکن نہیں ان باتوں کے لئے لڑنا چاہیے ۔ میں نہیں مان سکتی قانون ایسا ہی موم کی ناک ہے کہ اُن کی مرضی کے مطابق ....

نفیس۔ دماغ میرا ابھی ان باتوں کو قبول نہیں کرتا۔ لیکن جب ٹھنڈے دل سے غور کرتا ہوں
تو اسی نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ اگر دفتر والوں تک بھی یہاں کی باتیں پہنچ گئیں تو میں
کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا ...... کتنے آدمی ہوں گے جو
سمجھیں گے کہ یہ شریف انسان ہے ۔ زیادہ تعداد اُن آدمیوں کی ہوگی جو یہی
سمجھیں گے کہ اپنی بیوی سے ......

عذرا۔ بس چپ رہو ...... کسی طرح یہاں سے نکل جاؤ۔ خواہ ہمیں کسی چھپر کھٹ
کے نیچے ہی کیوں نہ رہنا پڑے ۔

نفیس۔ ہاں میں چلا جاؤں گا۔ میں اپنی عزت کے لئے لڑوں گا نہیں۔ شور نہیں مچاؤں گا
میں شریف انسان ہوں تم جانتی ہو جب ہم نئے نئے اس مکان میں آئے تھے
تو اس روز ایک طالب علم —— کیا نام ؟ —— نام یاد نہیں رہا۔ بہرحال
ایک طالب علم شادو سے ملنے آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ شریف آدمی اپنی
بیٹی کی بے حرمتی دیکھ کر بھی عدالت کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے —— بس
اس کے الفاظ میں آدمی کی جگہ خاوند اور بیٹی کی جگہ بیوی کر لو ——

عذرا۔ اُس شرابی چھوکرے کی باتوں پر جاتے ہو ؟

نفیس۔ باتیں بڑی کام کی کرتا تھا وہ شرابی چھوکرا

عذرا۔ اپنی عزت کو بچانے میں دامن پر جو داغ لگ جاتے ہیں وہ مبارک ہیں —— تم
زیادہ پروا نہ کیا کرو۔ آؤ میں تمہیں کچھ سناؤں جی بہل جائے گا ذرا ......

نفیس۔ گویا پڑوسیوں کو اس بات کا ثبوت دیں یہاں یہی دھندہ ہوتا ہے۔

عذرا۔ آئے ہائے، اور تو کیا بالکل گھٹ کے مرجائیں۔

(طنبورا لے آتی ہے اور اسے چھیڑتی ہے)

نفیس۔ عذرا تم نہیں سوچتیں ہم یہاں پردیسی ہیں ـــــ کل کلاں کوئی بات ہوئی تو
ہماری حمایت میں یہاں ایک آدمی بھی کھڑا نہ ہوگا

عذرا۔ کوئی نہ ہو ـــــ خدا جو ہمارے ساتھ ہے

نفیس۔ خدا بہت دور کی بات ہے .... عذرا، ٹھہرو ـــــ یہ آواز کدھر سے آرہی ہے؟
(کھڑکی سے باہر دو آدمی باتیں کررہے ہیں۔ ان لوگوں کی شکلیں بھی
دھندلی دھندلی نظر آتی ہیں)

بنواری۔ دیکھو لو میں نہ کہتا تھا۔ صاف آواز آرہی ہے۔ اندر کوئی آدمی بھی ہے۔

مرزا شوکت۔ ہاں اور کوئی ساز معلوم ہوتا ہے ستار کے موافق۔

بنواری۔ میں نہ کہتا تھا ـــــ ان کا یہاں ہونا ہمارے محلے کی بہو بیٹیوں کے لئے
بہت خراب ہے۔ مشکل سے شادو کو یہاں سے نکالا تھا...... (وقفہ)
تو اب کیا ارادہ ہے؟

مرزا شوکت۔ میرے خیال میں اندر چل دو ـــــ جورو کا تو محلے کے نام پر شور مچا دیں
گے اور جو نہ روکا تو ہمارا کام بنا بنایا ہے ـــــ عورت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ تم نے
اس دن اسے لفافہ خریدتے ہوئے دیکھا تھا!

(مل کر ہنستے ہیں)

مرزا شوکت۔ اب کرو ذرا ہمت ....

(نفیس یہ باتیں سن کر کھڑکی کی طرف آتا ہے)

نفیس۔ خبردار کسی نے کھڑکی پر آنے کی کوشش کی، یہاں اب نہ شادو رہتی ہے اور
نہ ایسی کوئی عورت۔

بنواری۔ (آہستہ سے) صاحب! ہمیں کوئی شادو سے کوئی خاص وہ نہیں ہے۔

مرزا شوکت - ہم تو دو گھڑی ......

نفیس - میں کہتا ہوں یہاں سے بھاگ جاؤ ـــ اب شادو کی جگہ یہاں گرہستی رہتے ہیں
اور ان کے متعلق آپ کا اندازہ سراسر غلط ہے۔

بنواری - چلو یار ـــ چل دو ـــ جانے کیا مصیبت ہے۔

مرزا شوکت - یونہی چل دیں؟ اس محلے میں چراغ تلے اندھیرا ہم نہیں دیکھ سکتے۔ بلکہ ہم کل
امام صاحب کو بھی ساتھ لے لیں گے۔ پھر دیکھیں گے یہ لوگ کس طرح محلے میں رہ کر
بدکاری کر سکتے ہیں۔

(کچھ سوچ کر)

لیکن یار تم تو یونہی ڈر گئے ـــ جتنا یہ آدمی اچھل اچھل کر آتا ہے۔ مجھے اتنا ہی
دال میں کالا کالا معلوم ہوتا ہے۔ یہ ان لوگوں کا ڈھنگ ہوتا ہے اور میری بات
سنو (کانوں میں کچھ کہتا ہے جو نفیس اور عذرا کو سنائی نہیں دیتا)

نفیس - بے ہودہ لوگ ہیں ـــ کب تک ان کی باتیں سنتے جائے آدمی؟

عذرا - میں کہتی ہوں سن کر بھی کچھ نہیں سننا چاہیے۔ کسی کا منہ تھوڑے باندھا جاتا ہے۔
چپکے سے سو جاؤ۔

نفیس - ہاں سو جاؤ

(آہستہ آہستہ دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے)

لیکن یہ ہولے ہولے زنجیر ہلا رہا ہے کوئی۔

عذرا - وہی لوگ ہوں گے ـــ اور ہوا کریں

نفیس - ہاں سو جاؤ۔

عذرا - لیکن ـــ مجھے نیند نہیں آتی

نفیس۔ تمہیں فکر کس بات کی ہے ؟ گنا پاتہ تمہارے پاس نہیں ہے۔ کواڑ بند ہی ہیں ۔
کھپ کھپا کر چلے جائیں گے ۔

عذرا۔ خود تو مریں کھپیں، ہمیں ناحق پریشان کرتے ہیں ——— جب تک چلے نہ جائیں
مجھے تو نیند نہیں آنے کی ۔

نفیس۔ جو تمہارا مطلب ہے کہ فساد بپا کیا جائے تو میں اس کے حق میں نہیں ہوں ———
البتہ اصرار کرو گی تو سر پھٹول کے لئے تیار ہوں ۔

(اُٹھنا چاہتا ہے)

عذرا۔ نہیں نہیں ——— پڑے رہئے چپکے سے ۔ میں تو یونہی کہہ رہی تھی کہ مجھے نیند نہیں
آرہی ۔ آپ تو سارا دن دفتر میں کام کرتے کرتے تھک جاتے ہیں، آپ سو
جائیں ۔ (کچھ دیر بعد ڈر کر)
میں کہتی ہوں جی ——— کواڑ ہل رہے ہیں ۔ جیسے کھل گئے ہیں !

نفیس۔ ہیں ——— سنو ! قدموں کی آوازیں آرہی ہیں گویا کوئی ڈیوڑھی میں کھڑا ہے یا ۔
...... اندر چلا آرہا ہے (بلند آواز میں) ——— کون ہے ؟

مرزا شوکت۔ ہم ہی ہیں صاحب ——— آپ کے محلے دار، بنواری لعل اور مرزا شوکت ....

نفیس۔ آپ کیسے اندر چلے آئے ——— ؟ آپ کو یہاں آنے کی کس نے اجازت دی ؟ ....

بنواری۔ (گھبرا کر) ہم کیسے اندر چلے آئے ؟ ——— ہم یونہی چلے آئے اندر
(کھسیانی سی ہنسی ہنستا ہے)

مرزا شوکت۔ ہم آپ کے پڑوسی ہیں ہمیں امام صاحب نے بھیجا ہے ۔

نفیس۔ لیکن یہ کون سا وقت ہے یہاں آنے کا ——— ؟ اور میرے خیال میں دروازہ بند تھا
جس کا مطلب ہے ۔ آپ دروازہ توڑ کر داخل ہوئے ہیں ۔

(عذرا سہمی ہوئی نظر آتی ہے)

بنواری۔ ہم نے دروازہ توڑا نہیں ——— بس دھکیلا ہی تھا کہ وہ باہر آ گیا۔ بات یہ ہے، پرانے کواڑ......

نفیس۔ آپ محلے دار ہوتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔ آپ یقیناً چور ہیں ——— اور مداخلت بیجا کر رہے ہیں ——— آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اس وقت کسی شریف آدمی کے مکان پر اجازت کے بغیر چلے آئیں۔ میں نے کھڑکی سے آپ کی گفتگو سن لی تھی...... میں ایک سرکاری ملازم ہوں اور اپنی بیوی کے ساتھ یہاں رہ رہا ہوں۔ میری بیوی ایک گرہستن ہے۔ کوئی بھگائی ہوئی عورت نہیں داشتہ نہیں (قریب پڑی ہوئی ایک لاٹھی اٹھا لیتا ہے) یہاں سے فوراً چلے جایئے ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔

بنواری۔ (ڈرے ہوئے) دیکھئے صاحب ہم یوں چلے جائیں گے لیکن آپ کی دھمکی سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔

مرزا شوکت۔ بابو صاحب ——— ہم سب معاملہ سمجھتے ہیں (ذرا درشت لہجہ میں) آپ نے بہو بیٹیوں والے محلے میں یہ اڈا بنا رکھا ہے۔ محلے والے سب آپ کو جانتے ہیں۔ آپ ایسا ہر آدمی یوں اپنے آپ کو گرہستی ہی کہتا ہے۔

عذرا۔ (گھبرائے ہوئے) اللہ مارو! اللہ کے قہر سے ڈرو! ہم گرہستی لوگ ہیں ہمیں یوں تو بدنام نہ کرو.... تم لوگوں کی بھی کوئی ماں ہوگی بہن ہوگی۔ اندازہ کرو اگر کوئی......

مرزا شوکت۔ اجی ہم خوب سمجھتے ہیں یہ باتیں ———

بنواری۔ ہم یہاں تھوڑی دیر بیٹھنے کے لئے آئے تھے اور ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہ تھی۔

نفیس ۔ میں کہتا ہوں ــــ یہاں سے نکل جاؤ، ورنہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے ۔

عذرا ۔ (نفیس کو روکتے ہوئے) خدا کے لئے ــــ پروردگار کے لئے .....

بنواری اور مرزا شوکت ۔ پہلے یہ لاٹھی رکھ دیجئے ــــ پھر ہم سے بات کیجئے

(ڈیوڑھی کی طرف سے پولیس انسپکٹر مائیکل اور ایک کنسٹبل داخل ہوتے ہیں)

سب انسپکٹر مائیکل ۔ ٹھہر جاؤ ــــ رُک جاؤ ــــ تم سب لوگ حراست میں ہو ۔

نفیس ۔ (لاٹھی چھوڑ کر) مدد ــــ مدد، میں کہیں کا نہ رہا انسپکٹر صاحب (تقریباً روتے ہوئے) میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا ۔ مجھے اور میری بیوی کو حراست میں لے لیجئے ــــ ہم دونو آپ کی حراست میں اس آزادی سے اچھے رہیں گے ۔

عذرا ۔ میں آپ کے پاؤں پڑتی ہوں انسپکٹر صاحب دھکتی ہے ، ہمیں اس مصیبت سے بچائیے ــــ ہم بیگناہ لوگ ہیں ــــ

سب انسپکٹر مائیکل ۔ دیکھیے ــ آپ خاموش رہیئے ، میرے پاؤں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے

کانسٹیبل ۔ یہ سب عیاری ہے انسپکٹر صاحب ــــ ان سے پوچھیے کہ یہ آدمی کون ہیں ؟

سب انسپکٹر مائیکل ۔ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ۔ وہ تو صاف ظاہر ہے ۔ آج تک میں نے کسی مجرم کو ....

نفیس ۔ (وحشیانہ انداز میں) کون مجرم ۔ ؟ انسپکٹر صاحب میں مجرم ہوں اور میری بیوی .....

سب انسپکٹر مائیکل ۔ نفیس صاحب آپ ہی ہیں ؟

مرزا شوکت ۔ جی ہاں ، یہ انہی کی نفاست ہے ۔

سب انسپکٹر مائیکل ۔ آپ چُپ رہیئے

نفیس ۔ نفیس میرا ہی نام ہے ــــ لیکن میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی زد

سے میں مجرم گردانا جاؤں - یوں جیسا کہ میں نے عرض کیا آپ کی قید میں آنے
کے لئے تیار ہوں -

بنواری - جھگڑے کی نوبت یہی ہے جناب کہ بہو بیٹیوں کے اس محلے میں ....

سب انسپکٹر مائیکل - بکومت ! ان باتوں کو میں تم لوگوں سے زیادہ سمجھتا ہوں ——
یہ درست ہے کہ ان لوگوں نے اس مکان کو فحاشی کا اڈا بنا رکھا ہے - لیکن
آپ اس وقت یہاں کیسے تشریف لائے ؟ کیا آپ دن کے وقت ان لوگوں
کو اخلاق کا سبق نہیں پڑھا سکتے تھے ؟

نفیس - فحاشی کا اڈا —— یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟

مرزا شوکت - دن کے وقت ؟ —— یہ آپ کیا فرما رہے ہیں ؟ ہم لوگ دن بھر اپنے
کام دھندے میں مشغول رہتے ہیں -

کانسٹیبل - دن کے وقت محلے دار انہیں کس طرح پکڑ سکتے ہیں ؟

سب انسپکٹر مائیکل - اگر اس کمرے میں محلے داروں کے علاوہ کوئی اور شخص ہوتا جس کی
بابت ان لوگوں کو تفصیلات نہ پتہ ہوتیں تو یہ لوگ مجرم تھے لیکن اب یہ محلے دار
بغیر کسی بیّن ثبوت کے اندر چلے آئے ہیں اور مداخلت بے جا کے مرتکب ہوتے
ہیں ——

نفیس - جناب والا —— میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

عذرا - ہائے میرے اللہ ! ....

سب انسپکٹر مائیکل - (نفیس اور عذرا سے) میں آپ سے بات کرتا ہوں ——
(بنواری لعل سے) آپ کا نام کیا ہے ؟

بنواری لعل - (اِدھر اُدھر دیکھ کر) میرا نام —— لیکن میں تو ....

سب انسپکٹر مائیکل۔ میں آپ کو نگلے نہیں جارہا ——— میں صرف نام پوچھ رہا ہوں، اتنا گھبرائیے نہیں۔

بنواری لعل۔ میرا نام ب...... بنواری لعل ہے!

سب انسپکٹر مائیکل۔ (مرزا شوکت سے) آپ کا اسم گرامی؟

مرزا شوکت۔ لیکن انسپکٹر صاحب، ہمارا گناہ کیا ہے؟ طوائف کے دروازے تو خلقِ خدا کے لئے کھلے ہوتے ہیں۔ جو ہم اندر چلے آئے تو کیا جرم کیا ———؟

سب انسپکٹر مائیکل۔ خوب! ——— یہ خلقِ خدا کے الفاظ کا بھی خوب استعمال ہوا ——— لیکن صاحب آپ تو محلے دار کی حیثیت سے تشریف لائے تھے تاکہ یہ اڈا اٹھوا کر محلے کے لوگوں کی بہو بیٹیوں کی آبرو بچائی جائے ———

مرزا شوکت۔ (گھبرا کر) نہیں میرا مطلب ہے......

سب انسپکٹر مائیکل۔ آپ اپنا نام بتائیے؟

بنواری لعل۔ (ڈرے ہوئے) آپ کا نام مرزا شوکت ہے!

(مرزا شوکت غصے سے بنواری لعل کی طرف دیکھتے ہیں)

مرزا شوکت۔ لکھ لیجئے ——— میں کوئی ڈرتا تھوڑے ہوں۔ ہمیں امام صاحب نے بھیجا ہے تاکہ اس بات کی تحقیق کی جائے۔

سب انسپکٹر مائیکل۔ چلئے اس بات کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے۔ (کانسٹیبل سے، سردار حسین! انہیں باہر لے جاؤ تاکہ دوسرے محلے داروں کے ساتھ ان کی بھی گواہیاں پیش کی جائیں۔

مرزا شوکت۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھ لیجئے گا، ہم باعزت شہری ہیں اور

سب انسپکٹر مائیکل۔ جی ہاں، میں جانتا ہوں آپ تشریف لے جائیے،

(کانسٹیبل بنواری اور مرزا شوکت کو باہر لے جاتا ہے)

(نفیس سے)

نفیس صاحب! آپ کے آبائی گھر اور دفتر کا پتہ میرے پاس ہے۔ آپ پہلے جس جیوری ڈکشن میں رہتے تھے وہاں تفتیش کی جا چکی ہے۔ اس جگہ آپ کب سے رہ رہے ہیں؟

نفیس۔ عرصہ دو ماہ سے۔

سب انسپکٹر مائیکل۔ نہیں، آپ کو غالباً یہاں آئے دو ماہ اور چودہ دن ہوتے ہیں۔

عذرا۔ جی ہاں، بس اتنے ہی دن ہوتے ہیں۔

سب انسپکٹر مائیکل (نفیس سے) جب آپ یہاں آئے تو آپ کو پتہ نہیں تھا کہ اس مکان میں شمشاد بائی طوائف رہتی تھی؟

نفیس نہیں صاحب! میں بنا جانے بوجھے اسباب اٹھوا کر ادھر چلا آیا۔ تب سے ہر روز یہی قصہ ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی ہمارا دروازہ کھٹکھٹاتا ہی رہتا ہے اور محلے والوں کو ہم پر شک کرنے کا موقع دیتا ہے ——— اور یہ چپقلش جاری ہے!

سب انسپکٹر مائیکل۔ چپقلش سے آپ کا کیا مطلب؟

نفیس۔ یہی ——— نیا مکان تلاش کرنے اور نہ ملنے کی اور بنواری اور مرزا ایسے لوگوں کے ساتھ جھگڑنے کی۔ آج تک میں یہی سمجھتا آیا تھا کہ ہمیں اپنے ہی گناہوں کا حساب دینا ہوتا ہے۔ لیکن نقل مکانی کے اس تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ انسان اپنے بچوں، اپنے ماں باپ، بھائی بہن، بیوی کے کردار کا ہی ذمے دار نہیں ہوتا بلکہ اپنے پڑوسیوں کے قول اور فعل کے لئے بھی گردن زدنی ہے

عذرا۔ تمام دن ہمارا دروازہ بند رہتا ہے ——— ہم ڈر کے مارے کواڑ کھولتے ہی

نہیں۔ آپ کواڑ دیکھ کر پتہ کر لیجئے کہ یہ لوگ دروازہ اکھاڑ کر اندر آئے ہیں یا نہیں —— ہم اور کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے —— جتنا ہم زیادہ بولتے ہیں اتنے ہی گنا ہگار معلوم ہوتے ہیں —— اگر آپ بھی ہمیں قصوروار سمجھتے ہیں تو جو سلوک آپ چاہیں، کریں ——

سب انسپکٹر مائیکل۔ آج کا واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے —— میں سب معاملے کی جانچ پڑتال کر چکا ہوں۔ آپ بے حد شریف ہیں اور یہی آپ کا جرم ہے —— (نفیس سے) آپ کل تھانے میں تشریف لائیے نفیس صاحب اور نیک چلنی کی ضمانت داخل کیجئے ——

نفیس۔ نیک چلنی کی ضمانت ؟

عذرا۔ نیک چلنی کی ضمانت ! .... (رو کر) میرے اللہ !

نفیس۔ انسپکٹر صاحب ..... مجھے بدچلن ہی سمجھ لیجئے لیکن میں نیک چلنی کی ضمانت داخل نہیں کر سکوں گا۔ اس سے پہلے رشتہ داروں میں یہ بات نہیں پھیلی پھر اُن میں بھی پھیل جائے گی۔ آپ مجھے گرفتار کیوں نہیں کر لیتے ؟ میں حاضر ہوں (دونوں ہاتھ بڑھا دیتا ہے) میرے پاس کوئی ضامن نہیں۔ اس محلہ میں میرا کوئی واقف نہیں، کوئی ہمدرد نہیں۔

(عذرا بدستور رو رہی ہے)

سب انسپکٹر مائیکل۔ آپ سمجھتے نہیں ہیں —— صرف ایک کاغذی کارروائی مکمل کرنی ہے۔ اگر کوئی ضامن نہ ملا تو میں آپ کو مہیا کر دوں گا۔ آپ محلے والوں سے ڈریں نہیں.... میں آپ کی پوزیشن کو خوب سمجھتا ہوں۔ مجھے آج سے اپنا ہی سمجھئے۔

نفیس۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں انسپکٹر صاحب؟ —— ہم آپ کے قابل نہیں ہیں....
آپ نہیں جانتے ہم آپ کے کتنے ممنون ہیں......

سب انسپکٹر مائیکل۔ آپ خوف نہ کھایئے۔ میں ہر طرح سے آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں..... (عذرا سے) میری بیوی بھی آپ کی طرح گانے بجانے کا شوق رکھتی ہے۔ (نفیس سے) کیا آپ دونو پیر کے روز میرے ساتھ چائے پی سکتے ہیں؟

عذرا۔ ہم آپ کے بہت شکر گذار ہیں —— آپ ان محلے والوں سے ہماری خلاصی کروا دیجئے۔ آپ کو بہت بڑا ثواب ہوگا...... مجھے خود آپ کی بیگم صاحبہ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے! آپ جب چاہیں گے ہم آپ کے گھر پہنچ جائیں گے۔

سب انسپکٹر مائیکل (قدرے گھبرا کر) چائے گھر پہ ممکن نہیں ہو سکے گی..... دیکھئے نا ذرا میری بیوی بیمار رہتی ہیں، چائے باہر پی سکیں گے کہیں..... پھر سیر تماشا ہو جائے گا، بہر حال —— میں عرض کروں گا۔ کل آپ تھانے تشریف لا رہے ہیں نا؟ —— میں چلتا ہوں —— خدا حافظ!

(جاتا ہے)

نفیس۔ جی ہاں میں کل صبح حاضر ہو جاؤں گا..... خدا حافظ!

(وقفہ)

نیک چلنی کی ضمانت! —— چائے کی دعوت!...... کہیں اس سے بڑا گڑھا تو نہیں کھودا جا رہا؟

عذرا۔ میں کیا جانوں؟ —— ہائے میرے اللہ! (پردہ)

تیسرا منظر

وہی کمرہ جو پہلے منظر میں نظر آتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اب سب چیزیں قرینے سے رکھی ہیں۔ کونے میں طنبورا پڑا ہے۔ تپائی پر ایک نفیس پاندان رکھا ہے جس کے قریب گھنگرو پڑے ہیں۔ عذرا اس وقت کچھ کپڑے صندوق میں ڈال رہی ہے۔ کپڑے ڈالنے کے بعد وہ صندوق کو چارپائی کے نیچے دھکیل دیتی ہے تاکہ جگہ کچھ اور کشادہ ہو جائے۔ نفیس ایک کھڑکی کے پاس بیٹھا ہے۔ کبھی کبھی بازار میں جھانک لیتا ہے گویا کسی کے آنے کا منتظر ہے۔

عذرا۔ اب بالکل سر پہ آگئی تمہاری بھانجی کی شادی ——

نفیس۔ ارے ہاں!..... میں تو بالکل غافل تھا —— کب بیاہی جا رہی ہے نصیرہ؟

عذرا۔ ہفتہ ہفتہ آٹھ، آٹھ اور آٹھ [illegible] اور تین دن اوپر —— آج سے بیسویں روز شادی ہے۔ بلاوے پہ بلاوا آرہا ہے اور تمہیں کوئی خبر ہی نہیں ہے

نفیس۔ تم نے یہ جتا کر پھر مجھے فکر میں مبتلا کر دیا۔

عذرا۔ تین سے کم جوڑے دوگے تو عزت نہیں رہے گی اور ایک سوٹ دولہا کیلئے کہیں گے دس برس سے ماموں کما رہا ہے اور اتنا بھی نہ ہوا جو بھانجی کو جوشن ہی پہنوا دیتا۔

نفیس۔ دو جوڑے، ایک سوٹ اور پھر ایک جوشن —— یہ کیا بات کر رہی ہو تم؟ ہم مسلمانوں میں.......

عذرا - میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ ہم ٹھیک مسلمان ہیں لیکن راجپوت ہونے کی وجہ سے ہماری تمام رسمیں تو ہندوانہ ہیں نا۔

نفیس - میں کوشش کر رہا ہوں عذرا، لیکن دیکھنے والے اندھے ہیں کیا؟ تمہارے اپنے پہننے کو کپڑا نہیں ہے اوپر سے سردیاں مُنہ پھاڑے آ رہی ہیں۔ مجھ سے تو جو ہوگا بنوا دوں گا۔

عذرا - یہ تو ٹھیک ہے لیکن اس سے کم میں عزت نہ رہے گی، کہے دیتی ہوں، آپا کہے گی ——— بھانجی کا بیاہ کب روز روز ہوگا۔ اس سلسلے میں تو ہمیں تھوڑے بہت اُدھار سے بھی نہیں ڈرنا چاہئے .... بہت نہیں تو گذارے موافق ہی سہی

(وقفہ)

نفیس - دیکھو، میں کچھ انتظام کرتا ہوں .... دراصل میں تمہارے متعلق ایک عرصہ سے سوچ رہا تھا۔

عذرا - میرے متعلق مت سوچو ——— میرا تو گزارہ ہو ہی رہا ہے۔ میں کہتی ہوں تم بھی بھلا دفتر کے دوسرے لوگوں کی طرح کیوں نہیں ہو جاتے؟ ..... اس تنخواہ میں گذارہ تو ہونے سے رہا۔ کبھی کبھار پیسے لے لینے سے کیا ہو جاتا ہے ——— یہ غریبی بھی تو سو گناہوں کا گناہ ہے۔

نفیس - رشوت کے نام پر جیسے اسرافیل کا صُور سنائی دینے لگے وہ کیا کرے؟ مر کر ہمیں خدا کو جواب دینا ہے۔

عذرا - تمہارا کیا خیال ہے باقی خدائی تمہاری طرح ہی ہے؟ وہ لوگ آخر کیا جواب دیں گے؟ جو جواب وہ دیں گے وہ تم بھی دے لینا ——— پھر تم اسے عادت نہ بناؤ۔ ہوا ایک آدھ بار کسی سے کچھ لے لیا۔ جب کام نکل گیا تو پھر مُنہ نہ لگایا

نفیس - ہاں عذرا! میں تم سے پہلے اس نتیجہ پہ پہنچ چکا تھا - بلکہ میں نے ٹھیکیدار عرفانی کو گانٹھ بھی لیا تھا ــــــ اس نے یہاں چھ بجے آنے کا وعدہ کیا تھا - لیکن اس وقت ساڑھے چھ بجے ہیں اور اس کی شکل تک نظر نہیں آتی -

عذرا - (قدرے آسائش کے احساس سے) کتنے پیسوں کی امید ہے ؟

نفیس - یہی سات آٹھ سو کی ــــــ ارے ایک پُل کا ٹھیکہ تو ہے - کہیں بڑے صاحب سے براہ راست نہ لے لے - میں نے پہلے تمہیں نہیں بتایا کہ میں تم مجھے بُرا بھلا نہ کہو - بلکہ مجھے یہ فکر دامنگیر تھی کہ تمام بات کھُل جانے پر میں تمہیں کیا منہ دکھاؤں گا ــــــ کچھ تمہیں حیران کر دینے کا ارادہ بھی تھا ..... اب تم خود ہی اس کی تائید کر رہی ہو

عذرا - (کھڑکی کی طرف جاتے ہوئے) کس قسم کا آدمی ہے ؟ ــــــ ٹھہرو میں دیکھتی ہوں

نفیس - یہی دُبلا پتلا سا آدمی ہے ــــــ لوکی سے سر پہ ایک ڈھیلی ڈھالی ڈگمگاتی ہوئی ہیٹ پہنتا ہے - اُس کی پہچان یہ ہے کہ پاجامہ کے ساتھ ہیٹ .....

عذرا - (کھڑکی میں سے جھانکتے ہوئے) ابھی تک تو دُور گلی کے اس سرے پر بھی کوئی نظر نہیں آرہا ــــــ

نفیس - (سوچتے ہوئے) عذرا! تمہاری اس تائید کے بدلے ایک قسم کی تسکین تو ضرور ہو گئی ہے لیکن مجھے ایک طرح کا رنج بھی ہوا ہے!

عذرا - (ہنستے ہوئے) نفیس! تم ساری زندگی اس قدر شریف رہے ہو - مجھے بتاؤ، تمہیں اس سے کیا حاصل ہوا ؟ یہاں محلے میں جو ہماری بدنامی ہوئی ہے اور

اب تک رسوائی ہوتی ہے اس کے لئے ہماری شرافت ہی تو ذمے دار ہے
.... ابھی کل ہی امام باڑے کی ایک عورت سے میری لڑائی ہوئی۔ اس
نے جو کچھ کہا ــــ الٰہی پناہ! اللہ دے اور بندہ لے۔ لیکن اب تو یہ باتیں دل پر
اثر ہی نہیں کرتیں ...... (پان لگاتے ہوئے) یہاں آ کر ہمیں بھی پان کھانے
کی عادت ہو گئی ہے۔

نفیس (پان لیتے ہوئے) تم نے تو مجھے بتایا ہی نہیں عذرا!

عذرا۔ کیا نہیں بتایا؟

نفیس۔ یہی لڑائی کے متعلق

عذرا۔ تم دفتر سے تھکے ماندے آتے ہو ــــ میں نہیں چاہتی ہیں تمہیں اس قسم کی باتیں سنا کر پریشان کیا کروں۔ اور وہ عورت خود محلے بھر میں مشہور ہے۔ پہلے پہل لوگوں نے اس کے متعلق واویلا کیا لیکن جب اس نے سب کی ماں بہن کو دھر لیا تو سب چپ ہو گئے ــــ اب کوئی اس سے الف سے ب تک نہیں کہتا...

نفیس۔ یہ ہم ہی ہیں جنھوں نے سب کچھ شرافت سے سن لیا ہے ــــ اور اس لئے انہیں ہمارے منہ آنے کا موقع بھی مل گیا۔

عذرا۔ (کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے) ٹھہرو، گلی میں کوئی آ رہا ہے ــــ ٹھیکیدار عرفانی ....

نفیس۔ میں دیکھتا ہوں (کھڑکی کی طرف جاتا ہے)

اوں ہوں ــــ یہ تو کوئی کبوتر باز ہے۔ دونوں ہاتھوں میں کبوتر تھامے اور گامے شاہی جوتا پہنے جا رہا ہے۔ حمیدو کا پٹھا ہے ــــ حمیدو پہلوان کا....
(وقفہ) اب تو کافی دیر ہو گئی عرفانی نے کہا تھا جو میں چھ بجے تک پہنچ گیا

تو بہتر ورنہ نہیں آؤں گا (مایوسی سے)، شاید بڑے صاحب کو مل لیا ہو۔

عذرا۔ (مایوسی سے) ہاں شاید بڑے صاحب کو مل لیا ہو۔ پیسہ ہماری قسمت میں نہیں۔

نفیس۔ تو اب کیا ہوگا — نصیرہ کی شادی پہ ......

عذرا۔ (منہ لمبا کرتے ہوئے) تو گویا اب وہ نہیں آئے گا؟

نفیس۔ معلوم تو یہی ہوتا ہے — اچھا اگر وہ کل دفتر میں مجھ سے ملنے آیا تو میں ٹھیکے سے انکار کر دوں گا۔ صاف کہہ دوں گا میں نے ٹھیکہ وکرم سنگھ کو دے دیا ہے۔

عذرا۔ یہ وکرم سنگھ کون ہے

نفیس۔ وہ دوسرا ٹھیکیدار ہے

عذرا۔ وہ کچھ نہیں دے گا؟

نفیس۔ اگر عرفانی نے کچھ نہ دیا تو پھر میں وکرم سنگھ سے کچھ نہیں لوں گا۔ میں ہر ایک آدمی کو نہیں گانٹھ سکتا، اس سے میری نوکری خطرے میں پڑ جاتی ہے اور خود بھی میں....

عذرا۔ ہاں یہ بات درست ہے۔

نفیس۔ اچھا تو وہ کون تھی امام باڑے والی عورت؟

عذرا۔ اجی وہی قاضی صاحب کی دوسری بیوی تھی۔ گز بھر کی لمبی زبان والی۔ خود گھر گھر جھانکتی پھرے اور میرے منہ آئے — میں کیا پروا کرتی ہوں؟

نفیس۔ تم نے کچھ سنا دی ہوتیں

عذرا۔ اور تو میں کیا کم کرتی ہوں — اب نہیں میں ڈرتی کسی سے!

(دروازے پر دستک سنائی دیتی ہے)

لو تمہارے عرفانی آ گئے — ٹھہرو، میں کھڑکی میں سے دیکھتی ہوں

نفیس۔ نہیں نہیں میں جاتا ہوں (جاتا ہے)

عذرا - یہ تمہارا عرفانی نہیں ہے ـــــ یہ تو کوئی اور ہی ہے موٹا سا آدمی ـــــ سیاہ چشمہ لگائے ہوئے۔

نفیس - (دروازے میں رک کر) ہیں! ـــــ ٹھہرو، میں خود دیکھتا ہوں (چلا جاتا ہے)

عذرا - جانے یہ کون بلا آگئی پھر..... ہاں! شاید عرفانی نے اپنا کارندہ بھیجا ہو لیکن شکل سے تو کارندہ نہیں دکھائی دیتا ـــــ اوہ! یہ چادر کس قدر میلی ہے!

(اُٹھ کر کمرے کو درست کرنے لگتی ہے۔ جلدی جلدی ایک صاف چادر بچھا دیتی ہے۔ کچھ دیر بعد نفیس گھبرایا سا داخل ہوتا ہے)

نفیس - ارے بھئی یہ کوئی اور ہی صاحب ہیں سیٹھ شیوبرت نام ہے

عذرا - عرفانی کے کارندے نہیں؟

نفیس - نہیں ـــــ کہتے ہیں کئی برس ایک سا کے بعد آتا ہوں

عذرا - اس شہر میں؟

نفیس - ہاں ـــــ اور شادو کے یہاں

عذرا - تو آپ نے انہیں بتا دیا ہوتا......

نفیس - وقفہ ـــــ (کچھ مجرمانہ انداز میں) میں کہتا ہوں.....

عذرا - کہو ـــــ

نفیس - اِدھر سے آؤ ـــــ دوسرے کمرے میں بٹھا رکھا ہے انہیں

عذرا - اِدھر کس لئے؟ ـــــ خدا کے لئے یہاں سے مکان تبدیل کرو،... پہلے اسے نکال دو۔

نفیس - اتنا امیر آدمی ہے میں اسے یونہی کیسے نکال دوں..... (ڈرتے ہوئے) سیٹھ ہے کوئی چور تو نہیں ہے۔ اسے کچھ دیر عزت اور تکریم سے بٹھلاتے ہیں اس کے بعد

چلا جائے گا'

عذرا۔ تو بیٹھا دو یہاں —— میں دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہوں — اول تو تمہیں معلوم ہی ہے محلے میں......

نفیس۔ تم ہی نے کہا تھا کبھی کبھار رشوت لینے سے کیا ہو جاتا ہے —— ؟ یہ غریبی بھی تو سو گناہوں کا گناہ ہے !

عذرا۔ اچھا، تو یہ بھی ٹھیکہ دار قسم کا آدمی ہے اور اس سے بھی رشوت ممکن ہے؟

نفیس۔ نہیں ایسی رشوت نہیں

عذرا (گھبرا کر) تو پھر کیا ہے ؟

نفیس۔ تم ہی نے تو کہا تھا' تم ساری زندگی اس قدر شریف رہے ہو، مجھے بتاؤ —— تمہیں اس سے کیا حاصل ہوا' ؟ محلے میں جو ہماری بدنامی ہوئی اس کے لئے ہماری شرافت ہی تو ذمے دار ہے !

عذرا۔ تو پھر تمہارا مطلب کیا ہے ؟

نفیس۔ (ڈرتے ہوئے) میں کہتا ہوں —— ایک گانا سنا دو۔ سیٹھ صرف گانے کا شوقین ہے۔ سو ایک روپیہ ہو جائے گا۔ گانا سنانے میں کیا حرج ہے ؟

عذرا۔ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟ —— لوگ کیا کہیں گے ؟

نفیس۔ لوگ پہلے کیا کچھ نہیں کہتے ؟ —— اور پھر ابھی تم کہہ رہی تھیں میں کسی سے نہیں ڈرتی —— آہستہ سے کچھ سنا دینا

عذرا۔ نہیں' میں کہتی ہوں تم بھی

نفیس۔ ارے صرف گانا ہی تو ہے —— دیکھنا پتہ نہ چلے' ذرا اچھی طرح پیش آنا (آواز دیتے ہوئے) سیٹھ جی ! (سیٹھ شبو بت اندر چلے جاتے ہیں)

شیوبرت - آداب عرض کرتا ہوں!

عذرا - (سخت گھبراہٹ میں) آداب عرض ــــ آپ (کچھ سوچ کر تپائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اِدھر بیٹھ جائیے

نفیس - (پلنگ کی طرف ہاتھ کرتے ہوئے) تشریف رکھیے

شیوبرت - (بیٹھتے ہوئے) کہئے مزاج اچھے ہیں؟ ..... (بغیر جواب کا انتظار کئے) سال میں ایک بار میں شمشاد کے یہاں آتا ہوں ــــ اب کے پتہ چلا اُس کی جگہ آپ تشریف رکھتی ہیں ــــ اور آپ ــــ آپ کے سازندے کہاں ہیں؟

نفیس - (مجرمانہ گھبراہٹ کے ساتھ) دراصل ان کی طبیعت اچھی نہ تھی اس لئے سازندوں کو رخصت کر دیا -

(طنبورا اٹھا کر عذرا کے ہاتھوں میں تھما دیتا ہے .... عذرا کانپتے ہوئے ہاتھوں سے طنبورا لے لیتی ہے)

لیکن اب جبکہ آپ تشریف لے آئے ......

عذرا - (گھبرا کر) میں نہیں گا سکوں گی۔

نفیس ــــ ذرا وہ سنا دو ــــ جلد آجا کہ جی ترستا ہے!

(عذرا بڑی کوشش سے طنبورا چھیڑتی ہے - دروازے میں مراتب نمودار ہوتا ہے)

مراتب - (خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ) پان درکار ہوں گے سرکار کو؟

(پردہ گر جاتا ہے)

آج

"زندگی" کیبرے "زندگی اور موت" میں موت کی اداکار۔ قوم کی امریکن
ہے

"موت" کیبرے "زندگی اور موت" میں موت کی اداکار، ایک خوب
صورت، انگریز لڑکی

مینیجر ریستوران کا مینیجر —— ایک معمر انگریز جو اپنے بحیم چہرے
کی وجہ سے چرچل معلوم ہوتا ہے

پروفیسر ٹھاکر، ایک ماضی پرست انسان جو اپنے آپ کو گاندھی سے
کم نہیں سمجھتا۔

بلانوش، امرت اور شنکر، ہندوستانی طالب علم جن میں شنکر کمیونسٹ ہے

صفدر، آرٹسٹ، جو ایک گراموفون کمپنی میں ملازم ہے

بیرہ، اور ہوٹل کے دوسرے مہمان

وقت ۱۹۴۲ء جبکہ روزویلٹ کے ذاتی سفیر فلپس نے ہندستان
کے متعلق انکشافات کئے تھے اور مسٹر چرچل بہت سیخ پا
ہوئے تھے۔

مقام کسی پریذیڈنسی شہر کا ایک بڑا ریستوران

پردہ اُٹھنے پر کیبرے "زندگی اور موت" دکھائی دیتا ہے۔ حاضرین بڑے انہماک سے اس ناچ کو دیکھ رہے ہیں...... "زندگی" بھڑکیلا لباس پہنے ہوئے ہے اور "موت" نے ایک سیاہ غرغل اوڑھ رکھا ہے۔ "موت" "زندگی" کا پیچھا کرتی ہے لیکن شوخ و شنگ زندگی بار بار طرح دے کر نکل جاتی ہے۔ آخر "موت" "زندگی" پر چھا جاتی ہے۔

ناچ کے فوراً بعد، تالیوں کے شور میں، "زندگی" اور "موت" ایک طرف ہو جاتی ہیں۔ کچھ دیر بعد کیفے کے ایک کونے میں "زندگی" لوگوں کی نظروں سے چھپی ہوئی، مینجر سے باتیں کرتی نظر آتی ہے

زندگی۔ اس وقت کے بجے ہیں، مینجر

مینجر۔ (اس نے نہیں سنا) —— فرمایئے محترمہ

بیرہ۔ (آگے بڑھ کر) جی میم صاحبہ

زندگی۔ (بیزاری سے) اُوف، میرے خدا! —— معلوم ہوتا ہے آج سب لوگ بہرے ہو گئے ہیں... میں پوچھ رہی ہوں، اس وقت کے بجے ہیں؟ (ہجوم کی طرف دیکھتے ہوئے) آدھی رات کا عمل ہے اور اس بے ہنگم ہجوم میں سے ایک بھی شریف آدمی اُٹھتا نظر نہیں آتا۔

مینجر۔ اوہ! تو گویا خاتون "زندگی" اپنے آپ وقت نہیں دیکھ سکتیں؟

زندگی۔ میں اکثر مردوں کو خاتون نوازی کا موقع دیتی ہوں، مینجر، اگرچہ کچھ مرد...... خیر

قصہ یہ ہے کہ میں اوٹ سے باہر نہیں آسکتی۔ دیکھنے نہیں ہیں نے ابھی تک "زندگی" کا لباس پہنا ہوا ہے۔

مینیجر۔ تو پھر کیا ہے ؟

زندگی۔ اُد نہہ! تو پھر کوئی بات نہیں ؟ .... کیفے کی بتیوں میں جگمگانے لگے گا یہ لباس اور یہ سب تمہارے چینی کے برتنوں سے غافل ہو کر میری طرف دیکھنے لگیں گے۔

مینیجر۔ ہاں، یہ ٹھیک ہے .... لیکن کوئی ایسا ہرج بھی نہیں ہے (کلاک دیکھتے ہوئے) اس وقت بارہ بجنے میں چھ منٹ باقی ہیں۔

زندگی۔ (ہنستے ہوئے) خوب! گویا پانچ منٹ و رمینتالیس سیکنڈ نہیں (پھر ہنستی ہے) ..... بہرحال ..... "موت"! ..... "موت" نہ جانے کدھر چلی گئی ہے۔ آج کس خوبصورتی سے اس نے اپنے چمگادڑ ایسے کالے کالے پر مجھ پر پھیلا دیئے، کس انداز سے "زندگی" پر جھپٹی۔ اور آخر دم تک مجھ پر جھکی رہی۔ لوگوں نے تالیاں پیٹ پیٹ کر کان بہرے کر دیئے ---- (طالب علموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) وہ ہندوستانی طالب علم بہت جھومے .....

مینیجر۔ (حسد سے) مجھے بھی خیال ہے انہوں نے کیبرے 'زندگی اور موت' پسند کیا ہے ..... "موت" نہ جانے کدھر چلی گئی ہے۔ ابھی وہ اُدھر کھڑی لباس تبدیل کرنے کے متعلق سوچ رہی تھی اس نے اپنے دو لمبے لمبے اور کالے ناخن علیحدہ نہیں کئے تھے .....

بیرہ۔ (دخل در معقولات) "موت" کٹہرے کے قریب کھڑی ہے ڈرم کے پاس ---- میم صاحب! آپ فرمائیں تو .....

مینیجر۔ (ڈانٹتے ہوئے) بیرہ!

بیرہ معافی چاہتا ہوں حضور! (پوری سنبھالتا ہوا چل دیتا ہے)

زندگی۔ بیرہ! "موت" کو کہہ دو "زندگی" تمہارا انتظار کر رہی ہے (ہنستی ہے) کس قدر مضحکہ خیز ہے یہ بات! "موت" ایکا ایکی کسی کونے سے نکل آئے گی ــــ بالکل موت کی طرح!..... انسان زندگی میں موت کے سائے کو محسوس نہیں کرتا۔ وہ نہیں جانتا، اگلے ہی موڑ، اگلے ہی نکڑ پہ کالی کلوٹی، بھیانک موت ایک معمولی سے چھکڑے پر سوار ہو کر آ رہی ہے ــــ اچانک چھکڑا اُسے روند ڈالتا ہے۔

(ہندوستانی طالب علموں کا شور سنائی دیتا ہے)

شنکر۔ ہمیں زندگی چاہئے۔

بلانوش۔ ایک چھوٹا اور! ــــ میں اپنے آپ کو مار ڈالنا چاہتا ہوں ــــ مجھے موت کی ضرورت ہے۔

صفدر۔ (شراب کا پیگ اٹھا کر ناچتا ہے) ارے ہاں

بغل میں رہتی ہے بوتل کتاب کے بدلے
مشق بڑھائی ہے ہم نے جو بادہ خواری کی
بغل میں ......

زندگی۔ یہ کون لوگ شراب پی رہے ہیں؟ ــــ شراب مانگ رہے ہیں کیا؟ ــــ کیا بار ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے بند نہیں ہو جاتا؟ نئے آبکاری قانون کے مطابق؟

بیرہ۔ (اس کے ہاتھ میں ٹرے ہے لیکن وہ متوجہ ہو جاتا ہے) ــــ بند ہو جاتا ہے میم صاحب! لیکن ......

منیجر۔ شٹ اپ یُو فُول! ("زندگی" سے) ہاں محترمہ! معلوم ہوتا ہے آپ کہیں جانا چاہتی ہیں لیکن شاید بھول گئی ہیں۔ آج ہفتے کی رات ہے۔ ان لوگوں کے علاوہ گھاگرا

پلٹن کے آدمی بھی یہاں موجود ہیں اور آپ کو گاہکوں کی خاطر ابھی یہیں ٹھہرنا ہے

زندگی۔ میں نے جانے کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ میں صرف یہ پوچھ رہی ہوں، کیا یہ شور مچانے والے وہی نوجوان ہیں ......؟

مینیجر۔ وہی ہندوستانی طالب علم ہیں اسب کے سب پئے ہوئے ہیں۔ اگرچہ بار ساڑھے بارہ بجے بند ہو جاتا ہے لیکن یوں بے دریغ پیسے لٹانے والے گاہکوں کو ہم رد نہیں کر سکتے۔ کیا آپ ان کا ساتھ دیں گی یا خاتون "موت"؟

زندگی۔ اوہ مینیجر! مجھے تو ان کی کمسنی پر رحم آتا ہے! یہ بالکل نوعمر ہیں۔ شراب ان کے پھیپھڑوں کو چھلنی کر دے گی۔ ان کے دل اور دماغ کو —— بالکل ناکارہ بنا دیگی مجھے یقین ہے شباب و شراب نے انہیں پہلے ہی سے بے عمل بنا رکھا ہے۔

مینیجر۔ شاید وہ سب طالب علم نہ ہوں، مثلاً اس آدمی کو میں جانتا ہوں جس کے ماتھے پر بالوں کا ایک بڑا سا گچھا ہے۔ وہ شاید کسی گراموفون کمپنی میں نوکر ہے۔ لیکن یہ ٹھیک ہے کہ ان میں سے کسی کی بھی عمر پچیس۲۵ سال سے زیادہ نہیں۔ سب کھوئے کھوئے معلوم ہوتے ہیں، جیسے کسی کو پتہ نہ ہو اُسے کیا کرنا ہے (ہنستے ہوئے) ہمارے حق میں کس قدر اچھی بات ہے! دیکھو وہ پھر شور مچانے لگے ہیں!

پروفیسر ٹھاکر۔ تمہارا بیٹھنے کا طریقہ مجھے بالکل پسند نہیں، بلانوش!

بلانوش۔ (ہنستے ہوئے) گویا پروفیسر ٹھاکر ابھی تک اپنے آپ کو کلاس روم ہی میں سمجھتے ہیں۔

امرت۔ ٹانگیں کرسی کے بازوؤں پر رکھنا بدتمیزی ہے؟ ابھی تک آپ اخلاقیات میں اُلجھے ہوئے ہیں پروفیسر صاحب!

صفدر۔ یہ اخلاق کس بلا کو کہتے ہیں۔ مجھ سا دھات اور پتھر کے زمانے کا آدمی تو اسے

نہیں بجھ سکتا۔ بلانوش! تم پروفیسر کو کہہ دو (گاتے ہوئے)

...... لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے!

(ہنستے ہیں)

پروفیسر ٹھاکر۔ نہیں، میں اخلاق کے متعلق کچھ نہیں کہہ رہا صفدر صاحب۔ میں

میں ......

شنکر۔ اس طرح بیٹھنے کا انداز روسی ہے۔ روسی ہمیشہ کوئی نہ کوئی زاویہ بنا کر بیٹھتے ہیں اُن کے چہرے پر ہمیشہ کوئی نہ کوئی کیفیت ہوتی ہے۔ اور آپ کی طرح کورے نہیں دکھائی دیتے۔ اس سے اُن کی سوجھ بوجھ کی آزادی کا پتہ چلتا ہے وہ سمٹ کر نہیں بیٹھتے۔ بعض وقت وہ زمین پر لیٹے ہوتے ہیں تو اُن کی ٹانگیں کرسی پر ہوتی ہیں

پروفیسر ٹھاکر۔ اسی بات پر مجھے اعتراض ہے۔ شنکر! تم لوگ کچھ بھی ہندستانی ڈھنگ میں نہیں کرتے۔ تم بیٹھتے ہو تو روسی انداز میں، کھاتے ہو تو انگریزی طرز پر اور بولتے ہو تو فرانسیسیوں کی طرح۔ مثلاً اگر تمہیں IT IS A MIRACLE کہنا ہے تو تم مُنہ کو کچھ اس طرح بگاڑو گے کہ تم کہتے ہوئے معلوم ہو گے ———

C'EST UNE MIRACLE

امرت۔ میرے خیال میں ٹھاکر ٹھیک کہتے ہیں، ہمیں مشرقی آداب کو نہیں بھولنا چاہیئے

صفدر۔ مشرقی آداب کو میں بھی پسند کرتا ہوں۔ گاؤ تکیے، مسند اور پیچوان کی تہذیب کا میں بھی قائل ہوں۔ لیکن آخر اس کیبرے میں آنے کا مطلب؟ کس قدر لطیف چیز ہے شراب سے پہلے ہی سرور کا سامان ہے ؎

میخانۂ یورپ کے دستور نرالے ہیں

لاتے ہیں سرور اوّل دیتے ہیں شراب آخر

(بلند آواز میں) ہمیں زندگی کی ضرورت ہے!

بلانوش - بیرہ! ایک پیگ اور لاؤ - میں اپنے آپ کو مار ڈالنا چاہتا ہوں مجھے موت چاہئے!

بیرہ - حضور - بار اس وقت بند ہو چکا ہے

صفدر - بکواس بند کرو پاجی کہیں کے - جاؤ مینجر سے ہمارا نام بول دو -

پروفیسر ٹھاکر - ہم انگریزی اوپیرا کو پسند کرتے ہیں، لیکن ہم کرشن یاترا کو بھول گئے ہیں جنہیں کرشن پجاری اپنے مذہبی تہواروں میں کھیلا کرتے تھے جن میں جیدیو چنڈی داس اور ودیاپتی کے گیتوں کو گایا جاتا تھا جن میں رادھا اور کرشن روح اور اس کا سوامی مدھر وچنوں میں نہ مرنے والا پریم جتایا کرتے تھے - آہ! جیدیو کا گیت گووند ـــــ "کنو بناگت نہیں ......"

شنکر - ہم پرانی روایتوں کے کندھے پر ضرور آئے ہیں لیکن ہم لگڑ بگڑ نہیں ہیں جو گڑے مُردوں کو اکھاڑتے پھریں - تمہارا باپ سلطان تھا تو تمہیں کیا؟

صفدر - امرت بلانوش (اُٹھ کر) تُراچہ؟ تُراچہ؟ تُراچہ؟

پروفیسر ٹھاکر - (میز پر مُکا مارتے ہوئے) یہ آپ کے مینی فیسٹو میں لکھا ہے ـــــ آپ اپنے ماضی کو نہیں بھلا سکتے -

شنکر - ہم اپنے ماضی کے وارث ضرور ہیں - لیکن ماضی پرست نہیں ہیں اور یہی فرق ہے جسے ہم کمیونسٹ واجب سمجھتے ہیں -

پروفیسر ٹھاکر - میں صفدر ایسے ادیبوں کی پروا نہیں کرتا جنھوں نے پرانے ادب کو اپنے آپ میں حل نہیں کیا - میں امرت، شنکر اور بلانوش جیسے کمیونسٹوں کا قائل نہیں جو کسان کانفرنس میں کوفتے لے جاتے ہیں اور وہاں بھی کورسوں میں کھانا

کھاتے ہیں۔

شنکر۔ اس کا سیدھا سادا مطلب ہے کہ ٹاپ اور پیاز ہماری طبیعت کے موافق نہیں..... آپ ذرا DIALECTICALLY بات کیجئے۔

پروفیسر ٹھاکر (برہم ہوکر) پھانسی پر لٹکانے کے لئے بہترین آدمی ایک کمیونسٹ ہے سب جانتے ہیں اور سب کے ساتھ وہ بھی جانتا ہے کہ فلاں طریقہ غلط ہے۔ لیکن اس نے سب باتوں کے لئے ایسا جواز پیدا کر رکھا ہے کہ آپ اُسے بحث میں کسی طرح قائل نہیں کر سکتے۔

(شور)

امرت۔ خوب!..... تو پھر اس بحث کو جانے دیجئے

صفدر۔ ارے بلانوش بے ہوش ہونے والا ہے۔ زندگی کو بلاؤ

شنکر، صفدر، امرت۔ زندگی ــــ زندگی ــــ خاتون زندگی!

(دوسری طرف)

زندگی۔ لیجئے۔ وہ زندگی کے لئے پکار رہے ہیں اور یہ "موت" آگئی۔

موت۔ ا..... و..... ف! میں کتنی تھک گئی ہوں۔" زندگی! (ہنستی ہے) مارنا، بگاڑنا بنانے اور سنوارنے سے کہیں آسان ہوتا ہے۔ لیکن بنانے میں تخلیق کی جو خوشی ہوتی ہے وہ اس کا بدل آپ ہوتی ہے۔ بگاڑنے کی آسانی کس قدر بوجھل ہوتی ہے کہ اس کے بعد تمہیں توڑ ڈالنے کا افسوس ہوتا ہے ــ کیوں "زندگی"؟ (بدستور ہنستے ہوئے) آج کے کیبرے نے جسم میں جان نہیں چھوڑی پٹھے بالکل اکڑ گئے ہیں۔

(بلانوش کے رونے کی آواز آتی ہے)

زندگی۔ مینجر! ــــ وہ طالب علم رونے لگا ہے۔ شاید وہ زیادہ پی گیا ہے (کچھ سوچ کر) کیا اس کے لئے کوئی بھی ذمہ داری محسوس نہیں کرتا مینجر؟ ــــ اس نئی پود کے لئے جس نے اس ملک کے بچوں کے باپ بننا ہے۔ اور جس سے اس ملک کی تمام اُمیدیں وابستہ ہیں۔ کیا انہیں یوں تباہ کر دینے والی زندگی سے کوئی نہیں روکتا؟

موت۔ اوہ! تم ان چھوکروں کی قسمت پر آنسو بہا رہی ہو؟ ...... میرے خیال میں یہ سب بالغ ہیں ــــ اپنی رائے دینے کا حق رکھتے ہیں۔ انہیں ہر طرح کی شخصی آزادی ہے۔ انہیں اپنا نفع اور نقصان خود سمجھنا چاہیئے۔

مینجر۔ میں خاتون "موت" سے متفق ہوں! (مسکراتا ہے)

زندگی۔ (کٹ کر) اس لئے کہ یہ چیز آپ دونو کے لئے مفید ہے لیکن میں کہتی ہوں مینجر ایسی آزادی نوجوانوں کو ہمارے مغربی ملکوں میں بھی نہیں ملتی۔ انہیں زبردستی کھلی ہوا میں رکھا جاتا ہے۔ اُن کی ورزش، خوراک اور صحت کے لئے حکومت ذمہ دار ہے۔ آخر انہیں لوگوں کو اس ملک کی نسل بڑھانی ہے۔

مینجر۔ آپ کیسے کہتی ہیں ان لوگوں کے لئے کوئی پابندی نہیں؟ ان کی نقل و حرکت پر بھی قید ہے مثلاً یونیورسٹی پراکٹوریل! ...... لیکن اس کے باوجود یہ کسی نہ کسی طرح سینما گھروں، ہوٹلوں اور بازاری اڈوں میں پہنچ جاتے ہیں اور وہاں کی رونق بڑھاتے رہتے ہیں۔

زندگی۔ تم کیوں نہیں تعلیمی اداروں سے تعاون کرتے؟ کیوں نہیں کالجوں سکولوں میں اطلاع دے دیتے؟

موت۔ (قہقہہ لگا کر) زندگی "بڑی خوش فہم خاتون ہیں۔ اس کام کے لئے ہم لوگوں

کو فرصت ہی کہاں ہے؟

مینجر - ہم اتنے نیک ہو کر اپنے کاروبار کو تباہ کرنا نہیں چاہتے۔ خاتون "زندگی" اچھر جیسے "موت" فرما چکی ہیں ان لڑکوں کو خود اپنا نفع نقصان سوچنا چاہئے

زندگی - مینجر! تم بڑے ٹھنڈے انسان نظر آتے ہو - تم جوانی کی خودسری کو نہیں جانتے - معلوم ہوتا ہے تمہاری جوانی کڑے ماں باپ کی آنکھوں تلے گذری ہے ۔۔۔

مینجر - تعجب ہے! آپ نے بالکل درست فرمایا -

زندگی - خاتون موت اس بات کا اندازہ نہیں کر سکتیں کہ وہ خود نوجوان ہیں -

موت - خوب! میری کم نظری کے متعلق بھی آپ نے ٹھیک کہا - (ہنستی ہے)

زندگی - "موت" زندگی کی سب باتوں پر ہنس سکتی ہے - زندگی جس کے چہرے کی لکیریں غازے نے چھپا رکھی ہیں - جس کا پیٹ یوں ہے، جیسے کسی خشمگیں بلی نے پنجوں سے زمین پر لاتعداد نشان بنا دیئے ہوں اور جسے اس نے خوبصورت کپڑوں میں لپیٹ رکھا ہو ...... جوانی کی ہٹ میں میں نے جسم پر ناپاک حملے کئے جسم جو پاک اور مقدس ہے! ..... تین بار اسقاط کے بعد مجھے پتہ چلا - جسم ایک ایسی چیز ہے جس کی حفاظت، پرستش کرنی چاہئے - یہ ایک ایسی شے ہے جسے بگاڑنے کا میرا کوئی حق نہیں - یہ جسم میرا اپنا نہیں ہے - یہ میری اولاد اور اس کے بعد میری اولاد کی اولاد کا ہے - یہ ملک اور قوم کی امانت ہے (اداس خاطر ہو کر) .... لیکن اس خیانت اس غداری کے بعد میں تجربے کے بوجھ سے جھک چکی تھی -

(طالب علم زیادہ شور مچانے لگتے ہیں اور بار بار زندگی کا نام لیتے ہیں)

مینجر - خاتون "زندگی"! لڑکے آپ کو بلا رہے ہیں آپ ان کا ساتھ دیجئے (کچھ سوچ کر)

دیکھئے! آپ ان پر رحم اور کرم کی بارش نہ فرمائیے گا آپ وہ کام کیجئے گا جس کے لئے
آپ کو ادا کیا جاتا ہے۔

زندگی۔ (کھوئے کھوئے سے انداز میں) میں نہیں جانتی۔ وہ مجھے بلا رہے ہیں یا صرف
زندہ رہنے کے لئے تڑپ رہے ہیں!

موت۔ جو کچھ بھی ہو۔ آپ ان کے پاس جائیں تو ......

مینجر۔ ہاں! میں پھر یاد دلاتا ہوں، آپ ان سے وہی بات کیجئے جس کی اشد ضرورت
ہے۔ ورنہ مجھے خاتون موت کو بھیجنا ہوگا۔

موت۔ لیکن مینجر! آج ہم نے پورٹ شراب کے چار آنے بڑھا دیئے ہیں۔ تم فقط
رنگ دار پانی دے دینا۔ بارہ آنے تم رکھو گے اور آٹھ آنے ہم۔ دیکھئے صاف
پانی نہ دکھائی دے۔ اگر خاتون کو ان کے پاس بیٹھنے کا موقع ملا تو آٹھ دس پیگ
پلا ہی دیں گے۔

زندگی (بیزاری سے) لیکن کیا بار بند نہیں ہوا؟

موت۔ نہیں! بار بند نہیں ہوا۔

مینجر۔ (خفیف غصے سے) نہیں محترمہ! ان لوگوں کے لئے بار کھلا ہے۔

زندگی (طالب علموں کی طرف جاتے ہوئے) میں ان کا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔ لیکن
جب تک وہ مجھے بلائیں گے نہیں میں ان کے پاس نہیں جاؤں گی۔

(بلانوش سسکیاں لے رہا ہے)

شنکر۔ ہونہہ! کس قدر بیہودہ انسان ہے۔ بچوں کی طرح بے تحاشا رو رہا ہے (قدرے
اونچی آواز میں) بلانوش! رونا بند کرو۔ ہم تمہاری یہ احمقانہ حرکت برداشت
نہیں کر سکتے۔ اگر رونا نہیں بند کر سکتے تو باہر چلے جاؤ

صفدر۔ شنکر! اتنی سختی مناسب نہیں ہے۔ اگر تم نے اس کا ہنسنا پسند کیا ہے تو اس کے رونے کو بھی تمہیں برداشت کرنا ہوگا۔ وہ ہر لحاظ سے تمہارا ساتھی ہے

شنکر۔ میں کسی کو جذبات میں بہتے ہوئے دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

پروفیسر ٹھاکر۔ ایک اور بات جس سے کمیونسٹوں کو نفرت ہے۔ جذبات! گویا یہ انسانی محسوسات کا حصہ ہی نہیں ہیں۔

صفدر۔ وہ ہر طرح سے تمہارا ساتھی ہے۔ تم اپنی مرضی سے زندگی میں اس طرح کا انتخاب نہیں کر سکتے۔ تمہیں کیا حق ہے کہ جس کو چاہو قبول کر لو۔ اور جس کو چاہو رد کر دو۔ تمہیں زندگی کو بحیثیت مجموعی قبول کرنا پڑے گا ہنسنے کے ساتھ رونا، پاکیزگی کے ساتھ غلاظت، زندگی کے ساتھ موت۔ ورنہ زندگی تمہیں رد کر دے گی۔

پروفیسر ٹھاکر۔ مجھے پینے والوں کی برادری ہی سے نفرت ہے۔ یہ خود پیتے ہیں لیکن پئے ہوئے انسان کو کس قدر نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

شنکر۔ وہ اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ سب کام ہوش اور حواس میں کئے جائیں پینے پر کسی کو اعتراض نہیں۔ البتہ پی کر بدر رو میں لڑھکنے والے سے ضرور نفرت ہے۔

امرت۔ کیوں نفرت کیوں ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ پیئے ہوئے آدمی پیمائش کا خیال رکھے ——— انسان کا اندازہ غلط ہو سکتا ہے۔

صفدر اس تنفر کا حق کسی کو نہیں پہنچتا۔ اپنے ابکائیاں لیتے ہوئے بھائی کو رد کرنا سراسر ناجائز ہے۔

پروفیسر ٹھاکر۔ یہ بالکل SNOBBISH ہے!

بلا ٹوش۔ نہیں نہیں مجھے چھوڑ دو۔ میں تم سب لوگوں کو رد کرتا ہوں۔ وہ جو مجھ سے نفرت

کرتے ہیں اُن کو بھی اور جو ہمدردی جتاتے ہیں اُن کو بھی (گلاس ونچا کرتے ہوئے)
آہ! شراب کس قدر اچھی چیز ہے۔ جو مجھ ایسے انسان کے احساسات کو تیکھا
کر دیتی ہے! اور میں محسوس کرنے لگتا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی کو مکمل طور پر تباہ
کر لیا ہے (رُک کر) میں نے اسی شہر کے ایک کالج سے پہلے ایک ایم اے کیا
پھر دوسرا ایم۔ اے اور اپنے چچا کی مدد سے ایک مذہبی یونیورسٹی میں لیکچرار کی
آسامی پر مامور ہو گیا ......

پروفیسر ٹھاکر۔ اوہ بلانوش! ——— تم پروفیسر بھی رہے ہو؟

بلانوش۔ (سر اٹھاتے ہوئے) ہاں ٹھاکر! میں بھی تمہاری طرح ایک مذہبی یونیورسٹی
میں لڑکوں کو پڑھاتا رہا ہوں۔ لیکن اس وقت میرے دماغ میں جوانی کا جوش تھا۔
میں اس وقت "باغیں" خیالات سے بہت متاثر تھا۔ چنانچہ میں نے لڑکوں کو
وہ پڑھایا۔ جسے میں سچ سمجھتا تھا۔ میں نے کہا۔ وہ سب کچھ غلط ہے جو اس
مذہبی درسگاہ کے لوگ کہتے ہیں۔ میں نے بغاوت کی اور بے دریغ کی۔ لڑکوں
نے یہ چیزیں کبھی نہیں سنی تھیں۔ یونیورسٹی کے ناخداؤں نے ایسے پڑھانے
والے کبھی نہیں دیکھے تھے اور اُن کے اعتراض کرنے پر میں نے نوکری کو
لات ماردی ......

شنکر۔ اور تمہیں اپنے کیے پر افسوس ہے؟

بلانوش۔ نہیں شنکر! مجھے اس بات کا افسوس نہیں کہ میں نے اس دارالتعلیم کے آستانے
پر سر نہیں جھکائے رکھا۔ البتہ مجھے اس بات کا دُکھ ضرور ہے۔ کہ وہ عقیدے
جن کی غرض سے میں نے اس ملازمت کو ترک کیا، انہیں عملی طور پر نبھا نہ سکا
اس کے بعد مجھے نائب تحصیلدار کی آسامی پیش کی گئی۔ لیکن میں نے اُسے

رد کر دیا (پتھرائی نظروں سے خلا میں دیکھتے ہوئے)...... آہ! ایک مقصد کی خاطر ان چیزوں کو رد کرنا میری روح کو کس قدر بلند کئے دیتا تھا!

امرت۔ (بلانوش کے اور قریب ہو جاتا ہے) پھر کیا ہوا بلانوش؟

بلانوش۔ میں نے پارٹی کے لئے کام کیا۔ لیکن ہمیشہ گرفت سے بچ کر۔ میری ایک ماں ہے۔ ماں! جس کی امیدوں کا میں مرکز تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں گرفتار ہو کر اُسے اس حد تک مایوس کروں کہ وہ' وہ...... لیکن شاید میں نے اُسے اپنی بے عملی کا ایک بہانہ بنا لیا تھا۔ میرے عملی کام کے بعد اگر وہ مر بھی جاتی تو میری روح کو بیک وقت دکھ اور سکون ہوتا' لیکن تم جانتے ہو' ہمارے ملک میں سیاست ایک کھیل ہے جسے صرف امیر لوگ ہی کھیل سکتے ہیں۔ مجھے اپنی کوششیں ایک مچھر کی اڑان نظر آئیں......

شنکر۔ اور تم نے پارٹی میں کام کرنا چھوڑ دیا؟

بلانوش۔ میں کبھی کبھی اُن کے سٹڈی سرکل میں جایا کرتا اور میں نے ارادہ کیا کہ کتابیں لکھنے اور ترجمہ کرنے کا کام شروع کروں۔ لیکن عملی طور پر سیاسی کام اور اس کام میں انتخاب کے متعلق ہمیشہ میرے ذہن میں کشمکش رہی۔ میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو ایک دوراہے پر محسوس کیا۔ پھر اسی دماغی اُلجھن میں میں سب کچھ بھول گیا۔ میں اُن عقیدوں کو بھول گیا۔ اپنے آپ کو بھول گیا۔ میں کوئی کام بھی جی لگا کر نہ کر سکا۔ میں نے گھبرا کر جب اُنہیں چیزوں کو پکڑنے کی کوشش کی جنہیں میں رد کر چکا تھا تو مجھے پتہ چلا کہ وہ میری گرفت سے نکل چکی تھیں —— ان چیزوں نے مجھے رد کر دیا تھا!...... چند مالی مشکلات میں مبتلا ہو کر اب میں ایک کلرک ہو گیا ہوں اور بس! اور جب میرے حاکم بیہودہ باتیں کرتے ہیں تو میں جی میں کہتا ہوں کس

قدر لغو ہے، دماغی طور پر یہ لوگ مفلوج ہیں۔ لیکن ...... وہ اپنی بات منواتے ہیں اور مجھے ان اپاہجوں کے سامنے سر جھکانا ہوتا ہے۔ آہ! وہ شخص جسے اپنے آدرش کا راستہ نہ مل سکے، اس شخص سے کہیں ذلیل زندگی گذارتا ہے جس کا کوئی آدرش ہی نہ ہو (بلانوش پھر رونا شروع کر دیتا ہے)

صفدر۔ مت روؤ، بلانوش! مت روؤ۔ تمہارا بھی دن آئے گا!

بلانوش۔ (روتے ہوئے) اب میں کس قدر فرار ڈھونڈتا ہوں۔ میں اچھے سے اچھے سگرٹ تلاش کرتا ہوں۔ اور انہیں اپنے فرصت کے لمحوں کا ساتھی بناتا ہوں۔ سگرٹ بھی ایک ٹھوس چیز ہے، میری طرح۔ اور پھر دھوئیں اور راکھ میں تبدیل ہونا شروع ہوتی ہے! پھر میں عورت کی آغوش ڈھونڈتا ہوں، شراب پیتا ہوں۔ ایک بڑی بیماری چھوٹی بیماری کو کچل دیتی ہے۔ لیکن بڑی بیماری ......؟

صفدر۔ صبر کرو، بلانوش ...... اس میں مجھے اپنی دکھ بھری کہانی نظر آتی ہے۔

بلانوش۔ کرنے کے لئے کوئی بھی کام حقیر نہیں، عمل کے لئے کبھی دیر نہیں —— میں اس بات کو جانتا ہوں لیکن کر نہیں سکتا۔ مجھ میں عمل کی قوت نہیں رہی۔ اور اب میری یہ حالت ہے!

(رونے لگتا ہے)

صفدر۔ مجھے اپنے انجام سے ہمیشہ خوف آتا رہا ہے۔ ایک فن کار سے زیادہ اچھی زندگی کسی کی نہیں۔ وہ عوام پر حکومت کرتا ہے، انہیں احمق کہہ کر اُن ہی سے داد وصول کرتا ہے۔ لیکن فنکار کی زندگی سے زیادہ ذلیل زندگی نہیں جبکہ وہ اپنے عروج سے گذر جاتا ہے۔ جب وہ لوگوں کی نگاہوں کا مرکز نہیں رہتا۔

بلانوش۔ لیکن تم عمل سے غافل بھی ہوئے؟

صفدر۔ آہ! تمہیں کیا معلوم بلا ژش! اگر میں عامل ہوتا تو میں آج یہاں موجود نہ ہوتا۔ میری صحیح جگہ میرا ڈیسک ہے۔ جب میں نے ادب میں حصہ لینا شروع کیا تو میں سمجھتا تھا میں پیغمبر ہوں۔ کوئی برتر طاقتوں کا پیغام لے آیا ہوں۔ شروع شروع میں میں ڈاک کے محکمے میں منشی کا کام کیا کرتا تھا۔ ٹکٹیں اور لفافے بیچا کرتا۔ لیکن ٹکٹیں اور لفافے بیچتے ہوئے بھی جب کوئی خیال آتا تو میں اسے لکھ لیتا۔ کئی بار یہ ہوا کہ میں نے ٹکٹیں زیادہ دے دیں اور شام کو خسارہ برداشت کیا۔ لیکن میں عامل ضرور تھا۔ اُس وقت کام کرتا تھا۔ آدھی رات کو بھی لکھنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا۔

شنکر۔ لیکن اب کیا ہوا صفدر؟

صفدر۔ میں نے وہ حقیر ملازمت چھوڑ دی تاکہ اپنا مقصد حل کرسکوں۔ چند دنوں کے لئے بیوی بچے بھوکے مرے اور میں گھبرا گیا۔ مجھے دن رات محنت کرنی چاہیئے تھی۔ لیکن میں نے نہ کی۔ میں نے کم سے کم مزاحمت کا راستہ اختیار کر لیا۔ میں بازاروں میں گھومنے لگا ایک مبہم سے احساس کے ساتھ ...... کہ کچھ ہونے والا ہے۔ اب مجھے یقین نہ آتا تھا ہم بھوکوں مریں گے۔ میں گھومتا رہا، گھومتا رہا۔ گویا آسمان سے میرے لئے من وسلویٰ اُتر آئے گا۔ جب آسمان سے کچھ نہ اُترا تو میں ایک دوست کے ہاں مہمان ہو گیا۔ اِدھر اُدھر سے چند پیسے بنا کر میں بیوی بچوں کو بھیج دیتا اور خود اس دوست پر بوجھ بنا رہا۔ وہ میاں بیوی میری خاطرداری کرتے اور شام کو آپس میں جھگڑتے۔ میرا دوست اپنی بیوی کو مارا کرتا اور میں سمجھتا شاید اُن کا کوئی نجی تنازعہ ہے۔ لیکن ایک دن خیال آیا کہ مجھے یہاں سے چلا جانا چاہیئے۔ میرے دوست کی بیوی نے جو آلو اپنے خاوند کو دیئے وہ زیادہ مرغن تھے میں چلا گیا اور وہ میاں بیوی ہنسی خوشی رہنے لگے......

امرت - اور پھر تم گراموفون کمپنی میں کیسے آئے ؟

صفدر - اسی طرح کام سے جی چُراتا ہوا میں اتفاقاً گراموفون کمپنی کے مینجر کو مل گیا۔ اُس نے میری پہلی تنخواہ سے تین گنا زیادہ پیسے پیش کئے۔ میں نے بظاہر بے اعتنائی کا اظہار کیا۔ لیکن میں اپنے دل کی کیفیت جانتا تھا۔ میں اس کے ہاں نوکر ہو گیا۔ معاہدہ تھا کہ وہ مجھ سے چھوٹے چھوٹے ڈرامے لکھوائے گا اور اُنہیں ریکارڈ کریگا لیکن وہ مجھ سے "رائٹ اپ" اور اشتہار کے سوا اور کچھ نہیں لکھواتا۔ وہ میری قیمت نہیں سمجھتا۔ بارہا مجھے وہ شعر یاد آتا ہے ؎

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی تھا

ان چند کلیوں نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ میں اگر مصیبتوں کا مقابلہ کرتا تو میں وہ ادب پیدا کر سکتا تھا جو......

شنکر - لیکن تم اپنے فرصت کے لمحوں میں کام کیوں نہیں کرتے صفدر ؟

صفدر - وہاں اس قسم کا کام کرنے سے دماغ تھک جاتا ہے شنکر! لیکن نہیں اُن کلیوں اُن ٹکلیوں نے مجھے آرام کا قائل بنا دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہر ماہ کی سات تاریخ کو مجھے برابر پیسے مل جائیں گے۔ رات ہوتی ہے تو میں آرام کے لئے لیٹ جاتا ہوں صبح اُٹھوں گا اور کچھ کام کروں گا۔ لیکن رات کو میں بستر کا ادب تخلیق کرتا ہوں اور صبح اُٹھنے کی سکت نہیں ہوتی۔ چھٹی کے دن کوئی رشتہ دار آجائے تو مجھے ایک آسان سا بہانہ مل جاتا ہے میں خود ہمیشہ بری الذمہ ہوتا ہوں۔ قصور وار دفتر کا مینجر ہوتا ہے، یا میری بیوی اور بچے...... یا میرا نکما بھائی جو دس سال سے میرے ٹکڑوں پر پل رہا ہے !

بلانوش۔ ایسے ہی ہوتا ہے صفدر۔ ایسے ہی ہوتا ہے ......

صفدر۔ اور میں منیجر سے خوف کھانے لگا ہوں، گویا اُس نے میری اس کمزوری کو بھانپ لیا ہے۔ اب وہ بالکل میری پروا نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ اپنے اور ماتحتوں کے درمیان ایک فاصلہ قائم رکھتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے نہیں مسکراتا۔ نہ کھانا کھاتا ہے اور نہ کسی خوب صورت لڑکی کی طرف ہَوَس کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ کس قدر کم گو ہے۔ جب کسی ماتحت سے قصور ہو جائے تو اس وقت اسے کچھ نہیں کہتا وہ اپنا کیس تیار کر لیتا ہے۔ اور پھر اپنے شکار کو بے خبری کے عالم میں جھپٹ لیتا ہے۔ ماتحت بے چارہ تلملانے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا ......وہ ڈریفس کے اعزازی وکیل زولا کے انداز میں کہتا ہے لبــــ I ACCUSE ......اور مجرم اس کینچوے کی طرح تڑپتا ہے جس پر کسی کا پاؤں آجائے اور میں کس قدر ذلیل ہو چکا ہوں۔ مجھے یہ بتاتے ہوئے ندامت نہیں محسوس ہوتی کہ پرسوں ایک کاروباری رائٹ اپ اچھا نہ لکھے جانے پر اُس نے مجھے بلایا اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد ایک دم کہا ـــــ "تم احمق ہو" اور مجھے کرے سے باہر نکال دیا۔ اور یہ وہی دن تھا جس دن مجھے آج کی شراب کے لئے پیسے ادا کرنے تھے!

(میز پر گردن جھکا لیتا ہے)

شنکر۔ صفدر، صفدر۔ دیکھو واقعی احمق نہ بنو......

صفدر۔ اگر میں نے ایک فل سکیپ ورق بھی ہر روز لکھا ہوتا تو مہینے بھر میں ایک کتاب پیش کر سکتا تھا اور منیجر کو چیلنج کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے نہیں کیا۔ میں اپنی زوالت میں خوش ہوں۔ میں آرام، صبر اور تشکر کا قائل ہو گیا ہوں اور یہی سب سے بڑی لعنت ہے۔

شنکر۔ تم نہیں جانتے صفدر! ہم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ میں بھی تم لوگوں کی طرح زندگی سے بھاگ کر آیا ہوں۔ جیسے ٹھاکر نے کہا ہے ہم شراب اور شباب کا جواز پیدا کرتے ہوئے بھی جانتے ہیں کہ قوم میں جاگرت پیدا کرنے والوں کی جگہ شراب خانہ نہیں ہے .....

پروفیسر ٹھاکر۔ مدہوشانہ نہیں ہے' اچھا ہوا تم بھی سیدھے راہ پر آئے۔

شنکر۔ لیکن صفو! یہ باتیں صرف اس کمیونسٹ سے متعلق ہیں جسے شنکر کہتے ہیں۔ میں ایک بڑے باپ کا بیٹا ہوں۔ پیسہ وافر ہونے کی وجہ سے زندگی کا ہر آرام' تعلیم' پیار اور پریم کے حاصل ہونے کے باعث مجھ میں کمتری کا کوئی خیال نہ تھا میں نے آسانی سے نوجوانوں کی سربراہی اور لیڈری حاصل کر لی۔

امرت۔ گویا اب تم لیڈر نہیں ہو!

شنکر۔ اب میں صرف نام کا لیڈر ہوں لیکن میں عمل سے غافل ہوں۔ میں اب بھی کام کرتا ہوں لیکن جانتا ہوں میرا دل اس میں نہیں ہے۔ شروع کے دو سال میں نے پسماندہ علاقوں اور گاؤں میں جا کر بہت کام کیا مجھے وہ دن یاد ہیں۔ جب میری وجہ سے میرے باپ کی نوکری خطرے میں پڑ گئی تھی۔ وہ چپکے سے میرے کمرے میں آئے۔ انہوں نے مجھ سے کچھ نہ کہا۔ وہ صرف دیکھتے رہے۔ ایکا ایکی انہوں نے اپنی پگڑی اتار کر میرے پاؤں میں رکھ دی اور پھر خاموش ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ میں نے نظریں اوپر اٹھائیں۔ میرا باپ بیس سال اور بوڑھا نظر آ رہا تھا۔ اُن کی گردن جو زندگی میں کسی کے سامنے نہیں جھکی اس دن میرے سامنے جھکی ہوئی تھی۔ مجھے کوئی حق نہ پہنچتا تھا کہ اپنے عقیدوں کی خاطر' اپنے دوسرے بھائی بہنوں کا مستقبل تاریک کر دوں۔ اپنے ماں باپ کا بڑھاپا خراب کر دوں

میں نے اُن لوگوں سے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا۔ اور خود بھاگ گیا' انڈر گراؤنڈ چلا گیا۔ اپنے آپ کو عاق کر لیا۔ گویا میرے ماں باپ مجھے نہیں چاہتے' اپنی دولت چاہتے ہیں۔ میری ماں مر گئی۔ وہ ایک دن میرا نام پکارتی ہوئی گھر کی دہلیز تک آئی' گری' اور پھر نہ اُٹھی۔ میرے عزیز کہتے ہیں' اُس کی آنکھیں کھلی تھیں وہ مر چکی تھی۔ لیکن شاید اُس کی آنکھیں اور وہ پردہ جس پر نقش مرقسم ہوتے ہیں' زندہ تھا ....!

صفدر۔ چپ ہو جاؤ شنکر! ..... مجھے حبس سا محسوس ہو رہا ہے (قمیص کے بٹن کھول دیتا ہے)

شنکر۔ میں نے اس غم کو ولیش سیوا میں مدغم کرنے کی کوشش کی۔ میں نے خون پسینہ ایک کر دیا۔ میں کئی بار پکڑا گیا۔ لیکن میرے دل کی شمع روشن رہی۔ میں نے کئی دفعہ جہالت کی چٹان پر سر پھوڑا۔ لیکن میں نے پھر ہمت کی کمر باندھ لی۔ گاؤں کے لوگ سمجھتے ہیں جب سے دنیا بنی ہے ایک راجا ہوتا رہا ہے۔ زمین اس راجا کی ہوتی ہے جس میں ہل چلانے کا معاوضہ وہ لگان' مالیہ کی صورت میں دیتے ہیں درمیان میں یہ لیگ' کانگریس کہاں سے آٹپکتی ہیں؟ انہیں یقین ہی نہیں آتا کہ یہ زمین اُن کی اپنی ہے۔ وہ ہنس دیتے ہیں ہمارا مذاق اُڑاتے ہیں۔ آخر ایک دن ایسا آیا' میں مایوسی کی کھائی میں گر گیا۔

یلانوش۔ گویا کوئی خاص واقعہ ہوا؟

شنکر۔ سنو یلانوش! ایک دن میں نے تین دن سے پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ انگارے برس رہے تھے۔ تپش کی وجہ سے کھیت کانپتے نظر آتے تھے۔ پسینہ کا ایک قطرہ جو میری گردن سے نکلتا تھا اُسے

میں بیٹھ پر سے گھٹنوں پر اور گھٹنوں سے ٹخنوں پر ٹپکتے محسوس کر رہا تھا۔ میری حالت بہت بُری تھی میں بالغوں کو پڑھا کر اُن میں جاگرت پیدا کر رہا تھا اور وہ اُونگھ رہے تھے' سو رہے تھے' خرّاٹے لے رہے تھے' میں نے انہیں جھنجوڑ کر پڑھانا شروع کیا میں نے دیہاتیوں کو سرکار کے متعلق کچھ کہا۔ اچانک اُن کے چہروں کا رنگ بدلا۔ وہ سُرخ ہو گئے۔ سُرخ! میں نے کہا۔ اب ڈھا اور بنا دینے والی، رُوسی نفرت پیدا ہوئی۔ لیکن ایک اُٹھ کر بولا' اگر سرکار مجھے کہیں سڑک پر جاتی ہوئی مل جائے تو میں اُسے چوٹی سے پکڑ کر پٹخنی دوں ــــ وہ سمجھتا تھا سرکار کوئی عورت ہے! اور اسی دن میں نے بددل ہو کر گاؤں چھوڑ دیا۔ ٹاپ اور پیاز کھانے کے بعد میں پھر قورمے اور کوفتے' انہی کو رسوں میں کھانے لگا۔ شراب اور شباب کے حق میں بھی میں نے دلیلیں تلاش کر لیں۔ اس قدر تاریکی! اتنی جہالت! ...... میں نے کہا۔ اُن لوگوں کا کیا ہوا جنہوں نے اپنی زندگی' دوبارہ نہ ملنے والی زندگی' اِن لوگوں پر قربان کر دی؟ پھر میں نے کہنا شروع کیا' ہمارے ملک میں چھ ماہ اس قدر ذلیل موسم ہوتا ہے۔ اس قدر گرمی پڑتی ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ رُوس؟ رُوس میں سخت سردی کے باوجود لوگ کپڑے پہن کر گھوم سکتے ہیں۔ واڈکا اور کیوس پی کر اپنے آپ کو گرم رکھ سکتے ہیں۔ لیکن یہ ایک بہانہ تھا کام نہ کرنے کا' سردی اتنا ہی منجمد کر دیتی ہے جتنا گرمی خون پانی کر دیتی ہے۔ میں نے عمل سے منہ موڑ لیا' اور آج ......

صفدر۔ بس..... بس ــــ شنکر! اس سے زیادہ برداشت نہیں ہوتا۔ ہم سب کو درحقیقت عامل ہونے کی ضرورت ہے۔ ہمیں زندگی سے ٹکر لینی چاہئے۔

بلانوش۔ ہمیں اپنے ماحول سے جنگ کرنی چاہئے۔

پروفیسر ٹھاکر۔ ہمیں بھارت کی پرانی روایتوں کو زندہ کرنا چاہئے۔ ہمیں پُران، وید
پڑھنے چاہئیں وہی ہمیں عمل کی راہ بتا سکتے ہیں۔ اس بدیشی روش نے ہمیں
کہیں کا نہیں رکھا۔
امرت۔ ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔ حرکت میں برکت ہے صفدر! تم اپنے آنسو پونچھ ڈالو۔
بلانوش۔ (استغراق سے اُٹھتے ہوئے) صفدر آرٹسٹ ہے! وہ سب کے لئے
کڑھتا ہے، روتا ہے اُسے رو لینے دو۔ اُسے ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے
دو۔ اس کے یہ آنسو مبارک ہیں۔ شاید ان کے بعد ہم عملی انسان بن جائیں!
صفدر۔ آہ! بلانوش! ایسے آنسو ہم اس سے پہلے بھی بہا چکے ہیں۔
شنکر۔ خاموش صفدر! صبر! ہم ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ لیکن تم
ایک یان ہو — GENRE! زمانے کی رُوح! تم ایک آئینہ ہو جس میں ہمارا
سماج اپنا مُنہ دیکھ سکتا ہے۔ جانے دو، جانے بھی دو، دوست! اگرچہ ہم نے
ایسے آنسو کئی بار بہائے ہیں۔ لیکن ان آنسوؤں کے بعد ہم ایک نئی زندگی
کا آغاز کریں گے!
امرت۔ آج سے ہم ایک نیا راستہ اختیار کریں گے۔
پروفیسر ٹھاکر۔ آج سے، ورتمان سے ہم کچھ بھی نہیں لے سکتے۔ بھلائے ہوئے آنسوؤں
کا کرودھ ساتھ نہ ہوگا تو یہ آنسو بھی اکارتھ جائیں گے
بلانوش۔ آج ہم نئی کروٹ لیں گے۔ ہمارے اُفق پر ایک نیا ستارہ نمودار ہوگا۔ وہ
"زندگی" آرہی ہے۔ (وقفہ — سب ایک انہماک کے ساتھ اُدھر دیکھنے لگتے ہیں)
پروفیسر ٹھاکر۔ وہ ایک لجائی ہوئی سندری کی طرح پیچھے دیکھ رہی ہے۔
شنکر۔ (گھبرا کر) ارے! اگر اس نے آگے نہ دیکھا تو وہ گر پڑے گی۔ اس کی راہ میں بیسیوں

رکاوٹیں ہیں تختے، میوزک سٹینڈ، خوبصورت مرد! ......

صفدر۔ ہاں شنکر! وہ گر پڑے گی۔ اگر روشنی پیچھے کی طرف سے آئے تو سایہ ہمارے آگے پڑتا ہے۔ اور روشنی جتنی پیچھے ہو سایہ اتنا ہی لمبا ہوتا ہے ......

بلانوش۔ روشنی سر پر ہونی چاہیئے!

شنکر۔ اپنے پاؤں کا سانپ نہیں دکھائی دے گا۔ روشنی آگے ہونی چاہیئے۔

پروفیسر ٹھاکر۔ میں سمجھتا ہوں تمہارا کیا مطلب ہے؟ لیکن میں کہتا ہوں روشنی آگے ہو تو پیچھے اپنا ہی سایہ بھوت بن کر ڈرانے لگتا ہے۔

صفدر۔ "زندگی" ہم تک آتے ہوئے گھبرا رہی ہے۔ اپنا بدن چرا رہی ہے؟

پروفیسر ٹھاکر۔ جیسے اپنے ہونے کی کشما چاہتی ہے۔

بلانوش۔ لیکن اس کا زرق برق لباس! ......

صفدر۔ وہ اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتی اگرچہ اس میں اتنی تیزی اور طراری نہیں جو کیبرے ناچ کے وقت تھی۔ شاید اس لئے کہ اُس وقت وہ زندگی کی فن کارانہ شکل تھی اور اب ......(زندگی قریب آجاتی ہے وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا لبادہ تھامے ہوئے ہے)

زندگی۔ کیا میں آپ لوگوں کے پاس بیٹھ سکتی ہوں؟

بلانوش۔ (اُٹھ کر، جھکتے ہوئے) وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے!

صفدر۔ ہم زندگی کے ہی منتظر تھے۔ ہمارے اعصاب بالکل مردہ ہو چکے تھے (اپنی کرسی خالی کر دیتا ہے) آیئے، آپ میرے قریب بیٹھئے۔

امرت۔ آپ کچھ کھوئی کھوئی معلوم ہوتی ہیں ......

زندگی۔ (گھبرا کر) نہیں۔ میں کھوئی ہوئی نہیں۔ لیکن یہ جگہ جہاں آپ بیٹھے ہیں، مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔ میں اس سرد منجمد کمرے میں نہیں آنا چاہتی تھی۔

لیکن میرے خدا نے زبردستی مجھے اِدھر دھکیل دیا ہے، اُسے یہ کھیل بیحد مرغوب ہے!

صفدر۔ ہاں، یہ کرّہ اسی قسم کا ہے۔ لیکن (وقفہ) وہ کیبرے نلاچ کس قدر خوبصورت تھا! زندگی کے آتے ہی تاریکی دُور ہوگئی تھی۔ سارا ہال جگمگا اُٹھا جیسے اس دُنیا میں ہُو کا عالم ہوگا۔ زندگی آئی، اُس نے حرکت کی، تو ساری دُنیا منور ہوگئی۔ نغمے گونج اُٹھے۔ نوُر د نغمے سے ہی دُنیا کی بنیاد ہے۔

بلانوش۔ زندگی کا بار بار پہلو بچانا، اور موت کے چُنگل میں نہ آنا، خوب تھا!

پروفیسر ٹھاکر۔ اُس ستون کے پاس جب زندگی جُھکی تو میں نے سمجھا موت نے آ ہی لیا ہے لیکن کس طرح ایک جست کے ساتھ زندگی موت کے بند ہوتے ہوئے بازوؤں سے نکل گئی.....

زندگی۔ ہاں۔ لیکن اس ڈرامے کا انجام آپ لوگ بھول گئے ہیں۔ آپ آنکھیں جھپک رہے ہیں، جیسے ابھی تک یقین نہیں آتا کہ آخر موت نے زندگی کو دبا لیا تھا۔ (زہر خند سے) —— کتنا دلچسپ دھوکا ہے کہ آپ اسے محض ایک کیبرے نلاچ محض ایک کھیل سمجھ رہے ہیں!

شنکر۔ اگر اس کے بعد "زندگی" ہماری رفیق نہ ہوتی تو شاید ہم اسے ایک کھیل سے زیادہ سمجھتے۔ لیکن ہر روز سینکڑوں انسان مرتے ہیں اور اُن کی جگہ نئے پیدا ہوتے ہیں —— اور زندہ لوگوں کے رفیق ہو جاتے ہیں!

صفدر۔ اور پھر کوئی دُھن، کوئی لگن —— ع

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق!

بلانوش۔ آپ کیا ہیں گی؟

زندگی۔ نہیں میں سب کچھ پی چکی ہوں .... میں اب کچھ نہیں پینا چاہتی۔ اور پھر بار بند ہو چکا ہے۔

بلانوش۔ بار ہمارے لئے کھلا ہے۔ چوبیس گھنٹے کھلا ہے (آواز دیتے ہوئے) بیرہ!

زندگی۔ نہیں، میں کہتی ہوں، مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اس بادہ خوری کی مشق اتنی بڑھ چکی ہے کہ پی کر نشہ اُتر جاتا ہے ......

شنکر۔ آپ جانتی ہیں ہم ہندوستانی بڑے مہمان نواز ہیں۔ اتنی مدت سے ہم نے آپ کی میزبانی کا فخر حاصل کر رکھا ہے تو آج ....

بلانوش۔ ایک ایک پیگ ہو جائے۔ خاتون "زندگی" کی صحت کا جام! اے بیرہ!

بیرہ۔ حضور۔

صفدر۔ کدھر مر گئے تھے اُلّو؟

بلانوش۔ پانچ وسکی —— اور ایک پورٹ!

زندگی۔ ہندوستانی بڑے مہمان نواز ہیں۔ لیکن اتنی لمبی میزبانی سے تو مہمان بھی اُکتا جاتا ہے۔ ایک بات اور، میں امریکن ہوں!

شنکر۔ خوب! آپ امریکن ہیں! —— اور خاتون موت؟

زندگی۔ اس کیفے کا مینیجر اور خاتون "موت"! دونو برطانوی ہیں۔

صفدر۔ آج آپ پہلے کی طرح خوش نظر نہیں آ رہی ہیں۔ گویا ابھی آپ کی کسی کے ساتھ جھڑپ ہوئی ہے۔ مینجر سے تو آپ کے تعلقات خوشگوار ہیں نا؟

پروفیسر ٹھاکر۔ بات یہ ہے —— آج شاید لڑکوں نے زیادہ دھیان نہیں دیا۔

زندگی۔ بلکہ یوں کہئے کہ ضرورت سے زیادہ توجہ فرمائی ہے۔ "زندگی" کے لئے کون واویلا کر رہا تھا؟

امرت ۔ (کھسیانہ ہوکر) ہم ہی لوگ بھئے ۔ بات یہ ہے محترمہ ! ہمارے ملک میں جنسی
بھوک بہت زیادہ ہے !

زندگی ۔ (روکھی سی ہنسی کے ساتھ) جنسی بھوک ! ...... جنسی بھوک ! میں جہاں سنتی
ہوں جنسی بھوک کے ہی قصے سنتی ہوں ۔ یہی داستان پڑھتی ہوں !! یہ بیسویں
صدی کے سب سے زیادہ دہرائے گئے الفاظ ہیں .....

شنکر ۔ ان کے دہرانے میں کیا ہرج ہے ؟ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ملک میں عورتیں
مردوں کی نسبت کم ہیں اور پھر ان کے رسم و رواج ان کے میل جول کے
خلاف ہیں ۔

زندگی ۔ کیا ان الفاظ کا اس بہتات سے استعمال ہونا دلیل نہیں ہے کہ اسے اسی وقت
ترک کر دیا جائے ۔ اگر آپ اسے استعمال کئے بغیر نہیں رہ سکتے تو خدارا اس کے
لئے کوئی اور ہم معنی الفاظ تلاش کر لیجئے ! اس کے استعمال سے مجھے یوں محسوس
ہوتا ہے جیسے کوئی پتھر پر لوہا رگڑ رہا ہے !

پروفیسر ٹھاکر ۔ آپ بالکل ٹھیک کہتی ہیں !

امرت ۔ مجھے خاتون زندگی سے اتفاق نہیں ہے ۔ ہم کھانے کا لفظ دن میں بیس
مرتبہ استعمال کرتے ہیں ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس لفظ کو چھوڑ دیا جائے "

زندگی ۔ غلط ہے ۔ ہم اس وقت نہیں تو اس کے کچھ دیر بعد کچھ نہ کچھ کھا لیتے ہیں اور
اس کی رٹ نہیں لگاتے اور آپ کا کیا خیال ہے ۔ امریکہ اور برطانیہ اور دوسرے
مغربی ملکوں کے مرد عورت کے معاملے میں کم بھوکے واقع ہوئے ہیں ؟ وہ بھی
ایسے ہی بھوکوں کی طرح عورت کا پیچھا کرتے ہیں ۔ وہاں بھی عورت کو آزادی
نہیں ۔ وہاں بھی اس پر ایسے ہی جبر کیا جاتا ہے ......

شنکر۔ معاف کیجئے، ہم آپ کا مطلب نہیں پا سکے۔

زندگی۔ مطلب ظاہر ہے۔ دراصل آپ کی جنس کا مقام سر ہے اور وہ جگہ نہیں جہاں اِسے ہونا چاہئے!

(سب اُچھل پڑتے ہیں!)

بلانوش۔ خاتون "زندگی" کی بات قابلِ غور ہے۔

صفدر۔ آپ درست فرماتی ہیں۔ اللہ قسم! ایک افسانے کا موضوع ہے۔

شنکر۔ خاموش! بات سننے دو۔ ساری دنیا سمٹ کر ایک افسانے تک محدود ہو گئی ہے۔ کتنا ذلیل رویہ ہے۔ ہر ایک چیز سے افسانہ ڈھونڈنے کی کوشش کرنا اور زندگی، ہزار رنگ زندگی سے لُطف نہ اٹھانا.....

صفدر۔ گویا خاتون کی چوٹ کا بدلہ مجھ سے لیا جا رہا ہے۔ میں اس پر بحث کر سکتا ہوں۔

پروفیسر ٹھاکر۔ شنکر کے ساتھ بحث کر سکتے ہو؟

زندگی۔ تم سب کتابی باتیں کرتے ہو۔ سب بیکار ہو۔ ہوٹلوں میں بیٹھ کر شراب اور کافی پیتے ہو، اور جنس کے متعلق باتیں کرتے ہو۔ تم بالکل بے عمل ہو۔ بالکل بے عمل بیدار ملکوں میں ہوش سنبھالتے ہی ایک نوجوان کو آٹھ دس گھنٹے کے لئے ایک ورکشاپ میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ وہاں وہ تیس ہتنیس توڑے گولیوں کے بنانا ہے مشینوں کے لئے درجنوں ایکسل تیار کرتا ہے اور بوائلر کی حرارت میں کھڑا پگھلتا رہتا ہے۔ جب وہ باہر آتا ہے تو اُسے صرف ایک ہی بھوک ہوتی ہے پیٹ کی بھوک! دُنیا میں اور پھر ہندستان میں، ایک ہی بھوک مُقدم ہے۔ اور وہ ہے پیٹ کی بھوک۔ دوسری بھوک، پیٹ کی بھوک کے بعد بیکار آدمی کا مشغلہ ہے!

شنکر۔ ہمیں "زندگی" کی سب باتوں سے اتفاق نہیں ہے، لیکن .....

صفدر۔ لیکن ہم ان کی باتوں سے عمل کا سبق ضرور حاصل کر سکتے ہیں۔

زندگی۔ تم ابھی بالکل نوعمر ہو! شراب نے جیسے میرے پھیپھڑوں کو چھلنی کر دیا ہے ایسے ہی تمہارے دل اور دماغ کو بھی ناکارہ بنا دے گی! تمہاری کمزور اولادیں تمہارے سامنے آکر تمہاری ہی مصیبت کا باعث ہوں گی۔ جاؤ، کام کرو، کرنے کے لئے کوئی بھی کام حقیر نہیں ہے

GO TO THE ANTS—SLUGGARDS

بلانوش۔ (اُٹھ کر) میں قسم کھاتا ہوں، آج یہ شراب کا جام میرا آخری جام ہوگا۔"زندگی" کی صحت کا جام!

شنکر۔ زندگی کی صحت کا جام! —— آخری جام!

امرت۔ اس شراب کے آخری گھونٹ کو حلق میں اتار لو۔ اور اس بیہودہ نقل کو ختم کر دو۔

صفدر۔ مجھ میں رُوحِ عمل حلول کر گئی ہے۔ اس آخری گھونٹ کے بعد میں ایک عملی زندگی بسر کروں گا۔

شنکر۔ اور یہ آخری لڑکی ہوگی، جس کے ساتھ میں ناچوں گا۔ "زندگی"

امرت۔ یہ آخری ریستوران ہوگا اور آخری کیبرے۔ اس کے بعد ہم عوام میں کام کریں گے ہمارا سایہ بھی کسی گندی پبلک جگہ میں دکھائی نہیں دے گا۔

پروفیسر ٹھاکر۔ یہ میرا آخری قہقہہ ہوگا!

صفدر۔ (غصے میں) پروفیسر! ہم مذاق نہیں کر رہے ہیں۔ آج ہمارے لئے صُور پھونکا گیا ہے۔ شاید تمہیں اس کی آواز نہیں آرہی۔ آج ہم سب اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے آج یہ ہماری آخری نیند ہوگی!

(شور ـــــ جس میں لفظ "آخر" علیحدہ سنائی دیتا ہے)

مینجر - آرڈر - آرڈر ـــــ (قریب آتے ہوئے) جنٹلمین میں کہتا ہوں آپ لوگ ....

(باقی کی آواز شور میں گم ہو جاتی ہے)

مینجر (غصے میں) خاتون زندگی رنگ میں چلی آیئے - آرکسٹرا انتظار کر رہا ہے -

(طالب علموں سے) اور آپ لوگ ہرگز شور نہیں مچا سکتے ہیں -

بلانوش - ہم شور مچائیں گے' شور ہمارا پیدائشی حق ہے - شور زندگی کا ثبوت ہے -

مینجر - میں کہتا ہوں - اگر اس سے زیادہ شور مچایا تو میں نقضِ امن کا اندیشہ گردان کر پولیس

کو اطلاع دے دوں گا -

امرت - پولیس کے لوگ ہمارے اپنے بھائی ہیں - وہ ہم پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے -

مینجر - آپ اپنے بھائیوں کو نہیں جانتے ہیں - وہ قانون اور امن چین کے محافظ ہیں

وہ ہز میجسٹی کی گورنمنٹ کے وفادار ملازم ہیں

پروفیسر ٹھاکر - آپ ناراض نہ ہوجئے مینجر صاحب! خاتون "زندگی" شنکر کے ساتھ

رِنگ میں جا رہی ہیں ......

زندگی - میرے ساتھ آپ نے میری روح کو نہیں خرید لیا' مینجر! مجھے رِنگ میں جانے

سے انکار کی پوری آزادی ہے -

مینجر - معاف کیجئے آپ کو معاہدے کی رُو سے رِنگ میں جانا ہوگا - JAZZ موسیقی

کے بعد آپ اُن لوگوں کے پاس نہیں ٹھہر سکتی ہیں -

زندگی اگر میں یہاں سے چلی جاؤں گی تو اس کیفے سے بھی چلی جاؤں گی -

شنکر - مینجر! کیا آپ نے خاتون "زندگی" کو PERSONA NON-GRATA

قرار دیا ہے ؟

صفدر۔ ہاہاہا!!!

مینجر۔ (غصّے سے) میرے نزدیک یہ کیفے ایسی سُو خواتین سے زیادہ قیمتی ہے۔ اگر آپ کو صرف خاتون کی ضرورت ہے، تو میں "زندگی" کی رفیق کار کو بھیج سکتا ہوں

شنکر۔ خاتون "زندگی"! چلئے، چلئے، ہم آج یہ آخری ناچ آپ کے ساتھ ناچیں گے

زندگی۔ میں رنگ میں چلی جاتی ہوں۔ لیکن اس کیفے میں میرا یہ آخری دن ہوگا۔ میں ایسی بے حرمتی برداشت نہیں کر سکتی۔ چلئے!

(چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ناچ دھن، چہ میگوئیاں، ہلکے ہلکے قہقہے، اور گلاسوں کے ٹکرانے کی آوازیں آتی ہیں)

بلانوش۔ "موت" آ رہی ہے۔

صفدر۔ خاتون "زندگی" کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا وہ کچھ بوڑھی دکھائی نہیں دیتی؟

امرت۔ معلوم ہوتا ہے اس نے اپنے چہرے کی لکیروں کو کریم کے مساج سے درست کر رکھا ہے۔

بلانوش۔ وہ عمر رسیدہ عورت ہے اور تجربہ کار۔ جب خون جلد کے کناروں تک نہ آئے تو غازہ بھی پھٹ جاتا ہے .... اور منہ پر چھائیاں دکھائی دینے لگتی ہیں۔

پروفیسر ٹھاکر۔ "زندگی" نے دنیا دیکھی ہے

بلانوش ہاں اس نے زمانے کا سرد و گرم چکھا ہے۔

پروفیسر ٹھاکر۔ لیکن وہ ایک ہمدرد عورت ہے۔ وہ ہمارے کلچر کو یوں تباہ ہوتے دیکھ کر دکھی ہوتی ہے!

بلانوش ۔ کسی زمانے میں وہ خوبصورت ہو گی لیکن اب .....

امرت ۔ اب تو اس کی شکل سے گھن آتی ہے ۔

صفدر ۔ وہ بہت پکے ہوئے پھل کی طرح ہے ۔ آپ جانتے ہیں کوئی چیز بہت میٹھی ہو جائے تو آپ اس کا ایک لقمہ بھی نہیں کھا سکتے ۔

بلانوش ۔ خاتون "موت" ابھی کمسن دکھائی دیتی ہے

امرت ۔ شگفتہ اور خوب صورت! لیکن وہ "موت" ہے!

پروفیسر ٹھاکر ۔ اُس نے اپنا ہُڈ اور اپنے ناخن اتار دیئے ہیں ۔ کالے لباس میں اس کا سفید چہرہ خوب صورت معلوم ہوتا ہے ۔

صفدر ۔ "موت" بذاتِ خود کوئی خوف پیدا کرنے والی چیز نہیں ۔ البتہ اس کا خیال گھناؤنا ہوتا ہے ۔ فلسفیوں کا خیال ہے کہ موت کا خیال موت ہے ۔ موت بذاتِ خود زندگی ہے ۔

پروفیسر ٹھاکر ۔ شاستروں میں لکھا ہے "مرتیو ایسا دروازہ ہے جس سے گذر کر ہم نوجیون پاتے ہیں"

(خاتون اپنا ذکر سن کر متوجہ ہوتی ہے اور مینیجر کا اشارہ پانے کے بعد ان لوگوں کی طرف چلی آتی ہے)

موت ۔ کیا میں اِدھر آسکتی ہوں ؟

امرت ۔ (کچھ رُک کر) .... آیئے ..... خاتون موت ...... !

بلانوش ۔ (اُٹھ کر) تشریف رکھئے (اپنی جگہ خالی کر دیتا ہے)

صفدر ۔ ہاہا!! موت نے کبھی آنے کی اجازت طلب کی ہے ؟

موت ۔ معلوم ہوتا ہے آپ زمانے کے ساتھ نہیں دوڑ رہے ہیں ۔ بیسویں صدی

کے سائنسدانوں نے دنیا کی کایا پلٹ دی ہے۔ موت کو اجازت لینا سیکھنا
چاہئے کیونکہ اور چند سالوں تک وہ اُن لوگوں کی اجازت کے بغیر نہیں آسکے
گی۔ جیسے..... جیسے، اب زندگی اجازت لے کر آتی ہے!

بلانوش۔ ہو ہو ہو!!!

امرت۔ THAT'S BRILLIANT

پروفیسر ٹھاکر۔ CLEVER. TOO!

موت۔ (جاری رکھتے ہوئے)، آج زندگی ہستی کے دروازے پر کھڑی کانپتی ہے محبت
جوش اور غصے کے ساتھ! لیکن ہستی چند جھلیاں اس کے سامنے تان دیتی ہے
اور اس کے وجود میں آنے کی خواہش کو پورا نہیں ہونے دیتی۔ اور موت......

بلانوش۔ خاتون "موت" "زندگی" سے زیادہ عقلمند ہیں..... ان کی باتوں میں سادگی کی
نسبت عیاری اور پرکاری زیادہ ہے! ("موت" کا ہاتھ تھام لیتا ہے) آپ
کے ہاتھ کس قدر نرم ہیں محترمہ!

صفدر۔ شیریں کا عشق فرہاد کا ہنر ہے۔ شاید تم ان ہاتھوں کے گداز کا اندازہ نہیں
لگا سکتے!

امرت سانپ کس قدر سُندر ہوتا ہے، لیکن اُس کے سر میں زہر ہے۔

پروفیسر ٹھاکر۔ سوندریہ شاستر کے ودیارتھی اس زہر کی پرواہ نہیں کرتے۔

بلانوش۔ شراب کا جام وہ ہے جو تمہیں اس دُنیا کے رنج اور غم سے آزاد کر دے۔ ایک
اور جام کے بغیر مجھے محسوس ہوتا ہے،

بہار بے سپر جام و یار گذری ہے!

(سب داد دیتے ہیں)

موت - میں آپ کے لئے وسکی، اور اپنے لئے ایک پورٹ منگوا سکتی ہوں ؟
امرت - لیکن . . . .

(سب پر افسردگی چھا جاتی ہے)

پروفیسر ٹھاکر - ہم سوگند لے چکے ہیں -
صفدر - (رُک کر) . . . . . خاتون . . . . ہمیں افسوس ہے - ہم آج قسم کھا چکے ہیں
کہ شراب کا یہ جام ہمارا آخری جام ہوگا - اسے ہم پی چکے ہیں
بلانوش - آپ اپنے لئے پورٹ منگوا سکتی ہیں -
موت - ایک اور جام کے بغیر آپ لوگوں کی رگیں مُردہ ہو رہی ہیں - ان ہاتھوں سے
دیئے ہوئے جام سے کبھی کسی نے انکار نہیں کیا -
بلانوش - لیکن . . . . . مادام! . . . . . (شنکر کی طرف دیکھتا ہے) شنکر "زندگی" کے
ساتھ ناچ رہا ہے . . . . . . اور ہم . . . .
صفدر - وہ اچھا ناچتا ہے ——— میرا خیال تھا اُس کا پاؤں زندگی کے پاؤں پر
پڑ جائے گا - لیکن ایسا نہیں ہوا . . . . . . اور ہمارا عہد تھا کہ 'زندگی' آخری
لڑکی ہوگی !
امرت - یہ آخری کیسے ہوگا - اور آخری کیبرے ———
موت - شاید یہ تمہاری آخری بہک ہوگی !
بلانوش - میں کچھ کہنا چاہتا ہوں ——— (خلا میں گھورتے ہوئے) میں کیا کہنا چاہتا ہوں -
صفدر - میں نہیں جانتا ، میں کچھ نہیں جانتا . . . .
بلانوش - (اُٹھ کر - اور جوش سے) ہم اور شراب منگوا سکتے ہیں - ہم خاتون "موت" کی
رفاقت میں ناچ سکتے ہیں - ہمیں اپنی قسم توڑنے کی نوبت نہیں آئے گی -

صفدر (خوش ہوکر) وہ کیسے بلانوش ؟

بلانوش - ہم نے کہا تھا آج سے ہم ان سب چیزوں کو چھوڑ دیں گے - آج سے ! جس وقت ہم نے یہ قسم لی تھی - اُس وقت گھڑی بارہ بجا چکی تھی - بارہ بجے کے بعد دوسرا دن شروع ہوتا ہے - اس لئے ہمارا آج کا دن ختم ہونے میں ابھی تئیس گھنٹے باقی ہیں - اے بیرہ ! پانچ وسکی اور ایک پورٹ لاؤ -

صفدر - خوب ، گویا ابھی پورا ایک دن باقی ہے !

امرت - (مسرت کے عالم میں) خاتون ...... ادھر بیٹھ جائیے -

صفدر - شنکر کو بلالو ، "زندگی" کو آواز دو !

بلانوش - ہمیں "موت" چاہئے "زندگی" بہت بوڑھی ہے - اے بیرہ ! پانچ وسکی اور ایک پورٹ - کدھر مر گئے تھے ، گدھے ؟ ——

(سب مل کر ہنستے ہیں "موت" کی خوفناک ہنسی سب سے زیادہ بلند ہے ———— پردہ)

رخشنده

(کردار، جس ترتیب سے وہ کھیل میں وارد ہوتے ہیں)

رخشندہ ، بائیس[۲۲] تیئیس[۲۳] برس کی ایک پڑھی لکھی، اعصاب زدہ لڑکی

آپا ، رخشندہ کی آپا

دولھا بھائی، رخشندہ کے دولھا بھائی

بھابی ، رخشندہ کی بھابی

بھائی جان، رخشندہ کے بھائی جان

ننھے میاں، رخشندہ کا چھوٹا بھائی

اماں جان، رخشندہ کی اماں جان

"آپ" ، رخشندہ کے جسم اور روح کے مالک۔

پہلا منظر

ایک پرانی وضع کے ٹھاٹ دار مکان کا بیرونی حصہ

ایک گیلری سی اس مکان کے اردگرد دوڑ گئی ہے جس کا ایک حصہ سامنے نظر آرہا ہے۔ اس گیلری پر ٹین کی ایک چھت ہے جو چوڑائی میں گیلری جتنی ہے۔ چھت بارش کو روکنے کے لئے کافی ہے بشرطیکہ بارش ترچھی نہ ہو۔ اس وقت سخت بارش ہو رہی ہے اور بجلی کڑک رہی ہے۔ چونکہ ہوا زوروں پر ہے اس لئے گیلری پر سے گذرنے والا بھیگ جاتا ہے۔ پردہ اُٹھنے کے تھوڑی دیر بعد رخشندہ، دیوار کے ساتھ لگی ہوئی سامنے نظر آنے والے دروازے کی طرف بڑھتی ہے...... اگر وہ کھڑکی اور دروازے کے درمیان شمعدان نما بڑھاؤ کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھاتی ہے تو اس کی شلوار کے پائنچے چھوٹ جاتے ہیں اور اگر وہ پائنچے پکڑتی ہے تو شمعدان ہاتھ میں نہیں آتا۔ اور وہ دیوار کے ساتھ ساتھ نہیں جا سکتی۔

رخشندہ ـــــــ تھوڑے سے رکھ رکھاؤ کے بعد مزاحمت نہیں کرتی اور اپنے آپ کو بھیگنے دیتی ہے۔ ساٹن کی شلوار، اور آرگنڈی کی قمیص اُس کے دُبلے پتلے اور روح ایسے لطیف جسم کے ساتھ چپک جاتی ہے۔ رخشندہ کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ بجلی چمکتی ہے تو اس کے سفید چہرے پر سر کے بھورے بال یوں معلوم ہوتے ہیں جیسے دیئے کی

لَو سے کرنیں پھوٹ رہی ہیں ——— وہ رخشندہ ہے!

دروازے کے پاس پہنچ کر رخشندہ آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹاتی ہے

لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں ملتا۔ ڈرتے ڈرتے وہ پھر دروازے

پر ہاتھ مارتی ہے ———

رخشندہ - آپا! آپا..... (التجا سے) آپی! کھول دو نا کواڑ۔ دیکھو واسطہ دیتی ہوں بڑوں کا۔

آپا جان - (اندر سے) کون؟ رخشندہ ہے باہر؟ (دروازہ کھولتے ہوئے) رخشی! اسٹرن کہیں کی

اتنی رات گئے کدھر آدھمکیں تم ———؟

رخشندہ - تم کہو گی وُہی پرانی عادت .... آپا! لیکن دیکھو کس قدر اندھیری رات ہے۔

بجلی کڑک رہی ہے۔ حوصلے کے پر جلے جاتے ہیں اور "آپ" ابھی تک نہیں آئے

اس وقت بارہ یا ایک بجا ہوگا۔ اللہ جانے کدھر بیٹھ رہے ہیں؟

(پھر رعد کی گرج اور بارش کی آواز سنائی دیتی ہے)

آپا جان - ظاہر ہے' کلب سے واپسی پر بارش نے آلیا ہوگا۔ اُف کتنی بارش ہے'' سامنے

مکان کی سلیٹ والی چھت پر اولوں کی آواز...... کتنی بھیانک معلوم ہوتی

ہے (سوچ کر) ..... لیکن کیا عجب ہے جو سلامت بھائی سکول کے برآمدے

میں چھینٹے سے بچنے کے لئے ٹھہر گئے ہوں' کیا پہن رکھا تھا انہوں نے؟

رخشندہ - وہی ان کی دل پسند کالی پتلون تھی اور اوپر بُشرٹ۔ جانے سے پہلے بہت دیر

تک آئینہ کے سامنے کھڑے بال بناتے رہے۔ میں کہتی ہوں آئینہ بھی تنگ آ

گیا ہوگا ان سے!

آپا جان - ہاں تو سلامت کیا مجھ سے چھپے ہوئے ہیں۔ ان سے یہ امید نہ رکھو کہ کپڑوں کی

پروا نہ کرتے ہوئے گھر چلے آئیں گے۔

رخشندہ۔ (بجلی کی کڑک سن کر) آپا! میں یہ سب باتیں تمہیں یہاں کھڑا رکھنے کی غرض سے کہہ رہی ہوں، اس بجلی کی خوفناک آواز سے میرا قلب اُلٹا جاتا ہے اور آپا! دولھا بھائی نے یہ کیا نحوست پھیلا رکھی ہے جو چھ گھنٹے سے سو رہے ہیں؟

آپا جان۔ سو کب رہے ہیں؟ آپ سوتے ہیں نہ مجھے سونے دیتے ہیں، ان کی طبیعت تمہیں پتہ ہے نا۔ دماغ میں خیال پیدا ہو گیا کہ شطرنج کھیلیں گے۔ اب اور اسی وقت میں ہی ذری آنکھ جھپکنے لگی تھی کہ موئے شطرنج میں گھسیٹ لیا مجھے۔

رخشندہ۔ آپا! تم قیاس کر سکتی ہو، وہ کیوں نہیں آئے؟ یہ ہاتھ میرے کلیجے پر رکھ کر دیکھو کس طرح کی دھمک پیدا ہو رہی ہے!

آپا جان۔ رخشی! تم ناحق گھبرا رہی ہو، ناحق۔ ابھی آئیں گے سلامت بھائی تو بڑی ہنسی ہو گی پھر آنکھیں چار نہ کی جائیں گی تم سے۔

رخشندہ۔ آپا جان! واپس جانے کی کوشش کیوں کر رہی ہو؟ کیا تمہیں اپنی خوفزدہ بہن کا ذرا بھی خیال نہیں۔ میری مصیبت کا ذرا بھی اندازہ نہیں؟ تمہیں ادھر مشغول رکھنے کے لیئے دولھا بھائی سے اجازت طلب کر لیتی ہوں، تم گھڑی دو گھڑی میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ جب میرا جی سنبھل جائے تو چلی ہی جانا۔

آپا جان۔ ہائے ہائے۔ اتنا بھی کیا ہے نخفی؟

رخشندہ۔ (محبت سے) آپی تم نہیں جانتیں میں —— کتنا سہمی جا رہی ہوں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے (سوچتے ہوئے) دنیا میں، میں ہی ایک عورت ہوں جس کا خاوند ابھی تک واپس نہیں آیا۔ میں ہی ایک روح سرگرداں ہوں جو صدیوں سے سائے ایسے سُبک اور تیز گام قدموں کے پیچھے دیوانہ وار دوڑ رہی ہے۔ جو

اپنے گوہرِ مقصود کی تلاش میں ازل سے آوارہ ہے..... میں نے کتنی صحرا نوردی
کی ہے کتنے کوہ دشت ملپے ہیں! چٹانوں اور کانٹوں کی نوکوں کے جلتے ہوئے
بوسے میرے قدموں پر مادی ہو گئے ہیں، آپا یہ دیکھو میرے پاؤں! .....

آپا جان۔ اُف! یہ گودنے سے کیا ہیں ننھی.....؟

رخشندہ۔ وہ..... وہ دیکھو..... وہ..... (خلا میں دیکھنے لگتی ہے)

آپا جان۔ وہ۔ (اوپر دیکھتے ہوئے) وہ کیا ہے رخشی!

رخشندہ۔ آپا۔ نئی موٹروں کے پہیے اور دھرے میرے ذہن میں گھوم رہے ہیں، کانوں
میں گھمر گھمر کی ایک مسلسل آواز سنائی دیتی ہے۔ جو آناً فاناً ایک دھماکہ پر ختم ہو
جاتی ہے۔ وہ دیکھو کیا تمہیں کچھ نہیں دکھائی دیتا؟

آپا جان۔ کیا ہے...... مجھے تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔

رخشندہ۔ ہاں وہ دیکھو ہسپتال کی آیوڈین میں لسی ہوئی پیلی پیلی پٹیاں عزرائیل کی زرد بے
خون انگلیوں پر چکر لگا رہی ہیں۔ تم جانتی ہو پارسال چچا فیاض کے چوٹ آئی تھی تو ان
کی ٹانگ پر پلستر چڑھا کر لسے لکڑی کی ایک تختی کے ساتھ باندھ دیا تھا اور وہ کس درد و
کرب سے کراہتے تھے۔ ان کی آنکھوں کی دہشت ہمیشہ کے لئے میرے دل پر نقش
ہو گئی ہے، اور مجھے اس سے کتنا ڈر معلوم ہوتا ہے.......؟

(بادل کی گرج سنائی دیتی ہے) آپا! اچھی مجھے اپنے دامن میں چھپا لو

آپا جان۔ (روکھی ہنسی ہنستے ہوئے) میرے دامن میں چھپو گی، میرا دامن اتنا مختصر ہے کہ.....

رخشندہ (تاسف سے) اوہ! تمہارا دامن تمہاری رخشندہ پر بھی تنگ ہو گیا ہے آپا! یہ مجھے
معلوم نہ تھا،..... شادی کے بعد بیتیم اور بے کس بہن بھائیوں کے ساتھ ایسا
سلوک کس قدر افسوسناک ہے کیا اس دامن میں ننھا اور نازی ہی سما سکتے ہیں،

یا ... (کچھ کہنا چاہتی ہے۔ لیکن شرم مانع ہے)....

آپا جان۔ (برافروختہ) آخر یہ کیا ہے آدھی رات کے وقت، تم تو دیوانی ہو رہی ہو سب سو رہے ہیں، تو کیا بدتمیزی ہے کہ ذری خلاف توقع مرد کے آنے میں دیر ہوئی تو یوں تنک گئیں۔

رخشندہ۔ (آواز میں رقت ہے) تمیز! (آواز میں لغزش ہے) اوہ تمیز! کبھی تم لوگ میری تمیز اور سلیقہ کی داد دیا کرتے تھے، کبھی میری حیا کا چرچہ ہوا کرتا تھا، جب کسی کا بچانے والا ہاتھ ہٹ جائے تو عورت سے سب عیب منسوب کر دیئے جاتے ہیں۔ آپا تم جانتی ہو جب ابا اللہ کو پیارے ہوئے تو رشتہ داروں نے کونسی تہمتیں تھیں جو اماں جان پہ نہ لگائیں۔ اگر وہ گھر سے نکلی ہیں تو ان پر انگلیاں اٹھی ہیں اگر اندر رہی ہیں تو آوازے کسے گئے ہیں۔ اب جن حالات میں میں ہوں ان میں تمیز سے واسطہ؟ آپا میری تمیز، میری حیا، میری عقل، میرے سہاگ کی باندی ہے!

آپا جان۔ تم حیا کا دامن چھوڑ رہی ہو رخشی!

رخشندہ۔ آپا جان آج اس مختصر سی بیوگی پر مجھے اپنی بیوہ ماں کے دکھ کا احساس ہوتا ہے۔ تم کیوں نہیں سو جاتیں۔ اماں "ہم اپنی نادانی میں اسے ہمیشہ کہا کرتی تھیں، لیکن وہ ایک ٹک چھت کی طرف جہاں سے مالی نے شہد کا چھتہ اتارا تھا، دیکھتی جاتیں اور......

آپا جان۔ تم بھی عجیب ہو جو بیوگی کا آزادانہ طور پر ذکر کر رہی ہو حالانکہ عورتیں اس کے تذکرہ تک کو برا سمجھتی ہیں، اور اماں جان اپنی دائمی بیوگی پر اتنا واویلا نہیں کرتیں جتنا تم......

رخشندہ۔ تم نے یہ سوچنے کی زحمت بھی گوارا کی ہے آپا کہ انکی خاموشی کتنی پُرشور ہے!
اُن کے کپڑوں کی ماتم آلود سادگی میں ہزاروں بیواؤں کا سوگ دکھائی دیتا ہے!
اُن کی پتھرائی ہوئی نظروں میں ان سینکڑوں عورتوں کی کاہش اور کسک ہے
جن کے خاوند گھر نہیں آئے ان سب باتوں کے باوجود ان کے دل کی حدیث
میرے قصے سے علیحدہ ہے۔ اماں جان نے دنیا کا اونچ نیچ دیکھ لیا ہے اور
سنو اس نے اپنے بہو، بیٹے، بیٹی اور داماد میں اپنا سہاگ پالیا ہے۔ اور پھر
(وقفہ) ــــ پھر ــــ (بادل کی گرج سنائی دیتی ہے

آپا جان۔ اور پھر کیا؟

رخشندہ۔ (ڈر کر) میرے اور قریب ہو جاؤ' آپا' پھر اماں جان نے اپنے دل کو سمجھا دیا ہے
کہ ابا جان جنت سے واپس نہیں آنے کے۔ لیکن میں ان کی طرح نہیں سوچ
سکتی میری ماں کا خاوند فانی تھا لیکن میرا خاوند غیر فانی ہے!

آپا جان۔ (گھبرا کر) رخشندہ یہ کیا بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو؟

رخشندہ۔ میں دیوانی تو نہیں آپا!

آپا جان۔ دیوانہ اپنے زعم میں.......

رخشندہ۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں آپا۔ روح کا خاوند کبھی نہیں مرتا۔ (ایک مریض
کی سی ہنسی) لیکن (یکلخت جیسے اس نے بھنص کو پا لیا ہو) لیکن ہمیشہ
اس کے آگے آگے بھاگتا رہتا ہے جس طرح ازل سے چاند سورج کا تعاقب
کر رہا ہے۔ لیکن ہمیشہ سے برابر کا فاصلہ قائم ہے۔ اس طرح روح ازل
سے اپنے محبوب کو پکڑنے کے لئے عالم ہستی میں سرگرداں ہے لیکن اسے
پکڑ نہیں پاتی'

(دور سے دولھا بھائی کی آواز آتی ہے دولھا بھائی کا اصول

ہے - خوش باش ولے کہ زندگانی این است)

دولھا بھائی - بیوی! آپ آئیں گی یا پانسہ الٹ دوں؟

آپا جان - میں کہتی ہوں ذری ادھر تو آیئے لپک کے ......

دولھا بھائی - ادھر کیا ہے؟

آپا جان - سلامت بھائی نہیں آئے تو رخشی باولی ہوئی جارہی ہے -

دولھا بھائی - ہار رہی ہونہ! اب جبکہ میرا خون خچر ہوا جاتا ہے تو آپ کیا چپکے سے بیٹھ رہی ہیں وہاں!

آپا جان - میں کہہ رہی ہوں سلامت بھائی نہیں آئے ابھی تک -

دولھا بھائی - رخشی کو کہو سورۂ حمد پڑھے آکر حکم ہی تو صادر کرے گا - وہ ہمیشہ کی طرح آئیگا

وقت پر! (کچھ قریب آجاتے ہیں)

رخشندہ - وقت کب کا ہو چکا دولھا بھائی -

دولھا بھائی - ایں! ایک بج چکا ہے! ایک جمائی لے کر) تو کیا مضائقہ ہے باہر دیکھو -

موسم بھی تو کتنا خراب ہے کہیں بارش کے تھم جانے کا انتظار کر رہا ہو گا -

آپا جان - ڈر یہی ہے کہ کہیں موٹر تانگہ کی لپیٹ میں نہ آگئے ہوں - ہاں بابا آج کل موٹریں

بھی تو گُتّے بلّیوں کی طرح دوڑتی پھرتی ہیں '

دولھا بھائی - ارے جانے بھی دو تم نے سلامت میاں کو بچہ سمجھ رکھا ہے؟ کان کاٹتا

ہے وہ بڑے بڑوں کے!

رخشندہ - کان کاٹتے ہوں گے لیکن حادثے کو عقل سے نہیں تقدیر سے واسطہ ہوتا ہے

دولھا بھائی!

دولھا بھائی - پھر جو آدمی تقدیر کو مانتے ہیں، انہیں تو تسلیم ورضا کی عادت ڈالنا اور

خوش رہنا چاہئے (بات کا رُخ پلٹ کر) اور میں سوچتا ہوں سلامت کس قدر خوش قسمت ہے (مزا لے کر) رخشندہ ایسی لڑکی اس کا انتظار کرتی ہے! یہ دیکھو رخشندہ یہ بھی تمہاری ہی بہن ہے تاکبھی دس بجے بھی آؤں تو آرام سے پڑی سو رہی ہوتی ہیں!

آپا جان۔ (خفا ہوکر) میں نے سمجھ لیا ہے نا کہ آپ کے وقت کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے بقول حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے) اور رخشی سلامت بھائی کے متعلق جانتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کلب میں جاتے ہیں اور اُس کے بعد شراب خانے قہوہ خانے میں جھک نہیں مارتے پھرتے سیدھے ہی گھر کا رُخ کرتے ہیں۔

دولھا بھائی۔ سُنتی ہو رخشندہ؟ سورج غروب ہونے کے بعد کبھی گھر سے باہر نہیں رہا لیکن آپ اُس وقت بھی نیند میں مدہوش ہوتی ہیں، اور پھر پہلے پہر کی نیند جگانا تو سوئے ہوئے شیر کو ہاتھ لگانا ہے۔ میں کہتا ہوں اگر کہیں حادثہ ہو جائے تو تین دن کے بعد میری نعش ہسپتال کے مُردہ خانے سے ملے۔

آپا جان۔ (چمک کر) چپ رہئے آپ کو بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں۔ ہسپتال کے مُردہ خانے کا ذکر کرتے ہوئے کیا آپ رخشندہ کے زخم پر پھاہا رکھ رہے ہیں؟

دولھا بھائی۔ رخشندہ! لڑکی تم مطلق فکر نہ کرو، وہ آتا ہی ہوگا، ذرا بارش تو تھم جانے دو اور جو انتظار کرنا ہی ٹھہرا تو آؤ! ایک بازی شطرنج کی لگا لیں۔ (جاتے ہیں)

آپا جان۔ چلو گی؟

رخشندہ۔ ہوں! شطرنج!

آپا جان۔ آخر دل جو بہلانا ہوا،

رخشندہ۔ کیا ایسے میں مجھے شطرنج کی چالیں سُوجھیں گی۔

آپاجان۔ (خفا ہو کر) تم ایسی نادان چھوکریاں ہی مردوں کو خراب کرتی ہیں ...... اور خود بھی خراب ہوتی ہیں۔

رخشندہ۔ اور اپنی خرابی میں کتنا خوش ہوتی ہیں آپا! خدا دولھا بھائی کو خواجہ خضر کی عمر عطا کرے۔ اور تمہاری گود ہمیشہ ہری رہے۔ جس کی گود میں بچے اور جس کے پہلو میں اس کا چاہنے والا ہو۔ اُسے کیا پڑی ہے جو دوسرے کے غم کو اپنا غم سمجھے "جس کو نہ ہوئے بوائی ...... وہ کیا جانے پیڑ پرائی۔

آپاجان۔ تمہاری نگاہ میں میرے بچے اور میرا شوہر ہو، رخشندہ! کیا تمہیں شرم نہیں آتی جو اپنے حسد و بغض کا کھلے بندوں اظہار کرتی ہو؟ یہ تمہاری وجہ سے ہے کہ وہ میری طرف سے بے اعتنا رہتے ہیں۔

رخشندہ۔ میری وجہ سے؟

آپاجان۔ ارے توبہ توبہ! خدائی بھر میں کوئی تم ایسی باتیں سُن کر صبر اور سکوں کا دامن تھامے رکھے گا؟ میں تو تمہیں اپنی بہن ہی سمجھتی تھی مگر تم تو خاصی سوت ہو!

رخشندہ۔ (چیخ مار کر) آپا!

آپاجان۔ چل اپنے کمرے کے اندر جا کے سو رہ تیرے پاگل پنے کا ایک ہی جواب ہے۔

(زور سے دروازہ بند کر دیتی ہے)

رخشندہ۔ (جیسے یقین نہیں آتا) دروازہ بند کر دیا! مجھ پر میری اپنی بہن نے دروازہ بند کر دیا!

(پردہ)

دوسرا منظر

رخشندہ کے بھائی جان اور ان کی بھابی کا کمرہ

کمرے میں مدھم سی روشنی ہے جس میں، کمرے کے عین درمیان، دو پلنگ دکھائی دیتے ہیں۔ ایک پلنگ پر بھائی جان بیٹھے گھٹنوں تک دوشالہ اوڑھے سگریٹ پی رہے ہیں۔ پاس ہی ڈائمنڈ کٹ کے ایک خوب صورت سے گلاس میں ایک رنگین سی چیز پڑی ہے ...... بیگم (رخشندہ کی بھابی) سے باتیں کرتے ہوئے وہ گلاس اٹھا کر ایک گھونٹ پی لیتے ہیں۔

باہر بارش کی آواز اور بادل کی گرج برابر سنائی دے رہی ہے کچھ دیر بعد رخشندہ کی بھابی اپنے میاں کی بغل سے اُٹھ کر دروازے کے قریب پہنچتی نظر آتی ہے۔ پہلے وہ روشندان کی رسی کو کھینچتی ہے تاکہ پانی کی بوچھاڑ کمرے میں گر کر قالینوں کو خراب نہ کردے۔ پھر وہ دروازے کے پاس کھڑکی کی نچلی چٹخنی کو بھی بند کر دیتی ہے اور درزوں میں کاغذ ڈال دیتی ہے۔ اس کے بعد وہ پلنگ کے دوسرے طرف بیٹھ جاتی ہے اور دوشالہ اپنے گھٹنوں تک کھینچ لیتی ہے۔

ان دونو میاں بیوی کی زندگی کا یہ نہایت پُرکیف لمحہ ہے۔ باہر بارش ہے سردی ہے اور ان دونو کو عشق و محبت کی گرمی میسر ہے۔ انہیں کچھ اس قسم کا حظ حاصل ہو رہا ہے جیسے سردیوں کی صبح چائے کے عادی شخص کو چائے کا ایک گرم گرم پیالہ پی لینے سے حاصل ہوتا ہے اور پھر اگر ایک سگریٹ بھی مل جائے تو.....

بھابی - کتنی خوفناک رات ہے۔ طوفان بڑھتا ہی جا رہا ہے!

بھائی جان - درختوں کے دیو وحشتناک سیٹیاں بجا رہے ہیں۔ جیسے خوفناک گھنے جنگل میں رہزن کسی مسافر کو دیکھ کر اشارے کرتے ہیں۔

بھابی - کالے بادلوں میں بجلی کی کوند کتنی بھیانک معلوم ہوتی ہے۔ جانور بیچارے اپنے گھونسلوں میں کیا کرتے ہونگے؟ ہماری چھت کی کارنس پر جو کچھ پھڑ پھڑا رہتا ہے.....

بھائی جان - دبے رہے پروں سے نشیمن کو رات بھر..... کر کیا سکتے ہیں بیچارے؟

بھابی - ہمارا بھی ننھا سا گھونسلا ....

بھائی جان - کتنا اچھا ہے!..... جس میں ہم اور تم زندگی کے حسین لمحے کاٹ رہے ہیں، زندگی کے حسین لمحے وہی ہوتے ہیں جب باہر طوفان ہو حالات ناموافق ہوں، لیکن محبت کرنے والے دل ان سب باتوں سے بے خبر اپنی ننھی سی دنیا میں مگن ہوں ....

بھابی - اور اس لمحے چاہے نشیمن پر بجلی گر جائے ..... آہ ..... کس قدر موزوں ترین خاتمہ ہے!

(دروازہ پر دستک سنائی دیتی ہے)

بھابی - کون ہے؟

بھائی جان - بجلی —

بھابی - لیکن ایسی بجلی جو ہمارا خاتمہ نہ کر سکے گی۔

رخشندہ کی آواز - بھائی جان؟ ..... بھائی جان!

بھائی جان - کون ہے اس وقت؟ (رک کر) رخشی معلوم ہوتی ہے! لیکن یہ کیا ہوا بھی ہے - کہ رات کے تیسرے پہر .....؟....

بھابی - بے وقت کی شہنائی ! ——

بھائی جان - (ایک طویل سرد آہ بھرتے ہوئے) اس کی زندگی بھی سوتے جاگتے کا ایک نامتمام افسانہ ہے -

بھابی - (اظہار ناپسندیدگی میں) چاہے بہن ہی ہے آپ کی لیکن ایک بات میں ضرور کہونگی کہ اسے وقت کی تمیز نہیں - اس بھرے گھر میں جہاں بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی ہمیں اکیلے بیٹھنے کا موقع ہی کب ملتا ہے - میں نے آزما کر دیکھا ہے جب ہم دونوں اکیلے ہوتے ہیں تو ضرور آدھمکتی ہے -

بھائی جان - بُری عادت ہے - لیکن ....

بھابی - ہاں ..... لیکن .... آپ تو اس کا جواز تلاش کر ہی لیں گے - دنیا میں کوئی ایسی بات ہے بھی جس کا جواز نہ پیش کیا جا سکے - میرے بھی بھائی ہیں لیکن کیا مجال جو میری پاس داری کریں - ان کے نزدیک ہمیشہ وہی سچ ہوتا ہے جو بھابی جان کہتی ہیں اس لحاظ سے رخشندہ واقعیٔ رخشندہ اختر ہے —— !

بھائی جان - میں محض جواز نہیں پیدا کر رہا !

رخشندہ کی آواز (زیادہ مضطرب -) بھائی جان ! بھابی ! خدا کے لئے دروازہ کھول دیجئے -

بھائی جان - رخشندہ کی آواز میں غیر معمولی گھبراہٹ نہیں سنائی دیتی کیا ؟

بھابی - اس کی آواز گھبراہٹ سے خالی کب ہوتی ہے ؟ وہ ہمیشہ بات یوں شروع کرتی ہے جیسے کوئی حادثہ رونما ہو گیا ہے - اس کی کھوئی کھوئی نگاہوں سے ہمیشہ یہ پتہ چلتا ہے کہ اس نے ایک عظیم الشان سلطنت کھو دی ہے - ایسی سلطنت جو کبھی اس کی ملکیت نہ تھی ....

بھائی جان - فصاحت کے دفتر پھر کھول دینا - دیکھو تو سہی ماجرا کیا ہے ؟ دروازہ کھولو۔

(دروازے تک پہنچتے ہوئے، بھابی اس انداز سے پوچھتی ہیں گویا انہوں نے دستک کو پہلی بار سُن پایا ہے - رخشندہ کی آواز آپا جان کے سلوک کی وجہ سے زیادہ ہی معذرت سے پُر اور صدمہ زدہ ہو گئی ہے)

بھابی - کون ہے .... ؟ (دروازہ کھولتی ہے)

رخشندہ - میں ہوں ایک بھک منگی -

بھابی - بھک منگی ؟

رخشندہ - ہاں میں تم لوگوں سے بھیک مانگنے آئی ہوں بھابی - تم فقط میری بھابی ہی نہیں ہو - پھوپھی زاد ہونے کی وجہ سے تم میری چھوٹی بہن بھی ہو - بہت سی باتیں جو میں اماں جان سے نہیں کر سکتی - وہ میں نے تمہارے ساتھ کی ہیں - میرے کئی راز تمہارے کانوں کے گوشوارے ہیں

بھابی - کیا بات ہے آپا ؟ خدا کے لئے مجھے پہیلیاں نہ بجھواؤ - میں بھی تمہاری طرح گھبرا رہی ہوں -

رخشندہ - تم ...... تم - میری مصیبت کا اندازہ لگا سکتی ہو - بھائی جان کو دیر سے گھر آنے کی عادت ہے - بھابی جب بھائی جان نہیں آتے تو کیا تمہاری نگاہیں دروازے کی طرف دیکھتے دیکھتے پتھرا نہیں جاتیں .... ؟ کیا تمہیں ہر حرکت میں صدیوں سے ایک مانوس آہٹ نہیں سنائی دیتی ؟

بھابی - سنائی دیتی ہے آپا لیکن ....

رخشندہ - کیا تم باتیں کرتی ہوئی بہک نہیں جاتیں ؟ کیا تمہارے کردار اور گفتار میں فرق نہیں پڑتا ؟ کیا تمہیں یہ محسوس نہیں ہوتا کہ دنیا بھر میں تم ہی ایک ایسی عورت

ہو جس کا خاوند واپس نہیں آیا۔ کیا تمہارا فکر تمہاری چربی کا چراغ جلا کر راہگذاروں
شاہراہوں، اسپتالوں میں نہیں ڈھونڈا کرتا؟ کیا تمہیں یوں نہیں دکھائی دیتا
جیسے تم صدیوں سے آوارہ ہو رہی ہو اور تمہارے عزیز اپنے نرم وگرم گھونسلے
میں پڑے تمہاری مصیبت کا خیال نہیں کرتے

آہ! روح اس تجسس تا ابد میں کتنا وقار کھو دیتی ہے! وہ کتنی کم ظرف ہو
جاتی ہے۔

بھابی۔ مشکل ہی سے کوئی عورت ہو گی جو اپنے خاوند کی اس بے اعتنائی کو دیکھ کر
چُپ رہے۔ عورتیں ہمیشہ اس بات سے خفا ہوتی ہیں۔ لیکن سوچو تو سہی یہی
ایک لطیف بنیاد ہے جس پر حبیب و محبوب کی محبت کا محل کھڑا ہے۔ ہاتھ
پسارو اور تمہیں محبوب مل جائے ۔۔۔ تو روح کی مقدس آگ ہمیشہ کے لئے
خاموش ہو جاتی ہے۔

رخشندہ۔ بھابی۔ میں تمہارے ہاتھ چومتی ہوں۔ آؤ۔ مجھ سے لپٹ جاؤ۔ تمہارے اس
فقرے میں کتنی پیغمبرانہ شان ہے۔ لیکن وہ کدھر ہیں؟ اب انتظار کی وحشت
مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ مجھ سے مذاق نہ کرو۔ مجھے میرا شوہر دے دو
مجھے میرا شوہر دے دو۔

بھائی جان۔ (جو جامد ساکت سب باتیں سن رہے ہے) رخشندہ اختر!

رخشندہ۔ آپ لوگوں نے اسے کہیں چھپا رکھا ہے۔ وہ دیکھو بستر ابھرا ہوا ہے (دوڑ کر
بستر تک پہنچتی ہے) کیوں یہاں کچھ بھی نہیں؟

بھائی جان۔ رخشی۔ رخشی۔ بیوی رخشی کے کپڑے بھیگ رہے ہیں

بھابی۔ ہاں ساری شلوار گیلی ہوئی جاتی ہے۔ برآمدے میں کھڑے رہنے کی وجہ سے

چھینٹا پڑ گیا ہے۔

بھائی جان :- یہ سب اس لئے ہے کہ تم نے اپنی بحث طرازی میں دروازہ جلدی سے نہیں کھولا۔

رخشندہ - وہ پردے ہی میں رہتے ہیں - وہ پردے کی تہوں میں چھپ گئے ہوں گے (بھاگتی ہے) لیکن ان بازوؤں میں ہوا کے سوا کچھ بھی نہیں۔ وہ یہیں تھے لیکن دروازہ کھلتے ہی کہیں غائب ہو گئے ہیں - میں مگر ان پردوں کو ہمیشہ ہٹاتی رہوں گی۔ ان دروازوں کے اندر باہر ہمیشہ کے لئے گھومتی رہ جاؤں گی۔

بھائی جان - (ڈر کر) رخشی - رخشی

بھابی - میں کہتی ہوں - انہیں جھنجھوڑیئے ... اور ....

رخشندہ - راستہ کدھر ہے؟ تم لوگ کیوں بحرِ ظلمات میں غوطہ کھا رہے ہو - بتی جلاؤ -

بھابی - بتی جل رہی ہے -

بھائی جان - بتی جل رہی ہے (گھبرا کر) بتی جل رہی ہے!

رخشندہ - راستہ کدھر ہے؟ میں انہیں مدتوں سے ڈھونڈھ رہی ہوں میں ان کے طور طریقے سے واقف ہوں - ایک نظر دکھائی دے کر پھر گم ہو جانا ان کا شیوہ ہے -

بھائی جان - سلامت بھائی ابھی تک نہیں آئے - ان کو تو دیر لگانے کی عادت نہیں -

بھابی - آئیں ہائیں، اب مردوں پر حکم تھوڑے ہی لگایا جا سکتا ہے - ایسے ہی جیسے آپ کو کسی ضابطے کا پابند کیا جا سکتا ہے!

بھائی جان - مجھے پتہ ہو کہ کسی کی یہ غیر حالت ہو سکتی ہے تو میں کبھی دیر نہ لگایا کروں گا -

بھابی - اس طرح ہوتا ہے - کسی میں کم کسی میں زیادہ - تعجب ہے سلامت بھائی ہو کہاں سکتے ہیں اس وقت؟

بھائی جان۔ شہاب گنج میں ایک سیدزادہ ہے اس سے گاڑھی چھنتی ہے انکی کیا معلوم جو موسم کی خرابی کی وجہ سے وہیں ٹھہر گئے ہوں۔

بھابی - جب اپنے گھر کے آدمیوں کا پتہ ہو تو پھر کیسی صورت نہیں رکنا چاہیئے۔

بھائی جان۔ یا انہیں لائبریری میں چمڑے کی جلدوں کی بُو اچھی لگتی ہے۔

بھابی - لیکن لائبریری تو نو بجے بند ہو جاتی ہے

بھائی جان۔ اور بارش آٹھ بجے سے ہو رہی ہے لیکن سلامت اپنے کپڑوں کو کسی طرح بھی خراب کرنے والے نہیں۔

بھابی - اشرفیاں لٹیں ' کوئیلوں پر مہر! رخشندہ ایک طرف اور کپڑے دوسری طرف چھی!

بھائی جان۔ البتہ سینما کے دوسرے شو میں نہ چلے گئے ہوں۔

بھابی - لیکن کتنا غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے۔ اچھی طرح سے جانتے ہیں لاڈلی کو۔ اسے تو تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لیا ہوتا۔

رخشندہ۔ (آواز میں رقت ہے) بھائی جان۔ اللہ نے مجھے اور آپ کو ایک ہی خون سے بنایا ہے لیکن ان کے نہ آنے سے آپ کا خون کیوں بے حس رہتا ہے؟ اس میں بے تار برقی کا عمل کیوں نہیں؟ کیوں ہر بار میری ہی گردن غم واندوہ کی کند چھری سے ریتی جاتی ہے۔ آپ کیوں نہیں سامنے پڑا ہوا چھاتا لیکر نکل جاتے اور انہیں ڈھونڈ لاتے؟

بھابی - پتہ بھی ہو سلامت ہیں کہاں۔ اور پھر چھاتا بھی ٹھیک حالت میں نہیں ہے۔

رخشندہ۔ برساتی۔ بھائی جان! برساتی کیوں نہیں پہن لیتے؟

بھابی - ہونہہ! جدامجد کے وقت کی برساتی خرید رکھی ہے۔ وہ کیا چھینٹے کو روک سکتی ہے؟

بھائی جان - اور ایسے میں تو چھتا بھی بے بضاعت ثابت ہوتا ہے۔

بھابی - اچھی حالت میں بھی ہو تو اُلٹ جاتا ہے اور برساتی میں گردن کے قریب ایک بڑا سا سوراخ بھی ہے۔

رخشندہ - راستہ! راستہ! جب روح اپنے مالک کا پیچھا کرتی ہے - تو رات کس قدر اندھیری ہو جاتی ہے - دنیا کے چاروں کونوں سے طوفان اُمنڈ آتے ہیں۔ خرمن سوز بجلیاں کوندنے لگتی ہیں - کائنات کا ذرہ ذرہ مخالفت پر تل جاتا ہے - سگی بہن کواڑ بند کر لیتی ہے - بھائیوں کے چھاتے اُلٹ جاتے ہیں اور بدنصیب روح .....

بھابی - آپا معاف کیجئے - آپ کو دوسروں کے برتن میں گدلا پانی کھنگالنے کی بہت بُری عادت ہے - اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کو اپنے بھائی کی نسبت اپنا شوہر زیادہ عزیز ہے - نہ جانے شادی کے بعد بہنوں کو کیا ہو جاتا ہے؟ ماں باپ بہن بھائی سب شوھر کے مقابلے میں ہیچ دکھائی دینے لگتے ہیں۔

رخشندہ - مجھے میرے ہی خنجر سے ہلال نہ کرو بھابی - تم یہ سب باتیں ایسے کر رہی ہو بھابی جیسے تم کسی کی بہن نہیں ہو لیکن (رونے لگتی ہے) زندگی کی شمع زندگی سے ہی جلتی ہے - ڈوبتے ہوئے آدمی کو بچانے کے لئے ایک خطرہ سے باہر انسان کو اپنی جان جوکھم میں ڈالنا ہوتی ہے - اگر یہ پتہ ہو کہ دوسرا آدمی ڈوب ہی چکا ہے تو کوئی نا محرم کو بھی چھلانگ لگانے کے لئے نہ کہے - آہ بھابی! تم لوگ ایک بیقرار روح کو کتنا غلط سمجھتے ہو!

(ننھے میاں داخل ہوتے ہیں)

ننھے میاں - یہ کیا اودھم سا مچ رہا ہے ادھر؟

بھابی - وہی روزمرّہ ننھے میاں!

ننھے میاں ۔ آپا کیوں پاگلوں کی طرح چیخ رہی ہے ؟

رخشندہ ۔ میں ہی مشیخت کی ماری ہوئی ہوں ننھے میاں! ہر روز مجھے تلنے کے لئے زمانے کی کڑاہی میں نیا تیل ڈالا جاتا ہے ۔ ہر روز میرے لئے ایک المناک افسانہ کھڑا ہوتا ہے ۔

ننھے میاں ۔ آج کیا بات ہے ؟

بھائی جان ۔ بات کیا ہوگی ۔ سلامت بھائی نہیں آئے ۔

ننھے میاں ۔ تو اتنا شور مچانے کی کیا ضرورت ہے؟ پرسوں میرا امتحان ہے اور میں ایک لفظ بھی تو نہیں پڑھ سکتا ۔ بھائی جان آجائیں گے کوئی بچہ تو نہیں ہیں ۔

رخشندہ ۔ ننھے میاں ۔ کیا تم بھی اس قبیح سازش میں شریک ہو؟ کیا تم بھی اس غلیظ اسٹیج پر کھیلے جانے والے ڈرامے کے ایک ولین ہو ؟

بھائی جان ۔ (اونچی آواز میں) رخشندہ بہن اپنی زبان کو قابو میں رکھنا چاہئے ۔

ننھے میاں ۔ بھائی جان برہم ہونے کی ضرورت نہیں ۔ آپ آپا کو اچھی طرح سے جانتے ہوئے بھی نہیں جان رہے ہیں ۔ (نہایت محبت سے) آپا جان ۔ کیا چاہتی ہیں آپ ؟

رخشندہ ۔ (ہمدردی کے الفاظ سن کر پھر ٹھٹھکتی ہے) میں کیا چاہتی ہوں؟ لذت خود ہی دے کر مجھ ہی سے پوچھتے ہیں کہ میں ...... آہ!! تم سب بہن بھائی گرگ درندہ ہو

ننھے میاں ۔ لیکن آپا! ......

رخشندہ ۔ میں کسی کو انہیں تلاش کرنے کے لئے مجبور نہیں کرتی ۔ میں خود چلی جاتی ہوں لیکن تم لوگ مجھے یوں سڑکوں پر جاتے ہوئے دیکھ کر بھی تو برداشت نہیں کرتے ۔ خود جاؤ یا مجھے جانے دو ۔ ننھے میاں تم میرے چھوٹے بھائی ہو کیا تم پر بھی میں

کوئی حق نہیں رکھتی؟ تمہیں روکنے والی تو یہاں کوئی نہیں ہے۔

بھابی۔ دیکھو آپا! ......

ننھے میاں۔ بھابی! آپ پھر بولنے لگیں۔ آپ معاملے کی نزاکت کو نہیں سمجھ سکتیں۔ لایئے کدھر ہے چھاتا اور برساتی؟

بھائی جان۔ (ندامت سے، باہر جانے سے تو میں نہیں گھبراتا البتہ مجھے .....

بھابی۔ چھاتا اور برساتی وہ دونو سامنے کپڑوں والی الماری میں پڑے ہیں۔

(ننھے میاں جاتے ہیں)

رخشندہ۔ (پھر خلامیں دیکھتے ہوئے) کارواں! کارواں جا رہا ہے۔ مجھے اپنے کانوں میں گھنٹیوں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ کارواں چلا گیا اور میں ریگِ صحرا پھانک رہی ہوں۔

بھابی۔ (حیران ہوکر) آپا کو کشف ہو رہا ہے!

بھائی جان۔ (حیران ہوکر) کشف ہو رہا ہے؟

بھابی۔ آپ دیکھتے نہیں ان کی نگاہیں کس طرح ایک نقطے پر جمی ہوئی ہیں ...... وہ اس دیوار کے پار اس طرح دیکھ رہی ہیں۔ جیسے وہ شیشے میں سے جھانک رہی ہوں

(وحشت زدہ ہوکر) ان کی نظریں دلِ وجود کو چیر رہی ہیں

بھائی جان۔ بیوی ...... رخشی کو کیا ہو گیا ہے؟ خدارا اس کے کپڑے بدل ڈالو! ورنہ یہ سردی میں مر جائے گی۔ دیکھو اس کے ہونٹ نیلے ہو رہے ہیں۔

رخشندہ۔ کپڑے! (ہنس کر) میں نے پہلے ہی اپنے جسم کو نم زمینوں کے کپڑوں سے آلودہ کر رکھا ہے (نفرت سے) تم لوگوں نے پہلے ہی مجھے جو جسم دے رکھا ہے وہ ایک چیتھڑے سے زیادہ نہیں وہ سال میں بارہ مہینے نزلہ اور سر درد میں مبتلا رہتا ہے (کشف) میں محض ایک جسم سے کچھ زیادہ ہوں! لیکن میں کون تھی؟ کہاں تھی؟

اور کدھر چلی آئی ؟ (دیوانہ وار ناچتے ہوئے)

"جب سے ہوں میں نیستاں سے بیوطن"

(ناچنے لگتی ہے)

بھائی جان - بیوی! مجھ سے یہ نہیں سہا جاتا - تم زبردستی رخشندہ کے کپڑے بدل ڈالو۔ میں اماں جان کو اطلاع دیتا ہوں۔

بھابی - میرے ہاتھ پاؤں بھی پھولنے لگے ہیں، آپ آپا کے چہرے کا جلال نہیں دیکھ رہے؟ اُوہ! ...... میری آنکھیں تو خیرہ ہوئی جاتی ہیں۔

رخشندہ - یہ روح کا ناچ ہے! روح کا ناچ! روح جب اپنے ازلی خاوند اپنے اصل سے جدا ہوتی ہے۔ تو پھر اس کے وصال کے لئے بھٹکتی پھرتی ہے!

(گاتی ہے)

جب[1] سے ہوں میں نیستاں سے بیوطن

ہیں میرے شیون سے نالاں مرد و زن

بھائی جان - (ڈر کر) رخشندہ مجسم رخشندہ ہوئی جا رہی ہے۔

بھابی - (متانت سے) آپ سلامت بھائی کو ڈھونڈنے چلے جائیے - چلے جائیے!

بھائی جان - اب چھاتا بھی نہیں اور نہ برساتی۔

بھابی - پروا نہ کیجئے! مجھے یوں معلوم ہوتا ہے، جیسے آپ بھی باہر سے واپس نہیں آئے۔ اگر سلامت بھائی آ گئے تو میں سمجھوں گی آپ بھی آ گئے۔

بھائی جان - میں چلتا ہوں، لیکن رخشندہ آناً فاناً چپ ہو گئی ہے، کیوں؟ آخر کیوں؟

بھابی - جیسے صدف نے گوہر کو لے کر اپنا منہ بند کر لیا ہے۔ میں کپڑے بدلتی ہوں آپ اماں جان کو خبر کر دیجئے جائیے!

[1] کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند (از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند) (مولانا رومؔ مثنوی)

رخشندہ - میں کپڑے نہیں بدلنے دوں گی (ننھے میاں داخل ہوتے ہیں - طوفان کی آواز آتی ہے)

ننھے میاں - (رانپتے ہوئے اغصے کے اظہار میں) میں سر سے پاؤں تک بھیگ آیا ہوں -
میں کہتا ہوں یہ کیا بیہودگی ہے ؟

بھائی جان - بیہودگی کیا ؟

بھابی - سلامت بھائی نہیں ملے ؟

ننھے میاں - میں چوک سے پرے نہیں گیا کہ چھاتا الٹ گیا - برساتی پر قناعت کی لیکن اس
میں بھی کپڑے بھیگ گئے - آپ باہر طوفان نہیں دیکھتے ؟ (غصے میں) یہ آپا
رخشندہ کی سراسر زیادتی ہے اب میں خواہ نمونیہ میں مبتلا ہو جاؤں

بھابی - ننھے میاں تمہارا بال بھی بیکا نہیں ہونے کا

ننھے میاں - لیکن یہ کتنی بدتمیزی ہے - ذاتی طور پر میں تو زندگی بھر ایسی لڑکی سے شادی
نہ کروں - جو اپنے شوہر کو اتنی بھی آزادی نہ دے سکے کہ وہ ایسے میں باہر
ٹھہر جائے -

بھائی جان - خطرہ حادثہ کا ہے چھوٹے میاں -

بھابی - ہاں حادثے کا ہی ہے ورنہ !

ننھے میاں - اگر سلامت بھائی کا بال بھی بیکا ہو تو آپ مجھ سے بھر لیں

رخشندہ - (آناً فاناً) ہیں میرے شیون سے نالاں مرد و زن
(ناچتے ہوئے) مرد و زن ! مرد و زن !! مرد و زن !!!

ننھے میاں - آپا کو کیا ہو گیا ہے - اماں کو بلاؤ - فوراً - اماں جان کو -

بھائی جان - بیگم تم کپڑے بدل دو - ہم دو نو جاتے ہیں - (جاتے ہیں)

بھابی - آپا - آپا مجھے بخش دو - میں نہیں جانتی تھی کہ تو مجسم روح ہے - روح ! ہم سب جسم

ہیں جسم ہم اس جسم سے کبھی اوپر نہیں اُٹھتے۔

رخشندہ۔ بھابی .... وہ آ رہے ہیں .... وہ آ رہے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے دلی راستہ میں بیٹھے ہیں اور میں بھاگی جا رہی ہوں ....

بھابی۔ آپا .... آپا .... اپنے مبارک قدموں پر مجھے اپنی گناہ آلود جبین رگڑنے دو۔ میں نہیں جانتی تھی کہ تو ——

(آپا جان، دولھا بھائی، بھائی جان اور اماں جان اور گھر کے بہت سے آدمی بھاگے ہوئے آ رہے ہیں۔ سب کے سب سخت گھبرائے ہوئے ہیں)

اماں جان۔ رخشی! رخشی بیٹا! (چیخ مار کر) ہائے!

آپا جان۔ رخشی! رخشی!!

دولھا بھائی۔ رخشندہ۔ ہیں سچ مچ؟

آپا جان۔ اماں۔ رخشی کو مار ڈالنے کی میں ذمہ دار ہوں۔ اس کا خون میری گردن پہ ہے۔ لیکن میں کیا جانتی تھی مشیت کی ماری ....

اماں جان۔ رخشی بیٹی! ہائے بیٹی!! ایک دفعہ تو آنکھیں کھول کر دیکھ لے! (روتی ہے)

بھائی جان۔ (روتے ہوئے) رخشی!

ننھے میاں۔ (بلند آواز میں) آپا۔

اماں جان۔ بیٹی —— بیٹی!!

رخشندہ۔ (نہایت کمزور آواز میں) اماں!

بھابی۔ اماں جان، آپ کی بیٹی کوئی ولی اللہ ہے۔ اس کے چہرے کا جلال نہیں دیکھتیں آپ؟

دولھا بھائی ۔ تم عورتیں کتنی ضعیف الاعتقاد ہو ۔ اسے سردی لگ گئی ہے اور بس ۔

آپا جان ۔ کمبل اوپر کر دو ۔ ہائے میں نصیبوں جلی!

بھائی جان ۔ (نوکر کو آواز دیتے ہوئے) کرامت ۔ ابے کرامت ۔ وہ انگیٹھی سرکانا

اماں جان ۔ دودھ کا ایک گھونٹ ہے کہیں ......

بھابی ۔ ہاں اماں جان ۔ میں رات چولھے میں ایک گلاس رکھ آئی تھی ۔ دودھ لادو ننھے میاں ۔ (ننھے میاں جاتے ہیں)

اماں جان ۔ رخشی کیوں کیا ہوا میرے بیٹے کو؟

رخشندہ ۔ (ویسے ہی نحیف آواز میں) اماں مجھے میرے کمرے میں لے چلو

اماں جان (ڈر کی جگہ غصہ لے لیتا ہے) آج آئے سلامت ۔ میں اس کی وہ خبر لوں گی کہ یاد کرے گا ۔ میں نے آج تک اپنے کسی داماد کو کچھ نہیں کہا تھا ۔ لیکن آج میں نے اس کے بال نہ نوچ ڈالے تو ......

بھائی جان ۔ واقعی یہ کیا بدتمیزی ہے کہ ......؟

دولھا بھائی ۔ ارے رہنے دو یار ۔ اُس بچارے کو کیا معلوم کہ رخشندہ اتنی پاگل ہے؟

آپا جان ۔ لیکن ایسا بھی کیا؟ آپ اپنے رات کے سیر سپاٹوں کا جواز پیدا کر رہے ہیں تو علیحدہ بات ہے ۔

بھائی جان ۔ مانا باہر ٹھہر گئے ۔ لیکن اطلاع تو ہو

بھابی ۔ باہر ٹھہر ہی کیوں گئے بھلا؟

ننھے میاں ۔ اماں جان ۔ یہ لیجئے گرم گرم دودھ حلق میں ٹپکا دیجئے ۔ اس چمچے سے ۔

اماں جان ۔ رخشی بیٹا!

رخشندہ ۔ اماں جان اس تھوڑے سے عرصے میں میں سب حقیقتوں سے واقف ہو چکی

ہوں۔ سب حجاب اُٹھ چکے ہیں۔

بھابی - روح کو جسم کو بیماری سہنا ہی پڑتی ہے۔

رخشندہ - میں کسی پر الزام نہیں دھرتی بھابی - یہ اپنے ہی لینے دینے کے سمبندھ ہوتے ہیں پھر بیمار روح بھی تو جسم کا حلیہ بگاڑ دیتی ہے - اماں! وُہ آئیں ہیں یا نہیں؟

اماں جان - اللہ جانے کہاں عاقبت کے بورئیے بٹور رہا ہے۔

رخشندہ - تو مجھے طفل تسلیوں پہ جینے دو اماں۔ تم میری شادی کا ذکر کرو۔ میری شادی کا۔

اماں جان - شادی کا؟

رخشندہ - تم لوگ میرے ارد گرد مت کھڑے ہو جاؤ —— ہاں اماں جان! شادی کا!

آپا جان - رخشی ......

بھائی جان - رخشی!

ننھے میاں - آپا! (سسکیاں لیتا ہے)

اماں جان - ابھی کل کی ہی تو بات ہے تمہاری شادی۔ تمہارے ابا نے شادی ٹھہرائی (ایک معنی خیز وقفہ جس میں اماں جان کے ضبط کا احساس ہوتا ہے) منگنی کی۔ سامان درست کیا اور اپنی بیٹی کو مانجھے بٹھایا

رخشندہ - پھر کیا ہوا۔ اماں؟ مجھے وہ دن یاد آ رہے ہیں! اور جی میں ایک حظ سا محسوس ہو رہا ہے۔ کیوں اماں ——

اماں جان - کچھ دن کے بعد ساچق آئی چڑھاوا چڑھا۔ پھر تمہارے گورے گورے خوبصورت ہاتھ مہندی میں رنگے گئے۔ دیکھو میری دُلہن کے ناخنوں میں اب تک مہندی کا رنگ ہے!

رخشندہ - کہاں ....؟ (جیسے اپنے ناخن دیکھ رہی ہے) میری انگلیوں کی پوریں تو زرد

ہیں بالکل زرد!

اماں جان۔ چل ہٹ ——— پگلی ہوئی جاتی ہے کیا؟

آپا جان۔ (سسکیاں لیتے ہوئے)۔ رخشی۔ ہائے!

اماں جان۔ اری تو کیوں رونے لگی؟ یہ بڑا دلاسا دینے آئی تھی۔

آپا جان۔ میں آپ کی مجرم ہوں ——— اماں!

اماں جان۔ بڑی کو پرے جاؤ۔ بٹیا (رخشی سے) رخشی بیٹا!

رخشندہ۔ پھر کیا ہوا؟

اماں جان۔ پھر برات آئی۔ دروازے پر دھاچوکڑی مچی۔ سمدھنیں نئے جوڑے پہنے ہوئے اتریں۔ ادھر گالیوں کی بارش ہوئی ادھر ڈومنیوں نے گا گا کر ناچا اور ناچ ناچ کر گایا

بھابی۔ (روتے ہوئے) اماں مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا!

ننھے میاں (روتے ہوئے) کیا ہو گیا ہے آپا کو۔ اماں؟

اماں جان۔ خاموش! (آواز میں رقت ہے) پھر تمہارا نکاح پڑھا گیا گوری گوری ناک میں سبک سی ہیرے کی کیل۔ ہاتھ میں کڑے۔ پاؤں میں چھڑے۔ چھم چھم کرتی ہوئی چلیں تم۔

رخشندہ۔ اماں کتنا اچھا دن تھا!

بھائی جان اوہ اماں جان میرا دل بیٹھا جا رہا ہے!

رخشندہ۔ اماں تمہارا بھی بیاہ ہوا تھا اسی طرح؟

اماں جان۔ (معنی خیز خاموشی) ——— (ہچکی)

رخشندہ۔ اماں جان بولتیں نہیں؟ منہ سے دوپٹہ اٹھا دو ناکہ میں تمہارا منہ اچھی طرح

سے دیکھ سکوں۔

اماں جان۔ (رو کر) ہاں بیٹی۔ اسی طرح ہوا تھا۔ اسی طرح

درخشندہ۔ لیکن اب؟

اماں جان۔ اب کیا؟ (اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہوئے) اب کچھ بھی نہیں (گھبرا کر اور اپنے فقرے کے معنی سمجھتے ہوئے) اب سب کچھ ہے (محبت سے) بیٹا یہ دیکھو اب میرے ہاتھوں کا حنائی رنگ تمہارے ہاتھوں پر نظر آ رہا ہے!

رخشندہ۔ اماں تم کتنی فراخ دل ہو۔ میں تو کبھی اپنا رنگ کسی کو نہ دوں۔

اماں جان۔ (رو کر) دراصل کوئی عورت اتنی فراخ دل نہیں ہوتی۔ لیکن اچھا۔ اب تم سو جاؤ۔ آرام تمہارے حق میں مفید ثابت ہوگا۔

رخشندہ۔ اماں جان میں سمجھتی ہوں۔ میں سب کچھ سمجھتی ہوں۔ مجھے میرے کمرے میں چھوڑ آؤ میں آرام سے سو جاؤں گی...... میں ناحق تم لوگوں کی پریشانی کا باعث ہو رہی ہوں۔ لیکن میں کیا کروں۔

(سب چلے جاتے ہیں)...... (وقفہ)

اماں جان لو یہیں بستر پر لیٹ جاؤ۔ (سامنے بستر پر لٹا دیتی ہیں۔ ایک طرف سے "آپ" داخل ہوتے ہیں —— آپ نیم غنودگی کی حالت میں ہیں)

آپ :۔ کوئی ہے؟ پیاس لگ رہی ہے

اماں جان۔ ارے سلامت!

دولھا بھائی۔ سلامت!

آپا۔ سلامت بھائی۔

بھائی جان۔ بھائی جان آپ یہیں تھے؟

(سب بھونچکا رہ جاتے ہیں)

رخشندہ (اٹھتے ہوئے) آپ؟...... آپ؟...... آپ کہاں تھے؟ (پھوٹ پڑتی ہے) کہاں تھے آپ؟

آپ - میں یہیں تھا۔ کیوں؟ کیا ہوا؟ کیا بات ہے؟ تم سب لوگ پریشان کیوں نظر آتے ہو؟ رخشندہ کیوں موت کی طرح زرد نظر آ رہی ہے؟

رخشندہ - آپ یہاں نہیں تھے۔ آپ یہاں نہیں تھے۔

آپ - میں اور کہاں تھا۔ رخشندہ؟ اتنے طوفان میں میں باہر کیسے جا سکتا ہوں؟

رخشندہ - آپ کدھر چلے گئے تھے؟

آپ - میں تم سے ایک ہاتھ کی دوری پر تھا۔ اے مضطرب روح۔ میں ہمیشہ ایک ہاتھ کی دوری پر رہتا ہوں۔ لیکن تم مجھے پانے کے لئے اپنا ہاتھ نہیں پھیلاتیں

رخشندہ - یہ کیسے ممکن ہے۔ (حیران ہو کر) ایک ہاتھ کی دوری پر فقط ایک ہاتھ

آپ - میں ہمیشہ تم سے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ہوتا ہوں رخشی -

رخشندہ - آپ ...... آپ نہیں ہیں۔ نہیں ہیں۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں انہیں ڈھونڈھنے جاؤں گی۔ انہیں ڈھونڈھنے جاؤں گی -

(چھڑا کر چلی جاتی ہے۔ دروازہ کھلتا ہے اور بھگدڑ سی مچ جاتی ہے گھر کے سب مرد رخشندہ کے پیچھے دوڑتے ہیں)

اماں جان - میری بیٹی!

دولہا بھائی - (بھاگتے ہوئے) رخشندہ! رخشندہ!!

بھائی جان - (بھاگتے ہوئے) رخشندہ!

ننھے میاں - (روتے ہوئے) آپا!

بھابی ۔ (آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے) اوہ ! میں تاب نہیں لا سکتی ۔

آپا جان ۔ (بستر پر گرتے ہوئے) میرا گناہ ہے ۔ سب میرا گناہ ۔

(دروازہ کھلنے پر طوفان کی ہیبت ناک آوازیں آتی ہیں جن میں ان لوگوں کا شور شامل ہو جاتا ہے ۔ کچھ دیر بعد ایک چکا چوند پیدا کرنے والی روشنی نظر آتی ہے جس کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے ———)

(پردہ)

پاؤں کی موج

ہردے ناتھ تیواڑی ، مصنف

وسنتی ، ہردے ناتھ کی بیوی

پروفیسر مسز گپتا ، مقامی گرلز کالج کی پروفیسر اور تیواڑی کی مداح

مدن ، ہردے ناتھ کا دوست

منظر

ہردے ناتھ تیواڑی کا رہائشی کمرہ جس کا ایک دروازہ، مطالعہ اور دوسرا رسوئی میں کھلتا ہے۔ رہائشی کمرے میں ایک بڑا سا کوچ پڑا ہے جس کے دائیں یا بائیں طرف ایک نفیس سنگار میز رکھا ہے۔ سنگار میز پر شیشے کے قریب کریم، ایشنزآف روز، ہیر کریم کی نیلی شیشی کیوٹکس نیل پالش، اور دوسرا آرائش کا سامان پڑا ہے۔ اس بات کا خیال رہے کہ سینٹ، پاؤڈر اور کنگھی آرائش کے سامان میں نہ رکھی جائے بلکہ ان میں سے ہر ایک چیز ضرورت کے مطابق میز کی دراز میں سے نکالی جائے...... قریب ہی ایک کھونٹی پر دو میلی سی دھوتیاں اور ایک نفیس ساڑھی ٹنگی ہوئی ہے۔

صوفے کے قریب، ایک ہشت پہلو میز پر چند کتابیں عمداً بے ترتیبی سے بکھیر رکھی ہیں — تیواڑی مطالعے کا ماحول پیدا کرتے ہوئے پڑھتا ہے۔ پردہ اٹھنے پر مدن ایک کتاب لئے کوچ میں دھنسا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے قریب ہی تیواڑی صاحب ایک گیت گنگنا رہے ہیں۔ آج انہوں نے ایک قابل تحسین ناٹک لکھا ہے جس کا گانا دگانا کوئی ہو جانے۔ لیکن ذرا مزاحیہ از قسم — (ہم تو ڈرتے ہیں کپڑے بدلتے ہوئے — ہو جائے تو بہتر ہے) آہستہ آہستہ مدھم ہوتا ہوا اسیٹیوں میں تبدیل ہو جاتا ہے اور پھر مدن

اور تیواڑی کے پاؤں کی تھاپ گانے کی سُر تال پر اُترتی ہوئی یکلخت سم پر آجاتی ہے۔

تیواڑی۔ آج سچ مچ زندگی کتنی دلچسپ معلوم ہوتی ہے!

مدن - ایک کامیاب ناٹک لکھ لینے کے بعد ہاں زندگی میٹھی کیوں نہ معلوم ہو بھابی۔

تیواڑی۔ سچی بات ہے مدن، مجھے اپنے ہاں ننھے بھاشی کے پیدا ہونے پر اتنی خوشی نہ ہوئی تھی جتنی آج ہو رہی ہے۔

مدن - (تیواڑی کے قریب جاکر) بتاؤ تو بھلا کیا لکھا ہے؟

تیواڑی - نام بہت سندر ہے ناٹک کا ـــــ۔ عورت کی نہ!

مدن - ایک عورت کی نہ؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟ ـــ ویسے نام تو بہت اچھا ہے!

تیواڑی - مطلب یہ ہے کہ ایک عورت کی نہ ـــ ہاں کے برابر ہوتی ہے۔

مدن - (ہنستا ہے) لیکن ہمیشہ ایسے نہیں ہوتا ـــــ

تیواڑی - عام طور پر ہوتا ہے۔ تمہیں بائرن کا وہ مصرعہ یاد ہے؟ ـــــ

And whispering "I shall never Consent—Consented"

کہتی تھی نہ مانوں گی مگر مان گئی ـــ ناٹک میں دایہ کا کردار بہت اچھا رہا ہے دراصل میں اپنی تحریر میں بہت گہری طنز لانی چاہتا ہوں (خطیبانہ انداز میں) میں انسان کو دیوتا کی صورت میں نہیں دیکھتا۔ اس کی سرشت میں بسی ہوئی بربریت اور وحشی پن کو دیکھتا ہوں اور عورت کو سر سے پاؤں تک ایک فریب کار ہستی ـــ ایک الوژن ـــ مایا ـــ بس مایا ـــ!

(رازدارانہ لہجے میں) اور ایک بات کہوں تم سے؟ "ایک عورت کی نہ" میں نے مسٹر گپتا سے متاثر ہو کر لکھا ہے۔

مدن - (منہ کھلے کا کھلا رہ جاتا ہے اور آنکھیں پھیل جاتی ہیں) مسز گپتا؟ مسز گپتا پہ؟ وہ تو
بڑی مداح ہے تمہاری - اس بیچاری کو خواہ مخواہ کیوں اپنی طنز کا نشانہ بناتے ہو؟
..... اور اگر اسے پتہ چل گیا تو تمہارے خلاف ہو جائے گی اور پھر تمہارے ڈرامے
اور تمہاری کہانیاں بھی رتن اور پربھاکر کے امتحانوں میں شامل ہونے سے رہیں
جانتے ہو کتنا مالی نقصان ہوگا تمہارا؟

تیواڑی - بلا سے - پہلے کون سے سکائی سکریپر بنا لئے ہیں جو ڈھے جائینگے - بیسویں
صدی کی ہر تعلیم یافتہ عورت کی طرح مسز گپتا بھی تو بچوں کے نام سے کوسوں
دور بھاگتی ہے - میں سوچتا ہوں آخر اس دنیا کا ہوگا کیا؟
(رسوئی میں وسنتی ایک طرف سے دوسری طرف جاتی ہوئی دکھائی
دیتی ہے - اس نے ایک نفیس ساڑھی پہن رکھی ہے)

مدن - (آہستہ سے) کون ہے؟

تیواڑی - نہ جانے کون؟ کوئی دوسری مرتبہ ادھر سے اُدھر گذرا ہے - میرے خیال میں تو
وسنتی ہے - نہیں تو دایا ہوگی -

مدن - ہاں ہاں یہ شاید بھابی ہی ہیں - بڑی مشغول دکھائی دیتی ہیں آج -

تیواڑی - اوہ! اب میں سمجھا - وہ اندر آنا چاہتی ہے - اس کمرے میں ..... اکیلے بیٹھے
بیٹھے اکتا گئی ہوگی بیچاری! سچ پوچھو تو وہ تمہارے لطیفے بہت پسند کرتی ہے

مدن - تمہارے چلے جانے کے بعد تمہاری گپوں اور تمہارے فقروں کو بڑے
چٹخارے لے کر دہراتی ہے - تمہاری تعریف کے پُل باندھا کرتی ہے -
کہتی ہے جو عورت اس آدمی سے وابستہ ہوگی وہ بہت سکھی رہے گی - اور یہ
وسنتی پر ہی موقوف نہیں ہر ایک عورت دوسرے مرد کی باتوں کو پسند کرتی ہے!

مدن۔ (قہقہہ لگاتے ہوئے) تعجب ہے تیواڑی، تم بھابی کے متعلق بھی ایسا کہنے سے نہیں چوکتے۔ بہت بڑھ گئے تم اور کتنے ظالم ہو۔ ابھی ابھی تم نے خود ہی کہا تھا کہ انسان میں بربریت اور وحشی پن بہت ہوتا ہے۔ سو ٹھیک کہا تھا تم نے۔

تیواڑی۔ (بدستور سنجیدہ آواز میں) لیکن عورت کو بھی تو فریب کار کہا تھا۔

مدن۔ (ہنستے ہوئے) وہ بھی بہت حد تک درست ہوگا۔ لیکن مرد کے لئے بھی تو دوسری عورت کی آواز نغمہ سے کم نہیں ہوتی۔

تیواڑی۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں۔ وسنتی بھی عام انسان کی کمزوریوں سے مستثنٰے نہیں۔ گو میں اس بات کا اعتراف ضرور کرتا ہوں کہ اکثر عورتوں کا اپنی نئی ساڑھی دکھلانے، نئی سینڈل کی نمائش کرنے اور چند تحسین کی نگاہیں حاصل کرنے کے سوا اور کچھ مطلب نہیں ہوتا ــــــ

(وسنتی پھر دروازے کے قریب آتی ہوئی دکھائی دیتی ہے)

لو اب وہ آیا ہی چاہتی ہے۔ وہ تمہارے قریب آ بیٹھے گی۔ تم خواہ کسی ڈھب کی باتیں کرو۔ وہ دلچسپی ظاہر کرے گی۔ تم خواہ کسی زبان میں گفتگو کرو وہ ایسا ظاہر کرے گی گویا سب کچھ سمجھ رہی ہے۔ اور وقتاً فوقتاً ایک آدھ قہقہہ بھی لگائے گی۔

(وسنتی بالآخر چلی ہی آتی ہے اور اندر آتے ہوئے نہایت شیریں لہجہ میں تیواڑی سے خطاب کرتی ہے)

وسنتی۔ دیکھئے نا آپ کا بٹوا چارپائی کے نیچے گر پڑا تھا، لیجیے سنبھالئے۔ پھر خواہ مخواہ ہندوستانی بیویوں کو کوستے پھریں گے کہ وہ ہمیشہ خاوندوں کی جیبوں کی تلاشی لیتی ہیں اور انہیں شوہر کی ایمانداری سے دی ہوئی رقم پر قناعت نہیں ہے۔

(کچھ دیر بعد ــــــ یوں ظاہر کرتے ہوئے جیسے انہوں نے سچ مچ

مدن کو ابھی دیکھا ہے)

او! آپ ہیں مدن جی ؟ نمستے! اچھا کیجئے گا۔ میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں۔ کب سے آئے ہیں آپ ؟

مدن۔ نمستے بھابی۔ ابھی آرہا ہوں ہیں تو ——— کہئے کیا حال ہے تنھے بھاشی کا ؟ اور آپ کی چھوٹی بہن کا ؟ بیمار تھیں نا اُس دن جب ہم سب اُن کے ہاں مزاج پرسی کے لئے گئے تھے۔

وسنتی۔ جی اب تو اچھی ہے۔ آپ کی بہت مہربانی ......

تیواڑی۔ وسنتی! آگے آجاؤ نا۔ بیٹھو، لو کرسی ...... مدن جی سے کاہے کی شرم جو اپنے ہی بھائی تو ہیں۔ (کرسی بڑھاتے ہوئے) لو بیٹھو ......بیٹھو۔

مدن۔ جی ہاں بیٹھئے۔ بیٹھئے نا ....

وسنتی۔ (معذرت چاہتی ہوئی) نہیں چلتی ہوں ——— بہت سے کام کرنے ہیں۔ دھوبی آنے والا ہے کپڑوں کے لئے، پانی اُبل رہا ہے۔ آپ ایک آدھ پیالی چائے کی تو ضرور ———

مدن۔ جی نہیں۔ جی نہیں ......

وسنتی۔ اور ننھا گلی میں کھیل رہا ہے۔ ڈرتی ہوں کسی گندے حوض میں نہ گر جائے۔ ہمارے پڑوسیوں نے گندے حوض کے لئے ڈھکنا بھی تو نہیں بنوا رکھا اور گھر کے سامنے کیچڑ ہی کیچڑ پڑی رہتی ہے۔

(پھر) لیکن خیر، بیٹھ جاتی ہوں کچھ دیر کے لئے ———

(کرسی سرکا کر بیٹھ جاتی ہے)

مدن۔ (جوش سے) تیواڑی جی آپ اپنے پڑوسیوں کو نوٹس کیوں نہیں دیتے بھلا ؟ خدا

نہ کرے اگر بھاشی کھیلتا کھیلتا حوض میں گر جائے تو؟

وسنتی - یہ بھلا گھر کے کام کاج کیوں کرنے لگے؟ ہر کوئی آپ ایسا تھوڑا ہی ہے۔ ان کی بلا سے کوئی حوض میں گر کر مر جائے یا آگ میں جل کر بھسم ہو جائے۔ کچھ دنوں سے دایا کو بخار آ رہا ہے۔ میں کتنے ہی دنوں سے چلا رہی ہوں کوئی نوکر لاؤ۔ کوئی نوکر لاؤ، لیکن آپ کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

تیواڑی - اوہو وسنتی —— تمہارے گلے تو اب حد سے گذر گئے۔ اب تو کچھ کئے بنا چارہ نہیں ہوگا۔ اچھا شریمتی جی آپ مجھے صرف آج کی مہلت دے دیں——
ہاں مدن کوئی لطیفہ ہو جائے - مزیدار۔

مدن - انگریزی لطیفے یاد ہیں مجھے تو، ان سے بھلا وسنتی کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟

تیواڑی - پھر وہی بات سمجھتے نہیں ہو۔ میں کہتا ہوں خواہ تم انگریزی میں سناؤ خواہ فرانسیسی میں ——

وسنتی - جی ہاں، مدن جی آپ کچھ سنائیں۔ میرے سامنے جب بھی کوئی بدیشی بھاشا بولتا ہے تو مجھے بہت ہی لطف آتا ہے (مصنوعی ہنسی ہنستے ہوئے) عجیب عجیب شکلیں بنتی ہیں۔ اور انہیں دیکھ دیکھ کر مارے ہنسی کے میرے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ میرے بھائی ....

تیواڑی - دیکھو وسنتی مدن کی باتیں سن لو۔ بہت دلچسپ ہوتی ہیں ان کی باتیں ——
(تینوں مل کر ہنستے ہیں) بات پیچھے ہو رہی ہے۔ اور تمہارے میکے والے پہلے آ دھمکے۔ یہ تم عورتوں کی بہت بری عادت ہے ——

وسنتی - (خفا ہو کر) میری باتیں تو آپ کو اچھی نہیں لگتیں —— یہاں مسز گپتا ہے —— تو ......

تیواڑی ۔ مسز گپتا معقول عورت ہے ۔ وہ ہر موضوع پر آسانی سے بات چیت کر سکتی ہے ۔ عام اُجڈ عورتوں کی طرح ہر وقت میکہ ——— میکہ ۔۔۔۔۔۔۔

مدن ۔ ارے بھائی جانے بھی دو ——— تیواڑی ———

(دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز)

تیواڑی ۔ کون ہے ؟ ٹھہرو میں جاتا ہوں دیکھنے کے لئے ۔

(بائیں طرف جاتا ہے)

آواز ۔ مدن جی یہیں ہیں کیا ؟

تیواڑی کی آواز ۔ یہیں ہیں بھائی ۔۔۔۔۔ کوئی ضروری کام ہے کیا ؟

آواز ۔ جی ہاں، بہت ضروری کام ہے گھر پہ ۔ مجھے ماتا جی نے بھیجا ہے

(واپس آتا ہے ۔ مدن واپس جانے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے)

وسنتی ۔ ایسا بھی کیا ضروری کام ہے مدن جی ؟

مدن ۔ نہیں بھابی، بس میں چلتا ہوں ۔ ماتا جی کی طبیعت کچھ اچھی نہیں ۔ میں انہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا ۔

وسنتی ۔ کیوں نہیں بسا لیتے اپنا گھر ۔ دروازہ کھلا رہے گا اور ماتا جی کی خبر گیری بھی ہو جائے گی ———

مدن ۔ (ایک سرد آہ بھر کر) اب بسانا ہی پڑے گا اپنا گھر !

تیواڑی ۔ (آتے ہوئے) بس پھر چلے تم مدن ؟

مدن ۔ جی ہاں، بھابی معاف کیجئے گا میں آپ کو لطیفے پھر کبھی سنا دوں گا ۔

وسنتی ۔ کوئی بات نہیں میں خود چلتی ہوں ۔ بھاشی کہیں حوض میں نہ گر جائے ۔ چاول چولہے پر رکھے ہیں کہیں گل نہ جائیں ۔

مدن - (جاتے ہوئے) یہ آپ کی ساڑھی تو بہت نفیس ہے - اس رنگ پر سنہرا باڈر بہت اچھا دکھائی دیتا ہے - علی بھائی سے خرید کی ہوگی، ہے نا؛ میں بھی اپنی بیوی کو خرید دوں گا، ایسی ہی ساڑھی -

وسنتی - دام بھی تو بہت نفیس ہیں - اسّی روپے - محلّے کی ہر عورت نے پسند کی ہے -

تیواڑی - اور محلّے کے مردوں نے بھی پسند کی ہے -

(سب ہنستے ہیں —— مدن چلا جاتا ہے)

وسنتی - میں وہ گھر کے کام کاج والی دھوتی پہن لوں -

(اندر جاکر میلی کچیلی دھوتی باندھ لیتی ہے - اس اثنا میں تیواڑی گنگناتا اور کتابوں کو الٹتا پلٹتا رہتا ہے - میلی دھوتی پہن کر وسنتی پھر اُسی کمرے میں آجاتی ہے)

تیواڑی - تم نے ساڑھی تو خوب پہنی -

وسنتی - شکر ہے ایشور کا .... آپ کو بھی کچھ پسند آیا ——

تیواڑی - گویا میری ہی پسند کا تو خیال رہتا ہے نہیں ...... میرے لئے ہی پہنی تھی تم نے ساڑھی تبھی تو مدن کے جانے کے بعد فوراً اتار کر بھی پھینک دی اور باندھ لی یہ میلی کچیلی دھوتی —— جیسے تیلن بھی نہ باندھے کوئی ——

وسنتی - اور کیا کرتی —— ؛ کام کاج میں بھی ساڑھی ہی پہنے رہتی —— نوکر لا دیجئے تو میں اب بھی پہن لیتی ہوں وہی ساڑھی -

تیواڑی - اور تم نے بہانہ بھی تو خوب بنایا ——

وسنتی - بہانہ کس بات کا ؟

تیواڑی - اندر آنے کا، بٹوے کا بہانہ ....

وسنتی - میں یہاں آنا ہی کب چاہتی تھی ؟

تیواڑی - اور آ بھی گئیں !

وسنتی - میں یہاں بیٹھنا کب چاہتی تھی ؟

تیواڑی - اور بیٹھ بھی گئیں —— !

وسنتی - میں کہتی ہوں آپ بڑے خراب آدمی ہیں ۔

تیواڑی - جی ہاں - ہُوں تو خراب ہی !

وسنتی - (بگڑ کر) اچھا یوں ہی سہی - مان لیجئے میں خود آنا چاہتی تھی ۔

تیواڑی - تو جھوٹے وٹوٹے کا بہانہ تراشے بغیر بھی تو آسکتی تھیں ۔ صاف طور پر کہہ دیتیں بھئی مجھے تمہاری باتوں سے بہت ہی دلچسپی ہے

وسنتی - کس کی باتوں سے دلچسپی ہے مجھے ؟

تیواڑی - مدن کی باتوں سے اور کس کی باتوں سے ؟

وسنتی - چھی ! آگ لگاؤ اس کی باتوں کو ...... میں تو آپ کے کہنے سے بیٹھ گئی تھی ۔ میں نہ کہتی تھی کہ بھاشی حوض میں گر جائیگا ۔ اور چاول گل جائینگے ورنہ میں تو .....

تیواڑی - ہاں کو نہ کے پردے میں لپیٹنا تو تمہاری فطرت ہے ۔ آپ ہی آپ بیٹھ جاتیں تو تم شاید اپنے آپ کو بے وقعت سمجھتیں ۔ تم عورتوں کو موڑ توڑ کر باتیں کرنے اُلجھے اُلجھے فقرے کہنے میں بہت لطف آتا ہے نا .... عورتیں فطرتاً ہی سانٹھ گانٹھ پسند کرتی ہیں ——

وسنتی - یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟

تیواڑی - جی آں —— کیا کہہ رہا ہوں میں ؟ اب یہ باتیں کیا سمجھو گی تم - اس وقت یوں ہنس رہی تھیں جیسے سب کچھ سمجھ رہی ہو —— اس وقت تو فرانسیسی

اطالوی تک سمجھنے لگی تھیں ۔

وسنتی ۔ (کانوں کو ہاتھ لگا کر) میرے ایشور! بڑے وہمی ہیں آپ تو!

تیواڑی ۔ جانتا تھا کہنے پر یہی الزام لگاؤ گی ۔ بلکہ ابھی تک تم نے مجھے حاسد نہیں کہا ۔

وسنتی ۔ (جھلا کر) میں جاتی ہوں ۔ میرے چاول ——

تیواڑی ۔ ہاں ہاں! گل گئے ہوں گے تمہارے چاول!

وسنتی ۔ ننھا بھاشی ——

تیواڑی ۔ ہاں ہاں! حوض میں گر پڑا ہو گا ننھا بھاشی ....

وسنتی ۔ میں کہتی ہوں آپ بات بھی کرنے دیں گے مجھے ؟

تیواڑی ۔ بھاگ تو تم رہی ہو —— اب کاہے کو بیٹھو گی میرے پاس ۔ دراصل اب یہاں ہے ہی کون ؟ مدن تو ......

وسنتی ۔ (سٹپٹا کر بیٹھ جاتی ہے) لو بیٹھ جاتی ہوں بابا ...... میرا کیا ہے ۔ چاول گل جاتے ہیں تو گل جائیں ۔ پھر نہ کہنا یہ کیسے چاول ہیں، گوبر سے ...... اور وہ ہر وقت کے طعنے کہ تمہیں کھانے پکانے کا ذرا بھی سلیقہ نہیں ۔ اور بھاشی ؟ —— ہاں، بھاشی حوض میں ڈوبتا ہے تو ڈوب جائے ۔ وہ میرا بھی اتنا ہی بیٹا ہے جتنا آپ کا ۔

(آواز بھرا جاتی ہے ۔ پھر وسنتی دھوتی کے پلّے سے اپنا منہ چھپا لیتی ہے)

تیواڑی ۔ دیکھو وسنتی! اوچھے وار مت کرو مجھ پہ اور .... میں روز روز نہیں منانے کا تمہیں ۔

وسنتی ۔ (روتی آواز میں) کہتا کون ہے آپ کو ؟

تیواڑی ۔ (کچھ دیر بعد) سچ مچ ناراض ہو گئیں ۔

وسنتی - (اسی طرح) آپ باتیں جو ایسی کرتے ہیں، دل جلا دینے والی۔

تیواڑی - (کمرے میں ٹہلتا ہوا گنگناتا ہے) روٹھا ہوا ہے کوئی، کوئی منا رہا ہے

(کچھ دیر بعد)

آؤ صلح کر لیں وسنتی، وہ تو سب کچھ مذاق میں تھا ——— جانے بھی دو

وسنتی ....

وسنتی - اب کون منت کرتا ہے آپ کی ہے جائیے کیجئے اپنا کام۔

تیواڑی - ادھر دیکھو وسنتی! یہ چھوٹی چھوٹی جھپٹ محبت میں اضافہ کرتی ہے ———

اور پھر ——— گدگدی کے بھی ہنستے ہیں ہنسانے والے ———

(تیواڑی گدگدانے کے لئے بڑھتا ہے۔ وسنتی اُچھل کر ایک طرف

کھڑی ہو جاتی ہے۔ پھر دونوں ہنسنے لگتے ہیں)

تیواڑی - (کچھ دیر بعد) دیکھو آج وہ تمہارے ڈاکٹر لانبے آ رہے ہیں (لفظ تمہارے پر زور

دیتا ہے)

وسنتی - تمہارے کا کیا مطلب؟

تیواڑی - اوہ! تمہارے .... ہیں تو وہ دوست میرے ہی۔ لیکن تمہیں ان کی

باتیں بہت پسند آتی ہیں نا۔ جب اُنہوں نے اپنے کالج کے دنوں کا ایک

رومان سنایا تھا تو کتنی خوش ہوئی تھیں تم۔ اور تم نے آپ ہی تو اعتراف کیا

تھا کہ کتنا اچھا آدمی ہے۔ اس کے ساتھ جو عورت شادی کرے گی وہ گویا سورگ

میں رہے گی۔

وسنتی - (بگڑ کر) تو کیا جھوٹ کہا تھا میں نے؟

تیواڑی - اجی جھوٹ ووٹ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بات یہ ہے کہ ہر دوسرے

مرد کی عورت سورگ میں رہتی ہے ——

وسنتی - (جل کر) سورگ کو سدھار جاتی ہے -

تیواڑی - جی آں! یہ تو اب کہہ رہی ہونا -

وسنتی - ہاں ——

تیواڑی - اچھا تو یوں ہی سہی —— آج وہ میرے ڈاکٹر لانے آرہے ہیں (لفظ میرے پر زور دیتا ہے)

وسنتی - تو میں کیا کروں، مجھے کیا غرض؟ میں نے کون سے نہال پروس رکھے ہیں اُس کے لئے —— ؟

تیواڑی - پھر وہی بات خواہ مخواہ جھگڑے کی —— اجی، شریمتی جی میں کہتا ہوں تمہیں سیر کروا لائیں گے - ذرا ان کے ساتھ ہوا خوری کے لئے چلی جانا - آخر اس میں حرج ہی کیا ہے - تمہاری طبیعت جو ہر وقت میری وجہ سے مضمحل رہتی ہے اچھی اچھی باتیں سننے سے بہل جائے گی - اور پھر تم اچھی سے اچھی ساڑھی پہنو گی کہو، تمہیں مدن سے سینما کا پاس منگوا دوں؟

وسنتی - (غصے سے) میں نہیں جاؤں گی —— میں کبھی کسی کے ساتھ نہیں جاؤں گی اب نہ کسی کی موجودگی میں آکر بیٹھوں گی - نہ کسی کی بات پر ہنسوں گی - نہ کسی کے دُکھ پر روؤں گی - میں نہیں جانتی تھی آپ کا دل اتنا چھوٹا ہے -

(آواز بھر بھرا جاتی ہے)

...... اپنی باری یاد نہیں ہے مسز گپتا کے ساتھ کس طرح گھُل مل کر باتیں کرتے ہیں - جب وہ آتی ہے تو میری رُوح جل اُٹھتی ہے - اُس کا ہار پسند کیا تو مجھے بھی ایک لا دیا —— پہلے ہی لا دیتے تب میں جانتی ——

اس دن اکیلے ہی سینما چلے گئے ۔ واپس آئے تو کہنے لگے آج تم مجھے بالکل فلاں
ایکٹرس دکھائی دیتی ہو اور پھر لگے مجھ سے گھل مل کر باتیں کرنے ۔ سامنے وسنتی اور
دماغ میں بس فلاں ——— اسے تمہاری ویاکرن میں پریم کہتے ہیں۔ اب میں
خوب سمجھتی ہوں تمہاری ان باتوں کو ....

تیواڑی ۔ دیکھو وسنتی ———خواہ مخواہ الزام لگا رہی ہو ———

وسنتی ۔ (رُندھے ہوئے گلے سے) اور آپ تو میرے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کر رہے
ہیں ہے نا ؟

تیواڑی ۔ میرا کام ہر ایک کی فطرت دیکھنا ہے ۔ میں تمہیں دیکھتا ہوں ۔ مسز گپتا کو دیکھتا
ہوں ۔ اگر تمہیں پتہ ہو کہ میں نے اپنے نئے ناٹک میں مسز گپتا کی سی تعلیم یافتہ مگر
بچوں کے نام سے کوسوں دور بھاگنے والی بیسویں صدی کی عورت کی کتنی گت
بنائی ہے تو تم حیران رہ جاؤ ———

وسنتی ۔ جی آں ——— جانتی ہوں، وہ تو صرف لکھنے میں ہے نا

تیواڑی ۔ اُوں ہوں

وسنتی ۔ ہُوں ! جانتی ہوں ——— یُوں تو اس پہ جان دیتے ہیں، اُسے دل سے
چاہتے ہیں ۔

تیواڑی ۔ اتنا ہی جتنا تم ڈاکٹر لامبے کو چاہتی ہو ۔

وسنتی ۔ (زور سے) خاموش ! ایسی باتیں مجھے بالکل نہیں بھاتیں ...... مجھے آپ ......
مجھے اس موئے .... نگوڑے کی شکل تک سے نفرت ہے ! سخت نفرت !!

تیواڑی ۔ مجھے بھی مسز گپتا ایک آنکھ نہیں بھاتی، ایک آنکھ !

(دونوں ہنس دیتے ہیں)

وسنتی - باتیں ہیں ——

تیواڑی - ہاں باتیں ...... (کچھ سوچتے ہوئے) آ...... آ...... میں کہہ رہا تھا ؟

وسنتی - میں کیا جانوں، کیا کہہ رہے تھے ——

تیواڑی - ہاں ہاں تم ہی سے کچھ کہنے والا تھا، بھول گیا —— اوہو! کمبخت یاد ہی نہیں آتا۔

(کچھ دیر بعد)

میری یاد دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہے۔

وسنتی - وہی نگوڑے ڈاکٹر لانبے کا ذکر کر رہے تھے۔ کدھر کے کدھر بہک گئے۔

تیواڑی - (تالی بجاتے ہوئے) اوہاں، بہت اچھی ہے یاد تمہاری —— خاص طور پر جبکہ —— ہاں، آج شام کو وہ یہاں آئیں گے۔ دیکھو ایک بات کہے دیتا ہوں وسنتی ...... میں نے ایک اور بھی نیا ناٹک شروع کیا ہے "تاک جھانک" اس کا نام ہے۔ میں چاہتا ہوں کل تک اسے ختم کر ڈالوں۔ دو سین تو میں نے لکھ بھی لئے ہیں —— وہ آئیں گے تو کہہ دینا میں گھر پر نہیں ہوں۔ بولو کیا کہو گی؟

وسنتی - یہی کہوں گی، اپنے کمرے میں بیٹھے تاک جھانک ......

تیواڑی - شش ...... بہت بُری ہو تم۔

وسنتی - جی ہاں ہوں تو بُری ہی ——

تیواڑی - دیکھو منت سے کہتا ہوں اُن سے کہہ دینا کہ میں آج گھر پہ نہیں ہوں۔ تم جانتی ہو۔ میرے سر میں صبح سے تھوڑا تھوڑا درد ہو رہا ہے۔ ناٹک لکھتا رہا ہوں صبح سے ...... جاؤ ذرا چمنی میں پر سے اسپرین کی ٹکیہ تو لا دو۔

وسنتی - میں کہتی ہوں زیادہ اسپرین نہیں کھانی چاہئے۔

تیواڑی - میں تو جیسے ہر روز ایک شیشی اسپرین کی کھاتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کوئی حرج

نہیں۔ میرا کہا یاد رکھو گی نا؟ اور دیکھو دایا کو بھیج کر مدن جی سے دو پاس منگوا لینا اور ڈاکٹر صاحب کے ساتھ سینما چلی جانا۔ شام اچھی گذر جائے گی۔ ہمارے مقدر میں تو رونا پیٹنا لکھا ہے تمہیں بھی اپنے ساتھ کیوں رُلاؤں؟ بھاشی کو دایا کے حوالے کر دینا۔ سمجھیں؟ ذرا باغ میں گھما لائے گا۔ آئے گا تو دودھ میں پلا دوں گا شیشی کہاں رکھی ہے ہم—— فیڈر—— اور نپل کہاں ہے نپل ہے مجھے بتاتی جانا۔

وسنتی - میں نے جانے کی رضامندی کب ظاہر کی ہے؟

تیواڑی - دیکھو، مانا بھی کرتے ہیں۔ یوں تنگ نہیں کیا کرتے —— میں کہتا ہوں آخر اس میں حرج ہی کیا ہے —— ؟

وسنتی - اوں ہوں، میں تو کبھی نہیں جانے کی —— مدن سے باتیں کرنے میں کیا حرج تھا؟

تیواڑی - اُف ایشور! وہ تو سب کچھ مذاق میں تھا...... دیکھو، ذرا ساڑھی اچھی پہننا۔ بانکی لگو۔ وہی - وہی جس میں ساڑھے تین انچ چوڑا بارڈر لگا ہے۔ علی بھائی کے یہاں سے لائے تھے—— ہاں ہاں وہی —— مسکرا رہی ہو نا بڑی اُستاد ہو۔

(دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز)

وسنتی - دیکھئے کوئی آیا ہے

تیواڑی - ڈاکٹر لانبے کے سوا اور کون ہوگا؟

وسنتی - اُف میں تو میلی سی دھوتی باندھے بیٹھی ہوں -

(گھبرا کر دوسرے کمرے کی طرف جاتی ہے)

وسنتی - (دُور سے) نئی دھوتی ہی کوئی نہیں۔ اور یہ دونوں میلی ہو چکی ہیں۔ بہت میلی شلوار —— ساڑھی ہی باندھ لیتی ہوں۔ وہی جو آپ کو پسند ہے۔

تیواڑی - ہاں ہاں وہی باندھنا جس میں ساڑھے تین انچ چوڑا بارڈر لگا ہے ۔ علی بھائی کے یہاں سے لائے تھے ——— وہی -

وسنتی - مسکرا رہے ہو نا - بڑے اُستاد ہو -

(دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز)

تیواڑی - دایا سے کہو وہی آواز دے دے - ایک شریف آدمی نیچے کھڑا ہے - آخر اس میں حرج ہی کیا ہے -

(وسنتی ایک طرف جاتی ہے - اُس کے کپڑوں کے لپیٹ میں آکر ایک کرسی گر جاتی ہے جس سے اُس کے حواس باختہ ہونے کا خیال پیدا ہوتا ہے)

وسنتی - (دبی آواز میں) رامی ——— ارے رامی ——— مردار! دو بجے سے سو رہی ہے تو اٹھ - دیکھ باہر ڈاکٹر لالہ آئے ہیں - ان سے کہدے بابوجی گھر پہ نہیں ہیں - باہر گئے ہیں - اُٹھ جلدی سے - اری اُٹھ بھی (نسبتاً آہستہ آواز میں) دراصل آج بابوجی کے سر میں درد ہو رہا ہے - وہ جانا نہیں چاہتے - سارا دن بیچارے کام کرتے کرتے تھک جاتے ہیں -

تیواڑی - رہنے دو اب - میں تمہاری ہمدردی نہیں چاہتا - رامی! کہہ دو گھر پہ نہیں ہیں -

وسنتی - کہہ دو بابوجی گھر پہ نہیں ہیں ...... لیکن ...... بی بی جی ہیں -

تیواڑی - اوہ میں بھول گیا !

وسنتی - مسکرا رہے ہو نا - بڑے اُستاد ہو تم ہی نے تو کہا تھا - سینما ......

تیواڑی - رامی! کہو آپ آجائیں - بی بی جی کو آپ کے ساتھ باہر جانا ہے - سینما - پاس ہیں - دیکھو ٹھیک اسی طرح کہنا - ذرا دو منٹ لگا کر دروازہ کھولنا - آواز دیدو پہلے ———

وسنتی - میں نے کہا جی - کنگھی کہاں ہے ؟ میرے بال بھی بکھر رہے ہیں -

(وسنتی کی گھبراہٹ کا اندازہ میز کے ساتھ ٹھوکر لگنے سے ہوتا ہے۔ وہ
اُوئی کہکر لنگڑاتی ہوئی چلنے لگتی ہے۔ اور تیواڑی اس کے پاؤں کو
دبانے لگتا ہے)

تیواڑی۔ کہیں بہت تو نہیں لگی وسنتی؟

(وسنتی اِدھر اُدھر گھومنے کے بعد میز کے دراز وں کو بار بار کھولتی اور
بند کرتی ہے)

وسنتی۔ نہ جانے کنگھی کہاں رکھی ہے کمبخت، یہ موئے بھاشی نے کہیں پھینک دی ہوگی
ناک میں دم کر دیا ہے اس نے تو میرا۔ روچکی اس کی جان کو مَیں تو ——

تیواڑی۔ خفا کیوں ہوتی ہو؟ کنگھی میرے پاس ہے۔ لو...... یہ لو۔ اور دیکھو اچھی طرح
بنانا بال۔

وسنتی۔ مسکرا رہے ہو؟ بھلا بال بنانے میں کیا عیب ہے؟ آپ ہی کو کوئی کیسے گا کہ اتنے
بڑے ٹیکھک کی بیوی کتنی اُجڈ ہے۔ خانہ بدوش عورتوں کی طرح بال بھی سیدھے
نہیں کرتی۔

(ایک لمحہ بعد)

بال بناؤں گی اور دائیں طرف مانگ نکالوں گی۔ بالکل مسز گپتا کی طرح۔

تیواڑی۔ مسز گپتا سے اس کا کیا تعلق ہے؟ تم اپنا کام کئے جاؤ۔

وسنتی۔ (نخرے سے) اوہو! اُس کا نام لینا بھی گناہ ہو گیا اب۔

(زور سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز)

تیواڑی۔ رامی سے کہو اب تو دروازہ کھول دے۔ ورنہ وہ بیچارا مایوس ہو کر چلا جائے گا۔

وسنتی۔ ٹھہرو۔ مجھے بال ٹھیک کر لینے دو۔ میرا...... میرا...... پاؤڈر بھی تو

یہاں نہیں ہے۔

(میز کے دراز کو کئی مرتبہ کھولتی اور بند کرتی ہے)

تیواڑی۔ وہ سامنے تو پڑا ہے۔ ناحق گھبرائے جاتی ہو۔

وسنتی (واپس آتے ہوئے) اوہ! میں تو سچ مچ ہی گھبرا گئی تھی۔ یہ ساڑھی اچھی لگتی ہے نا؟ مجھے آپ کی عزت کا بڑا خیال رہتا ہے۔ دیکھئے۔ بیوی شوہر کی عزت ہوتی ہے

تیواڑی۔ ہوں۔ میں کب انکار کرتا ہوں؟

وسنتی۔ تو اقرار کب کرتے ہیں؟ وہ میری سینٹ کی شیشی کہاں گئی؟ (گھبرا کر) جلدی بتایئے
ادھر دیکھئے۔ اُدھر۔ بھاشی ـــــ مُوا بھاشی ـــــ

(سیڑھیوں پر قدموں کی آواز)

تیواڑی۔ (دبی آواز میں) لو وہ آ گئے سیڑھیوں میں۔ سنگار دان میں پڑی ہو گی تمہاری سینٹ

وسنتی۔ میں کہتی ہوں آپ اس کے نام سے چڑتے کیوں ہیں؟ اُس کے سامنے بس پگھلے جاتے ہیں۔

(اندرونی دروازے پر کھٹکھٹانے کی آواز)

تیواڑی۔ لو وہ آ ہی گئے۔ میں اپنے کمرے میں جاتا ہوں۔

(تیواڑی اپنے مطالعے کے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتا ہے)

وسنتی۔ (دروازے کی طرف منہ کرتے ہوئے) آ جایئے ..... آیئے، آیئے۔

(ڈاکٹر لانبے کی بجائے مسز گپتا نمودار ہوتی ہیں۔ وسنتی کا مُنہ کھلے کا کھلا رہ جاتا ہے۔ اور کریم کی شیشی ہاتھ سے گر کر ٹوٹ جاتی ہے)

وسنتی۔ اوہ مسز گپتا! آپ۔ آیئے ـــــ آ...... آ...... یئے ـــــ

مسز گپتا۔ وسنتی جی۔ اوہ شیشی ٹوٹ گئی کریم کی۔ بیحد افسوس ہوا مجھے!

وسنتی۔(دکھائی سے) اوہ۔کوئی بات نہیں بہن! ایک شیشی؟ یہاں تو بہت کچھ ٹوٹتا رہتا ہے اور کسی دن ——

مسز گپتا۔کہیں جا رہی تھیں آپ؟

وسنتی۔(سوچتے ہوئے) نہیں یونہی۔صبح سے طبیعت کچھ پریشان تھی میں نے کہا ذرا ٹائلیٹ کر لوں۔

مسز گپتا۔ہاں بہن۔ٹائلیٹ کرنے سے انسان —— تازہ اور شگفتہ ہو جاتا ہے۔بدن میں جان آجاتی ہے۔لیکن اتنا اہتمام، کریم۔سینٹ —— اور پھر کہیں جا بھی نہیں رہیں آپ! —— تیواڑی جی تو گھر پہ نہیں ہیں۔

وسنتی۔(گھبرا کر) وہ ناک جھانک —— ابھی باہر گئے ہیں

مسز گپتا۔تاک جھانک کیا کہنے لگی تھیں آپ؟

وسنتی۔یہ ان کے نئے ناٹک کا نام ہے —— "تاک جھانک" مکمل کرنے کے بعد گھر سے نکلے ہیں۔ناٹک کا نام تو اچھا ہے کہتے ہیں اس میں بیسویں صدی کی ایک بچوں سے ڈرتے والی عورت ......

مسز گپتا۔(سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے اور فتح مندی کے احساس سے) بہن تعجب ہے! آج تم نے میری طرح کیوں دائیں مانگ نکالی ہے؟

وسنتی۔ہاں وہ ایسی ہی مانگ پسند کرتے ہیں۔

مسز گپتا۔سچ؟

وسنتی۔ہاں سچ!

مسز گپتا۔میرا تو ارادہ تھا کہیں باہر چلیں

وسنتی۔مگر وہ گھر پہ نہیں ہیں۔

مسز گپتا - ہاں جانتی ہوں - رامی نے بتا دیا تھا ...... ذرا وہ ہوتے ...... تم ہوتیں تو رونق ہو جاتی -

وسنتی - گھر سے نکلنا تو گرہستن کے لئے بہت مشکل ہوتا ہے - بہت مشکل - نہ جانے عورتیں کیسے بچوں کو نوکروں کے حوالے کر کے تین تین چار چار گھنٹے باہر گھوم آتی ہیں - عورت کو تو اپنے گھر اور بچوں ہی سے فرصت نہیں ملتی - میں تمہارے ساتھ چلی ہی جاتی لیکن میرے پاؤں میں کچھ موچ آگئی ہے اور پھر چولہے پر کچھ چاول رکھے ہیں -

(کمرے کے اندر سے آواز آتی ہے)

تیواڑی - ڈر ہے کہیں گل نہ جائیں چاول -

وسنتی - (گھبرا کر) ننھا بھاشی گلی میں کھیل رہا ہے -

تیواڑی - ڈر ہے کہیں حوض میں نہ گر پڑے -

مسز گپتا - (خوش ہو کر) تیواڑی جی کی آواز !

(دروازہ کھلتا ہے - تیواڑی باہر آتے ہیں)

تیواڑی - گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں مسز گپتا - معاف کیجئے گا میں گھر پر نہیں - یعنی ان سے میں نے ہی کہا تھا کہ کہہ دینا میں باہر چلا گیا ہوں - بات یوں ہے کہ ایک ناٹک شروع کیا تھا - دیکھئے نا - لوگ آتے ہیں میرا وقت ضائع کر کے چلے جاتے ہیں - پوچھو بھئی کیا کام ہے تو بس یہی صاحب آپ کے درشن کرنے ہیں - خیر آپ کی تو علیحدہ بات ہے بالکل علیحدہ - میری ٹوپی کہاں ہے وسنتی ؟

وسنتی - باہر جا رہے ہیں آپ - میں آپ کو ہرگز ہرگز باہر نہ جانے دوں گی - دیکھو بہن آج ان کی طبیعت خراب ہے - صبح سے سر میں درد ہو رہا ہے - ابھی ابھی اسپرین

کھائی ہے اور اب باہر بھی جانے لگے۔

تیواڑی - جانے دو ــــ ایک گھنٹہ ہوا اسپرین کھائے اور ــــ

وسنتی - میں کہتی ہوں ہوا لگ جائے گی اور زیادہ بیمار ہو جائیں گے آپ -

تیواڑی - چھوڑو اس بات کو - بتاؤ میری ٹوپی کہاں ہے؟ ٹھنڈی ہوا میں گھومنے سے درد کافور ہو جائے گا۔ وہ علی بھائی والی ساڑھی تم نے پہنی ہی ہوئی ہے - بھاشی کو کھلانے کے لئے رامی لے ہی گئی ہے - دو تین گھنٹے سے پہلے کیا آئے گی - وہ جانتی ہے تاکہ اس سے پہلے بی بی سینما سے نہیں لوٹنے کی - بس اب چلو مسز گپتا بھی چلیں اچھا رنگ رہے گا۔

(وسنتی کراہتی ہے)

وسنتی - مشکل ہے - میں نہیں جاؤں گی - آپ جائیں -

مسز گپتا - آپ بھی چلیں بہن - کپڑے تو آپ نے پہنے ہی ہوئے ہیں لیکن بابا - میں مجبور نہیں کرتی - اگر طبیعت چاہے تو شوق سے چلیں - صحت بھی دیکھنا لازمی ہے -

وسنتی - اچھا تم جو اصرار کرتے ہو تو چلی ہی جاتی ہوں - لیکن اوہ ــــ اُف ہائے!! میرے پاؤں کی موچ کا کیا ہو گا - میرے پاؤں .... کی ...... موچ ...... کا ...... کیا .... ہو گا ....؟

تیواڑی - ہوں! کیا ہو گا؟ ارے اٹھو چلو - راستے میں سے ڈاکٹر لانبے کو ساتھ لے لیں گے!!

(پردہ)

تعلیمی پریس لاہور میں باہتمام خواجہ محمد عبداللہ پرنٹر چھپی
اور بیدی صاحب نے یونٹی پبلشرز میکلوڈ روڈ لاہور سے شائع کی ؛